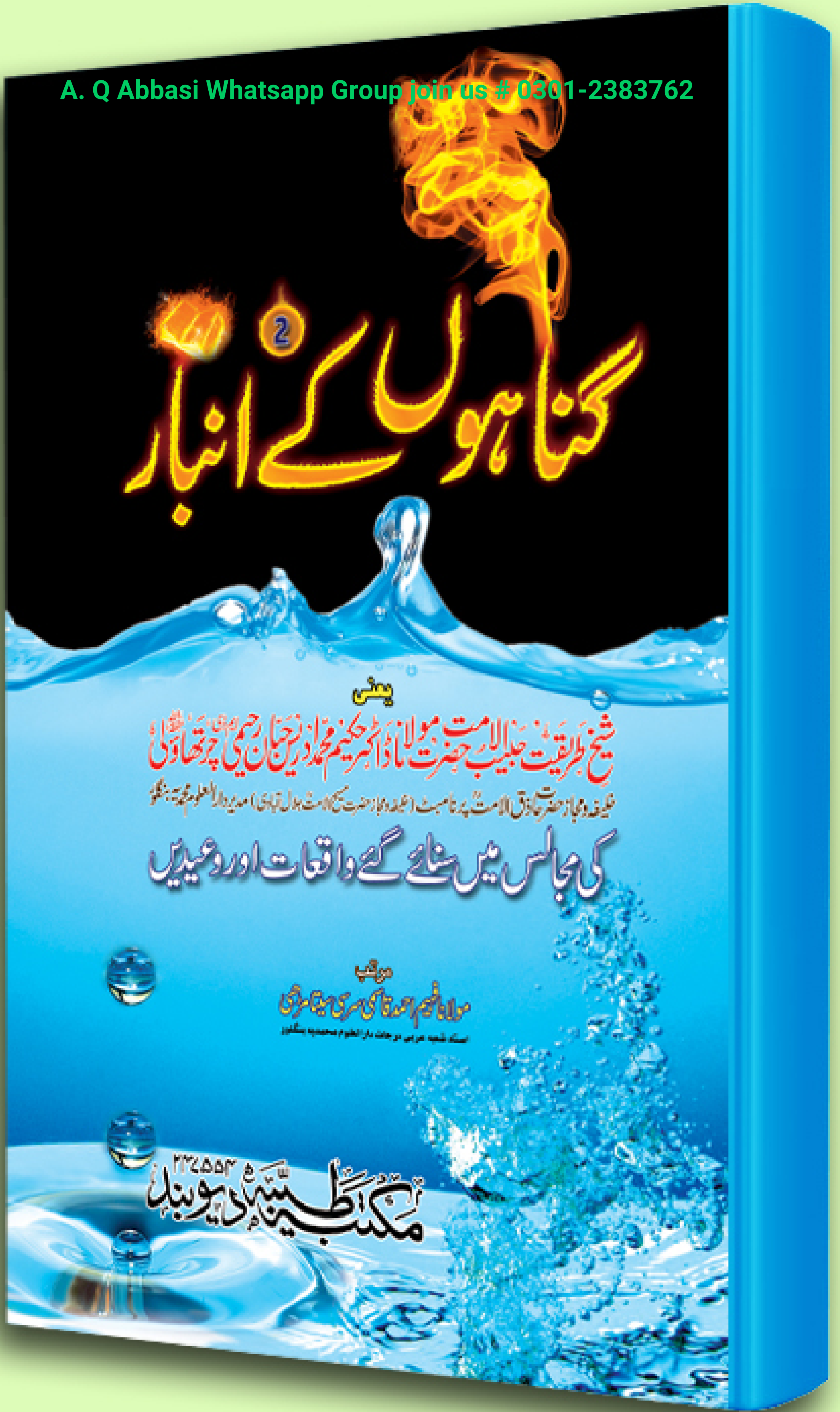


A. Q Abbasi Whatsapp Group join us # 0301-2383762
گناہوں کے انبار 2
یعنی
شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی
خلیفہ و مجاز حضرت حاذق الامتؒ پرتاب گڈھی (خلیفہ و مجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور
کی مجالس میں سنائے گئے واقعات اور وعیدیں
مرتب
مولانا نعیم احمد قاسمی سری سینا مرتی
استاذ شعبہ عربی دارالعلوم محمدیہ بنگلور
مکتبہ طیبہ دیوبند
۲۲۷۵۵۴

نام کتاب	:	گناہوں کے انبار (جلد دوم)
پسند فرمودہ	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی
مرتب	:	مولانا فہیم احمد قاسمی سرسی سیتا مڑھی استاذ دار العلوم محمدیہ بنگلور
صفحات	:	304
کتابت وتزئین	:	عبید الرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
تعداد	:	گیارہ (۱۱۰۰) سو
قیمت	:	
ناشر	:	

مرتب کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Mai Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

☆☆☆

انتساب اور ثواب

بحمد اللہ تعالیٰ

''گناہوں کے انبار'' جلددوم کا انتساب اور ثواب

مجاہدملت، شریف دوراں حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب گنگوہیؒ بانی ومہتمم جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، جن کے کارناموں کا مظہر اشرف العلوم گنگوہ قرآن وحدیث کی گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔

اللہ رب العزت حضرت والا کی بال بال مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین!

خادم

محمد ادریس حبان رحیمی رشیدی

خانقاہِ رحیمی بنگلور

تأثرات

مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی
ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

آج اسلامی معاشرہ عجب کشمکش میں مبتلا ہے، روحِ مومن مضطرب، قلبِ مسلم بے چین ہے، دردِ دل کی دواء تو ہے لیکن طبیبِ حاذق غائب ہے، آزادئ مذہب کا نعرہ تو بآنگ دہل بلند کیا جاتا ہے، لیکن معاشرے کی فضاء میں حبس پیدا کرکے سانس لینے سے محروم کیا ہوا ہے، غیروں کی کوشش اسلام کا خاتمہ کرنا ہے، مگر افسوس! اپنوں کی لاپرواہی اسلامی معاشرے کو مجروح کررہی ہے۔ آج روئیں تو کس کو روئیں؟ شکوہ کریں تو کس کا کریں؟ اسلام نے تو تہذیب وتمدن، سقافت وشرافت، تاریخ وموعظت اور دین ودنیا سب کچھ عطا کردیا۔ مگر حیف صد حیف! قوم کی اکثریت اپنے اسلاف کی گراں قدر قربانیوں کو بھلا بیٹھی اور اسلامی تعلیمات کے اس روحانی عنصر سے محروم ہوچکی جو اسے غیروں میں ممتاز اور ہر شعبۂ زندگی میں اول رکھتا تھا۔ اسکی جگہ زمانہ جاہلیت کی ان رسوم وبدعات اور اطوارِ خبیثہ نے لے لی جس نے ملت کو منتشر، مضطرب، بے جاں وبے بس، محروم ولاچار اور زوال پذیر بنادیا۔

آہ! کیا کہا جائے؟ یہی کہ تعلیماتِ نبوی کو مضبوطی سے تھام لو! درد کا درماں ہوجائے گا۔ تشنگی ختم ہوجائے گی، ظلم وجور کا خاتمہ ہوجائے گا، قتل وغارتگری مٹ

جائے گی، عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا، حلال میسر اور حرام سے بچاؤ ہو جائے گا، سکون واطمینان کی زندگی اور کلمۂ شہادت کی موت نصیب ہوگی، رب کی رحمت اور گناہوں کی مغفرت کا در کھل جائے گا۔

یہ سب تو کہا جا رہا ہے، کون سننے والا ہے؟ عمل کے لئے کوئی تیار نظر نہیں آتا، دل نے کہا تو چند سجدے کر لیئے، من میں آیا تو کچھ خیرات کر دی، بھلا لگا تو کچھ مسکراہٹ بکھیر کر چل دیئے، ورنہ ذاتی مصروفیات ہی سے فرصت کہاں؟ جو عمل صالح کی طرف توجہ ہو۔

جی ہاں! صحیح تو ہے "اعمالِ صالحہ" تو وہی کرتا ہے جو "اعمالِ سیات" سے بچنے والا ہو۔ گناہوں سے بچ جائیں تو دل کی سیاہی ہلکی پڑنے لگتی ہے، نیکی کی کرن پھوٹنے لگتی ہے، عبادات میں مزہ اور رب کے حضور سجدہ دراز ہو جاتا ہے۔ نگاہ خلوص اور تزکیہ قلوب کی دولت حاصل ہوتی ہے، دل یادِ خدا اور زباں درودِ مصطفیٰ سے تر ہونے لگتی ہے۔ پھر اگر "اعمالِ صالحہ" کی ترغیب دی جائے تو بندہ غور سے سنتا ہے، دوڑ کر کرتا ہے، مسرت سے مدحت وسلام کہتا ہے۔ ایسے حالات میں نجات اور پروانۂ مغفرت کی امید تو ہے، شفاعت رسول اور جامِ کوثر تک رسائی تو ممکن ہے۔ جنت کی نعمتیں اور دیدارِ الٰہی کی آرزوئیں تکمیل کے قریب ہیں۔ یقیناً یہ سب ممکن اور میسر ہوسکتی ہیں۔ بس ایک نکتہ ہے جو نیکی کی راہ دِکھاتا ہے اور وہ ہے "گناہوں سے اجتناب"۔

اعمالِ سیات سے کنارہ کشی اختیار کریں تو اعمال صالحات پر عمل آسان ہو جاتا ہے، گناہوں کی سیاہی چھٹ جاتی ہے، تو دل میں نورانی چراغ جل اٹھنے میں دیر نہیں لگتی۔

سچ ہے، شریعت پر دوام اور نیکی پر قیام چاہے مختصر ہو، بڑے بڑے گناہوں کو آنسوؤں پاک کر دیتے ہیں، اور چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچنے کی وجہ سے بڑی بڑی نیکیوں کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

مومن سے ایک بار خطا ہوتی ہے تو سو بار ندامت ہوتی ہے۔اور یہی ندامت گناہوں کو زائل کر دیتی ہے۔

ہیں جو رائج آج رسمِ جاہلانہ جابجا
ہم پناہ چاہتے ہیں تیری اے خدا ہم کو بچا

''گناہوں کے انبار'' اسی ترغیب کی ایک کڑی ہے، جس میں گناہ کی تعریف،اس کی نحوست،اس پر دینی ودنیاوی عذاب، دنیاوی واخروی خسارہ،قرآن وحدیث کی روشنی میں اس سے بچاؤ کی تدابیر اوراس زہر ہلاہل کا اکسیر وتریاق درج کیا گیا ہے، تاکہ ملت کا وہ بڑا طبقہ جو گناہوں کے دلدل میں پھنسا جارہا ہے باہر نکلنے میں کامیاب ہوسکے۔

زیرنظر کتاب ''گناہوں کے انبار'' مستقل کوئی تصنیف نہیں، بلکہ اس موضوع پر مختلف اہل قلم حضرات کے وہ گراں قدر مضامین ہیں جو مجلس رحیمی میں پڑھے یا سنائے گئے جنہیں محبّ دل نواز نوجوان عالم دین مولانا فہیم احمد قاسمی زید مجدہم نے شیخِ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حسب الحکم جمع وترتیب دے کر کتابی شکل دی ہے۔مظامین کے ہمراہ مضمون نگار کا نام حوالہ بھی درج کردیا گیا ہے تاکہ کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔

موصوف کا مرتب کردہ یہ مجموعہ فی الحال دو جلدوں پر مشتمل ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اوراسے نافع عام وتام فرمائے، ذریعہ آخرت بنائے اور جن حضرات کے مضامین ہیں ان کو بھی اجر عظیم عطا فرمائے، آمین یارب العالمین!

خاکروب آستانہ رحیمی
محمد عثمان حبان دلدار قاسمی
دارالعلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک

حروفِ فہم وادراک

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم . اَمَّا بَعد. فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. یٰآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَارًا" اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپکو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے"۔

سب سے پہلے اس وحدہ لاشریک لہ کا ہزار ہا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہم سب کو اولاد آدم میں پیدا فرما کر، عقلِ سلیم اور فہم وفراست عطا فرما کر لا محدود احسان عظیم کیا اور اس گراں قدر وسیع وبسیط موضوع پر کام کرنے کی جرأت وحوصلہ عطا کیا۔

اس آیت میں عام مسلمانوں کو حکم ہے کہ جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بھی بچائیں اور اپنے اہل وعیال کو بھی پھر نار جہنم کی ہولناک شدت کا ذکر فرمایا اور آخر میں یہ بھی جو اس جہنم کا مستحق ہوگا وہ کسی زور طاقت یا خوشامد یا رشوت کے ذریعہ ان فرشتوں کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا جو جہنم پر مسلط ہیں جنکا نام زبانیہ ہے۔لفظ اھلیکم میں اہل وعیال سب داخل ہیں جن میں بیوی، اولاد، غلام، باندیاں یعنی جتنے لوگ ایک انسان کی ماتحتی میں ہیں وہ سب داخل ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آ گئی کہ ہم گناہوں سے بچیں اور احکامِ الٰہیہ کی پابندی کریں مگر اہل وعیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ان سب کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنیکا تم کو حکم دیا ہے تم ان کے کرنیکا اہل وعیال کو بھی حکم کرو تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچا سکے گا۔

اس لئے ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام اور جائز وناجائز کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کیلئے کوشش کرے، اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل وعیال دین سے جاہل وغافل ہوں۔

علامہ قرطبی نے الکیا کا قول نقل کیا ہے وَعَلَیْنَا تَعْلِیْمُ اَوْلَادِنَا وَاَھْلِیْنَا الدِّیْنِ وَالْخَیْرِ وَ مَالَا یُسْتَغْنٰی عَنْهُ مِنَ الْاَدَبِ، یعنی ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل خانہ کو دین کی تعلیم دیں، اچھی باتیں سکھائیں اور وہ ادب وہنر جس کے بغیر چارہ نہیں اس کی تعلیم دیں۔

ایک اور فرمانِ نبوی ہے مَا نَحِلَ وَالِدٌ وَلَدًا اَفْضَلُ مِنْ اَدَبٍ حُسْنٍ۔ کسی باپ نے اپنے بچے کو حسنِ ادب سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔

بچپن سے تربیت کریں

دینی تعلیم اور عملی تربیت کا آغاز بچپن سے ہی ہو جانا چاہیے اوائل عمر میں جو سبق دیا جاتا ہے آخری عمر تک وہ یاد رہتا ہے۔ جس کام کی عادت بچپن میں پڑ جاتی ہے وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ جو والدین بچپن میں اپنے بچوں کو اطاعت

خداوندی کی طرف راغب نہیں کرتے ان کی اولاد عموماً راہِ حق سے بھٹک جایا کرتی ہے۔اسی لئے حضور نے امت کو حکم دیا جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور اسی عمر میں ان کی خواب گاہیں جدا کر دو۔

کاش ہم اس فرمانِ خداوندی اور ان ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ دیں تو ہمیں اپنے بچوں اور بچیوں سے بے راہ روی اور آوارہ مزاجی کا شکوہ نہ رہے۔

آج کوئی مؤثر حکیمانہ اہتمام نہیں

آج جبکہ درس گاہوں، کالج اور یونیورسٹیوں میں دینی تعلیم و تربیت کا کوئی مؤثر اور حکیمانہ اہتمام نہیں، بلکہ یہ درس گاہیں لادینی نظریات اور ملحدانہ افکار کی رزم گاہیں بن چکی ہیں جب معاشرے کی وہ حس تیزی سے کند ہوتی جا رہی ہے جو کسی نازیبا حرکت پر آتش زیر پا ہو جایا کرتی تھی اور ایسا کرنے والے کے خلاف احتجاج کی ایک تیز و تند لہر بن کر ابھرتی تھی، آج جب سینما اور ٹی وی کے مخربِ اخلاق پروگرام رہی سہی کسر بھی نکال دینے کے درپے ہیں، اس سے بھی آگے آج کے دور میں کرکٹ کھیل ایک جادو بھری مصیبت بن کر ہر چھوٹے بڑے، نوجوان بوڑھے، پڑھے لکھے، انپڑھ جاہل گنوار کے دل و دماغ کو بہت تیزی سے متاثر کر رہا ہے جس کی وجہ سے قوم و ملت کا ایک بہت بڑا طبقہ بربادی کے دہانے پر ہے اور کسی کو اس کی فکر نہیں۔اس وجہ سے ماں باپ اور اہل ذمہ کی ذمہ داریاں دو چند ہو گئی ہیں کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کی سخت نگرانی کریں۔اور اس سے بھی اہم یہ کہ اپنے حسنِ عمل اور اچھے اخلاق سے ان کے دلوں میں نیکیوں اور بھلائیوں سے والہانہ محبت

پیدا کردیں، اگر ہماری بے حسی کے باعث لادینی کی طوفانی موجوں نے ہمارے گھروں کا مورچہ بھی سر کرلیا تو پھر آنے والی نسلوں کا خدا ہی محافظ ہے۔

مال فی نفسہ مطلوب تو ہے

نیز مال فی نفسہ مطلوب تو ہے لیکن آج لوگ دنیا کی حرص اور مال کی بے پناہ محبت کی وجہ سے حلال وحرام کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں، ناپ تول میں کمی، جھوٹ اور فریب کے ساتھ دوسروں کی دولت حاصل کرنے کیلئے شریعت اور شرافت کی تمام سرحدوں کو عبور کی جارہی ہے جس کی وجہ سے قحط سالی، فصلوں کی تباہی ایک عام بات ہو چکی ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر جانور نہ ہوتے تو ایسے لوگ ایک ایک بوند پانی کیلئے ترس جاتے اور اللہ ورسول ﷺ کا عہد توڑنے، دین سے بے پرواہ ہونے اور غفلت کی زندگی گذارنے کی وجہ سے ہم مسلمان ظالم حکمرانوں اور ان کی لوٹ گھسوٹ کا شکار ہیں، مسلم حکمراں اور مقتداء ان کے تمام امور کا فیصلہ کسی دنیوی قانون یا اپنی رائے سے کرتے ہیں، حکومتی یا علاقائی سطح پر شریعت کو زندگی کا اصول قرار دیا جانا اور اس پر عمل پیرا ہونا غیر تو غیر مسلمانوں ہی کی نظر میں کٹر پن انسانی آزادی کی پامالی تصور کیا جاتا ہے، جب ایمان اس قدر کمزور ہو جائے تو بزدلی اور دشمنوں کا خوف دلوں میں بیٹھ جانا ایک طبعی امر ہے جسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ کی کتاب کی روشنی میں تمام امور کا حل تلاش نہ کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ دلوں میں باطل قوتوں کا خوف پیدا کر دے گا۔

امتِ مسلمہ کی زبوں حالی

نبی کریم ﷺ نے جسے بہترین امت قرار دیا تھا اور وہ دوسروں کی ہدایت کیلئے پیدا کی گئی تھی آج اپنی ہی فکر سے غافل ہے دنیوی چمک دمک اور خواہشات

نفس کی تکمیل میں چاہے جس طرح ہو بیقرار ہے اس طرح ایک ارب سے زائد امت مسلمہ کے آباد ہونے کے باوجود عالم میں فساد برپا ہے، الٰہی قوانین توڑے جارہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنتیں ایک ایک کر کے پامال ہو رہی ہیں، مال و دولت کے پیچھے ہلاک ہوئے جارہے ہیں سودی کاروبار عام ہوتے جارہے ہیں، رشوت خوری ایک عام بات بن کر رہ گئی ہے، بے حیائی اور بدکاری کا کھلے عام ارتکاب ہو رہا ہے، جنس پرستی کی وبا حکومتی سطح پر ہی عام ہوتی جارہی ہے گناہ کے وسائل بآسانی فراہم ہونیکی وجہ سے ہر عام وخاص اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہے اس وجہ سے دنیا بھر میں عذاب برپا ہے ایسی صورت میں سزا سے بچنے والا کوئی نہیں ہوسکتا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کیوں ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود رہیں گے آپ نے فرمایا! ہاں! جب اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والے اعمال کثرت سے ہونے لگیں گے اس وقت نیک لوگ بھی عذاب کا شکار ہوجائیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

گناہوں کے انبار کی اشاعت

''گناہوں کے انبار'' انہی تمام باتوں کی طرف توجہ مبذول کرانے کا ایک بہترین انمول مجموعہ ہے، جس میں گناہ کی تعریف، اس کی نحوست، اس پر دینی ودنیاوی عذاب، دنیاوی واخروی نقصان، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس سے بچاؤ کی تدابیر اور بھی بہت ساری باتیں جو جائز حدوں کو پار کرنے کی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگ گناہوں میں ملوث ہو رہے ہیں درج کیا گیا ہے، تاکہ ملت کے ان بڑے طبقات کو جوان گناہوں کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگا رہے ہیں نجات مل سکے۔

موجودہ کتاب ''گناہوں کے انبار'' مستقل کوئی تصنیف نہیں، بلکہ محسن ومربی پیرومرشد شیخِ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاوَلی حفظہ اللہ مدیر دارالعلوم محمدیہ کی خانقاہ رحیمی میں مختلف موقعوں پر سنائے گئے واقعات اور وعیدوں کا مجموعہ ہے جن کو بندہ ناچیز نے جمع وترتیب دے کر کتابی شکل دیا ہے۔ بندہ اس قابل نہیں تھا لیکن جب خانقاہ رحیمی میں یہ واقعات اور وعیدیں سنائی جا رہی تھیں اس وقت میرے ذہن میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ یہ مضامین زمانۂ حال کی مناسبت سے بہت ہی عمدہ ہیں اگر ان کو ترتیب دیکر قوم وملت کے سامنے پیش کیا جائے تو بے حد مفید اور مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں لہٰذا ناچیز نے یہ داعیہ لیکر حضرت والا سے اجازت طلب کی تو آپ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمادی۔ جزاک اللہ خیر

چنانچہ ہم نے اس گراں قدر وسیع وبسیط موضوع پر کام کرنا شروع کیا اور اللہ کا شکر ہے کہ آج یہ کام پائے تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں بے حد قبول فرمائے اور نافع عام وتام اور ذخیرہ آخرت بنائے اور ساتھ ہی ان تمام حضرات کو جن کے مضامین اس میں شامل ہیں، اجر عظیم اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

اس کتاب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ نگارشات کے ساتھ کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو اس لئے ہر عنوان کے ساتھ مضمون نگار کا نام اور حوالہ بھی شامل کر دیا گیا ہے۔ اللہ قبولیت سے سرفراز فرمائے آمین یارب العلمین!

طالب دعا

(مولانا) فہیم احمد قاسمی سرسی سیتامڑھی

استاد شعبۂ عربی درجات دارالعلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک

مورخہ: ۷رشوال المکرم ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۵راگست ۲۰۱۳ء بروز جمعرات

بدنگاہی سے بچنے کی کوشش کریں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:"**قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم**"(سورہ نور:۳۰)

آیت مذکورہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو آنکھ کی ایک بیماری (بدنگاہی) سے بچا کر اپنی دی ہوئی نعمت (آنکھ) کی قدر کرنے پر جنت میں جانے کا راستہ آسان فرمادیا ہے۔اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے آنکھ ہمارے لئے ایک انمول تحفہ ہے اور ایسا تحفہ ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کرسکتا ،اس نعمت کی قدر وقیمت وہی شخص بیان کرسکتا ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی اس نعمت (آنکھ) سے محروم کردیا ہو، اور یہ محرومی چاہے قدرتی طور پر ہو، یا بعد میں اس نعمت عظمی کے خراب ہونے کی وجہ سے ہو، اگر یہ شخص دولت وثروت (مال) کے بل بوتے پر اس نعمت کو حاصل کرنا چاہے اور دنیا کے تمام ماہرین ودانشوران سب کے سب مل کر روشنی واپس لانا چاہیں تو ہرگز واپس نہیں لاسکتے اور کل کائنات مل کر اللہ کی اس ادنی سی مخلوق کی اس مشین (آنکھ) کو تیار کرنا چاہیں تو ہرگز نہیں بناسکتے، کیونکہ خدائی مشین دنیاوی کارخانوں میں تیار نہیں ہوا کرتی۔

آنکھ اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اس نعمت وہبی کے ذریعہ بندہ اپنے حقیقی مولا سے قرب و بعد حاصل کر سکتا ہے، نگاہ کا صحیح استعمال اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے، کیونکہ آیت بالا سے معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کا حکم ہے کہ انسان اپنی نگاہ کو نیچی رکھے، اس حکم کے بعد آگے اس کا نتیجہ بھی ارشاد فرمایا کہ نگاہ کو نیچا رکھنے کی وجہ سے آپ کی شرمگاہوں کی بھی حفاظت ہوگی اور عفت اور پاکدامنی بھی نصیب ہوگی۔

نگاہ کے بارے میں آقائے مدنی ﷺ کا ارشاد ہے: "**النظر سهم مسموم من سهام ابليس**" نگاہ شیطان کے تیروں میں سے زہر آلود (زہریلا) ایک خطرناک تیر ہے جو ابلیس کی کمان سے نکل رہا ہے۔ اگر ہم نے اس تیر کا مقابلہ نہ کیا اور خواہش نفس پر زندگی گذارتے رہے تو وہ وقت دور نہیں کہ بدنگاہی کے اس سنگین جرم کی وجہ سے ہمارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور اس بدن کو جہنم کی آگ دیکھنی پڑے۔ انسان کی بدنگاہی اعمال حسنہ (نیک عمل) کو ایسے ہی ضائع کرتی ہے جیسا کہ ایک استرہ بالوں کو صاف کر دیتا ہے اس لئے کہ انسان کے باطن کو خراب کرنے میں جتنا دخل اس کی بدنگاہی کا ہے شاید کسی اور عمل کا نہ ہو۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس میں بدنگاہی کو آنکھ کا زنا قرار دیا ہے فرمان رسول ﷺ کے سننے کے بعد بھی ہماری نگاہ غلط استعمال ہوتی ہے یا نامناسب جگہ پر پڑتی ہے یا مکروہ چیزوں کو دیکھتی ہے اور اس کا استعمال رب کی مرضی اور رسول کے طریقے کے خلاف ہوتا ہے تو پھر اس کا وبال بھی بہت سخت ہے، اور اللہ کے عذاب کے پکڑنے کا اندیشہ ہے۔

"**ان بطش ربك لشديد**" بیشک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، اس لئے انسان کو چاہئے کہ اپنی نگاہ کا استعمال رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق کرے، حضور ﷺ کی شرم کا یہ حال تھا کہ اگر آپ کی نگاہ کسی مکروہ چیز پر پڑتی تو فوراً آپ ﷺ کے چہرہ انور سے کراہت کے آثار ظاہر ہو جاتے تھے۔ ☆☆

فحاشی کا عذاب ’ایڈز‘

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں نبی کریم سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

لم تظهر الفاحشة فی قوم قط حتی یعلنوا بها، الا نشأفیهم الطاعون، والاوجاع التی لم تکن مضت فی اسلافهم الذی مضوا.

”جب کبھی کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کرنے لگتے ہیں تو ایسے لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گذرے ہوئے اسلاف کے زمانے میں موجود نہیں تھیں“۔

(ابن ماجہ کتاب الفتن حدحث، نمبر ۴۰۱۹ العقوبات)

آج دنیا میں نئی سی نئی بیماریاں سامنے آرہی ہیں بہت سی بیماریاں تو ایسی ہیں جن کا پہلے نہ کوئی تصور تھا، نہ ان کا نام کہیں سنا گیا تھا اور بہت سی ایسی ہیں کہ پہلے کہیں اکا دکا کسی کو ہو جاتیں تو ایک انہوں نے اور عجوبے کی طرح اس کا شور مچ جاتا تھا لیکن آج بیماریاں بستی بستی پھیل گئی ہیں اور ان میں مبتلا ہونے والوں کی تعداد روز بڑھ رہی ہے۔ ان تمام ہی بیماریوں کو مذکورہ بالا حدیث نبوی ﷺ کا مصداق قرار دیا

جاسکتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں جس رفتار سے فحاشی بڑھ رہی ہے اسی رفتار سے ان بیماریوں میں اضافہ ہورہا ہے۔

لیکن حال ہی میں ۱۹۸۱ء کے بعد سے ایک خوفناک بیماری امریکہ وغیرہ میں ایسی پیدا ہوئی ہے جسے سوائے فحاشی کے عذاب سماوی کے کسی اور عنوان سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ 'ایڈز' کی وہ مہلک بیماری جس کا چرچا آج کل اخبارات اور رسائل میں بکثرت ہوتا رہتا ہے یوں تو اس بیماری میں یکا یک وزن گھٹتے جانا، بخار، دست وغیرہ کی علامات نمایاں ہوتی رہتی ہیں، دماغ بھی اس سے متاثر ہوتا ہے لیکن اس بیماری کی خوفناک خصوصیت سے یہ ہے کہ اس میں مریض کے جسم سے ہر قسم کی قوت مدافعت ختم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد خفیف سے خفیف بیماری کا بھی اس میں تحمل نہیں ہوتا، یہاں تک کہ ایک معمولی سا عارضہ بھی جان لیوا ثابت ہوتا ہے، چنانچہ اس بیماری میں مبتلا ہونے کو موت کا یقینی ہونا سمجھا جاتا ہے، اس بیماری کا کوئی علاج ابھی تک دریافت نہیں ہوا اور اطباء اب تک کی تحقیق وجستجو سے جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ اس بیماری کا سب سے بڑا سبب رگ کے انجکشن کے ذریعہ منشیات کا استعمال اور جنسی اختلاط کی کثرت ہے، یہ یا تو ہم جنسی (غیر فطری عمل) سے پیدا ہوتی ہے یا ایسے مردوں کو لگتی ہے جو کسی امتیاز کے بغیر زیادہ عورتوں سے جنسی تعلق قائم رکھتے ہوں نیز ایسی عورتوں کو جو زیادہ مردوں سے جنسی تعلق استوار کرتی ہوں۔

جب سے امریکہ میں یہ بیماری پیدا ہوئی ہے وہاں کے اخبارات ورسائل میں اس موضوع پر ایک کہرام مچا ہوا ہے، ان کے تقریباً ہر دوسرے تیسرے شمارے میں ایڈز کی خبریں، اس پر تبصرے اور اس سلسلے میں لوگوں کے تاثرات شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن اس مرتبہ امریکہ کے ایک رسالے ''ٹائم'' نے اپنی ۱۶ فروری کی

اشاعت اس موضوع پر تین بہت مفصل مقالے شائع کیے ہیں اور ان کی اہمیت کے پیش نظر انہیں میں سے ایک مقالے کے عنوان کو اپنے ٹائٹل پر جلی الفاظ میں چھاپا ہے۔عنوان یہ ہے:''لرزہ خیز خطرہ''۔

''زیادہ مخلوط جنسی تعلقات رکھنے والے کس طرح ایڈز کے منہ میں جارہے ہیں؟'' ایک مضمون ''ٹائم'' کی ایک خاتون ایسوسی ایٹ ایڈیٹر ''مارتھا سملجس'' نے لکھا ہے اور دوسرا ایک اور ایسوسی ایٹ ایڈیٹر'' کلاڈیا والس'' کا لکھا ہوا ہے، ان دونوں نے یہ مضامین ''ایڈز'' اور اس کے اثرات کے ایک صحافیانہ سروے کے بعد لکھے ہیں تیسرا مضمون ''مکائیل ایس سیرل'' کا ہے جس نے افریقہ میں اس بیماری کی تباہ کاریوں کا جائزہ لیا ہے۔ان مضامین میں دیئے ہوئے اعداد وشمار کے مطابق اس وقت امریکہ میں تیس ہزار سے زائد افراد ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں۔ اٹلانٹا کے طبی مرکز کے مطابق جو لوگ بلا امتیاز مختلف افراد سے جنسی تعلق قائم رکھتے ہیں ان میں اس بیماری کی بنا پر اموات کی شرح ۱۹۸۶ء کی مقابلے میں دگنی ہوگئی ہے۔لیکن اس بیماری کا تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ اس کا جرثومہ جس میں داخل ہونے کے بعد ظاہری مرض کی شکل اختیار کرتے کرتے مختلف افراد میں مختلف موتیں لے لیتا ہے۔

بعض ماہرین کے خیال کے مطابق یہ موت دس سال تک وسیع ہوسکتی ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جس جنسی عمل کے ذریعے بیماری کا جرثومہ جس میں داخل ہوا ضروری نہیں کہ اس کے بعد جلدی ہی اس کے اثرات بیماری کی شکل میں ظاہر ہوجائیں، بلکہ بعض اوقات یہ اثرات دس سال بعد بھی ظاہر ہوسکتے ہیں، اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ صحت کا اندازہ یہ ہے کہ اس وقت امریکہ میں دس لاکھ سے زیادہ افراد ایڈز کے جراثیم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں جن میں سے نوے فیصد افراد کو اپنے بارے میں اس ہولناک حیثیت کا علم بھی نہیں ہے۔

امریکہ کے علاوہ براعظم افریقہ میں بھی یہ بیماری تیزی سے پھیل رہی ہے اور افریقہ میں بیس لاکھ سے پچاس لاکھ تک کی تعداد ایڈز میں مبتلا ہو چکی ہیں امریکہ کے محکمہ ''صحت وانسانی خدمات'' کے سکریٹری اولٹس بادن کا کہنا ہے کہ: ''اگر ہم بیماری کی روک تھام میں کوئی مؤثر پیش رفت نہ کر سکے تو آئندہ دس سال کے دنیا کے کروڑوں افراد کیلئے ایک عالمگیر پیغام موت کا خوفناک اندیشہ پیدا ہو جائے گا''۔

ایک اور تحقیق کے مطابق امریکہ میں ایڈز کے دس مریضوں کے علاوہ پر چار لاکھ پچاس ہزار ڈالر کا خرچ آیا۔ یہ رقم افریقی ملک کے سب سے بڑے ہسپتال کے پورے سال کے بجٹ سے بھی زیادہ ہے۔ (ص،۳۴ کالم۲) اس طرح ایڈز کی بیماری میں مبتلا ملکوں کے لئے ایک معاشی چیلنج بھی بنتی جا رہی ہے۔

اس بیماری سے حفظ ما تقدم کا بھی کوئی یقینی طریقہ دریافت نہیں ہوا ہے امریکی محکمہ صحت کے مطابق:

''ہر وہ شخص جو کسی نئی ساتھی کے ساتھ جنسی عمل میں مشغول ہو یا کسی ایسے پرانے ساتھی کے ساتھ جنسی عمل میں مشغول ہو جس کا ماضی نامعلوم ہے ایڈز کے خطرے کا شکار ہے''۔ (ص،۲۵ کالم۲)

امریکی معاشرے میں بلا امتیاز جنسی تعلقات کا جو گھناؤنا سیلاب امڈ آیا ہے اس کی بناء پر بسا اوقات شوہر اور بیوی کو بھی ایک دوسرے کا ''جنسی ماضی'' معلوم نہیں ہوتا، اس لئے یہ خطرہ گھر گھر پھیل رہا ہے اور جب تک دونوں رفیق زندگی مکمل طور پر اپنا ٹیسٹ نہ کرائیں، اس وقت تک ایک شادی شدہ جوڑا بھی۔ جو آئندہ بدکاری سے تائب ہو چکا ہو اس خطرے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اٹلانٹا کا طبی مرکز اس وقت ایڈز کے سد باب میں سب سے زیادہ سرگرم ہے اور مارتھا سملجس نے اپنے مضمون میں اس کے ایک ذمہ دار افسر کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ:

''ہم اپنے ۱۹۶۰ء کے عشرے میں کیئے ہوئے گناہوں کی قیمت ادا کر رہے ہیں، جب حالت یہ تھی کہ ایک رات آتی تو کوئی ذمہ داری قبول کیئے بغیر جنسی عمل کا ارتکاب ایک دلکش فیشن سمجھا جاتا''۔ (ص۲۵ کالم۲،۴)

اصلاح حال کی کوشش کرنے والے اس بات سے تقریباً مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں کہ معاشرے کے جنسی طرز عمل میں کوئی نمایاں تبدیلی آسکے گی، کیوں کہ جن لوگوں کو ابھی اس وباء سے براہ راست واسطہ نہیں پڑا وہ اپنے جنسی طرز عمل میں ادنیٰ تبدیلی لانے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہیں بلکہ اس تصور کا بھی مذاق اڑاتے ہیں جس کی کوئی مثالیں ''ٹائم'' کے زیر نظر مضامین میں دی گئی ہیں۔ لہٰذا محکمہ صحت کی دوسری کوشش یہ ہے کہ کم از کم لوگ جنسی عمل کے دوران ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کریں جو ایڈز کی روک تھام کر سکیں۔ ان احتیاطی تدابیر میں کنڈوم (مانع حمل غلاف) کا استعمال بھی شامل ہے چنانچہ ''محفوظ جنسی عمل (Safe Sex) کے عنوان سے ان تدابیر کی تعلیم و تبلیغ ہر جگہ جاری ہے''۔

''لیکن طلباء ان خدمات سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار نہیں وہ مذکورہ کتابچے ردی کے ٹوکروں میں پھینکے جاتے ہیں اور کنڈوم کو بے آرامی کا ذریعہ (Incdnuenience) قرار دیتے ہیں۔ ایک اکیس سالہ طالب علم سے جب اس عمل طرز کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ ''جذبات کے برانگیختہ ہونے کے بعد انسان ایسے مرحلے پر پہنچ جاتا ہے جہاں رکنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس وقت پانچ سال بعد کی بات نہیں سوچی جا سکتی۔ اس وقت تو صرف اسی وقت کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے''۔ (ص۲۶ کالم۲-۳)

چنانچہ ساری کوششوں کے باوجود لاس انجلز کے ''ایڈز'' پروجیکٹ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر جرمن میسونٹ کا تخمینہ یہ ہے کہ اوسطاً پانچ سیکنڈ بعد ایک امریکی انتہائی

خطرناک جنسی عمل میں مصروف ہوتا ہے"۔ امریکن کالج ہیلتھ ایس ایس دی ایشن نے ایک ٹاسک فورس ایڈز کے مقابلے کے لئے بنائی ہے اس کے چیئرمین ڈاکٹر رچرڈ کیلنگ نے تعلیم جدوجہد کے نتائج سے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"تعلیم صحت کے بارے میں ایک یاس انگیز نظریہ یہ ہے کہ جب تک مرنے والوں کی تعداد ہولناک حد تک نہ بڑھ جائے، ایڈز کا مرض اس کے باقی ماندہ افراد کے لئے ذاتی مسئلہ نہیں بنے گا اور وہ سنجیدگی کے ساتھ اپنے طرز عمل میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں لائیں گے"۔ (ص ۲۷ کالم ۱)

یہ تھا "کالم" کے مذکورہ تین مضامین کے اہم حصوں کا نہایت مختصر خلاصہ۔ اس خلاصے کے بعض حصوں کو نقل کرتے وقت بھی آخر تک قلم جھجکتا ہی رہا اور انہیں اپنے قلم سے لکھنا کافی صبر آزما معلوم ہوا، لیکن اس خیال سے انہیں لکھ دیا کہ امریکی تہذیب کے یہ حقائق ہماری قوم کے ان لوگوں کے سامنے ضرور آنے چاہئیں جو زندگی کے ہر شعبے میں مغرب کے پیچھے پیچھے چلنے کو اپنے لئے راہ نجات تصور کرتے ہیں۔

☆☆☆

اسلام میں

انسانی جان کی قدر و قیمت اور اس کی حفاظت

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اپنی جان کی بقاء وتحفظ کی خواہش وکوشش بنی نوع انسان کی سرشت میں ودیعت کی گئی ہے، او رہر انسان کو اس کی جان بہت پیاری ہوتی ہے، اپنی جان کے لئے پرواہ نہ کرنے کا جذبہ ہر کس وناکس کے اندر پایا جاتا ہے۔ انسان کے اس فطری تقاضے کا مذہب اسلام نے بھرپور خیال کیا ہے۔ انسانی جان کی حفاظت وصیانت کے لئے جتنی بھی مثبت ومنفی تدبیریں ہوسکتی ہیں اس مذہب نے نہ صرف یہ کہ انہیں اپنایا ہے بلکہ اپنے ماننے والوں پر انہیں اپنانے کو واجب وضروری قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسلامی احکام ومسائل اور حدود وقیود کا ژرف نگاہی سے مطالعہ کرنے والا اس نتیجہ پر لازمی طور پر پہونچے گا کہ دین اسلام نے انسانی جان کی قدر و قیمت اور اس کی حفاظت وصیانت پر کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے بلکہ دین اسلام اپنے قوانین وضوابط کے اعتبار سے بنی نوع انسان کی جان کا لاجواب محافظ ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے دوسرے تمام مذاہب قاصر ہیں۔ زیر نظر تحریروں میں انسانی جان کی قدر و قیمت اور اس کی حفاظت سے متعلق مذہب

اسلام کے نقطہ ہائے نظر تدبیر ہائے عظیم اور نظامہائے عدل کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ معاندین اسلام کے ان شکوک وشبہات کا ازالہ ہوجائے جو اپنی کوتاہ نظری اور حسد وعناد کی بنیاد پر انسانی جان سے متعلق اسلام پر کرتے رہتے ہیں۔ اور جدید تعلیم پر فخر کرنے والے ان مذہبی لوگوں کی عقل کے دریچے کھل جائیں جو یورپ کی کورانہ تقلید اور اندھی نقالی میں اپنے ذہن ودماغ کو مغرب کی غلامی کے آستانہ میں قربان کر چکے ہیں اور اسلام کے خلاف اوٹ پٹانگ باتیں کرتے ہیں۔

ضبط ولادت اور اسقاط حمل کی حرمت

نصوص کتاب وسنت سے یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ مذہب اسلام میں انسانی جان کی قدر وقیمت اور اس کی حفاظت پر انتہائی باریکی سے کام لیا گیا ہے اور اس کے احکام ومسائل، ہدایات وتنبیہات میں انسانی جان کی بقاء وسالمیت پر بڑی توجہ دی گئی ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ توالد وتناسل انسان کی فطرت میں قدرتی طور پر داخل ہے، جس کی وجہ سے ایک سلیم الفطرۃ انسان جوانی کی پختہ دہلیز پر قدم رکھتے ہی اولاد کا خواہش مند نظر آتا ہے۔ اور صاحب اولاد بننے کے لئے بے تاب ہوجاتا ہے حتی کہ اس کے لئے تگ ودو بھی کرنے لگتا ہے۔ انسان کی اس نفسیاتی رجحان اور فطری اقتضاء کی رعایت کرتے ہوئے دین اسلام نے نکاح کو مشروع قرار دیا اور زیادہ بچہ جننے والی خاتون سے رشتہ ازدواج استوار کرنے کی تاکیدی ترغیب دی نیز نسل انسانی کی افزائش وانسانی آبادی کی کثرت کو مطلوب وممدوح شئی قرار دیا۔ اور اولاد کی پرورش وپرداخت کو واجب قرار دتے ہوئے اس پر اجر عظیم کی خوشخبری اور کوتاہی کی صورت میں مواخذہ کی وعید سنائی ہے۔ اس طریقے سے مذہب اسلام نے بنی نوع انسان کی جان کی بقاء وتحفظ کا زبردست انتظام فرمایا۔

مذکورہ قدرتی نظام اور فطری تقاضہ کے خلاف ضبط ولادت اور استقاط حمل غیر اسلامی تحریک ہے، اجس کے ذریعہ اہل یورپ ومغرب نے شرح پیدائش گھٹانے، نسل انسانی کی افزائش روکنے کی منصوبہ بند عملی تدبیر کی ہے، انسانی تعداد گھٹانے کی اس انسانیت سوز عملی تدبیر کا محرک جو بھی ہو اور بظاہر اس میں جتنی بھی خوبیاں نظر آتی ہوں لیکن اس میں چونکہ ایک انسان سے اس کے وجود میں آنے اور جینے کا حق چھین لیا جاتا ہے اور انسانی جان کی ناقدری و پامالی ہوتی ہے اسلئے شریعت اسلامیہ نے اس غیر فطری عمل (ضبط ولادت واستقاط حمل) کو ناجائز وحرام اور ایمان کے منافی عمل قرار دیا ہے۔ اللہ کے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے صحابی کی سخت نکیر فرمائی تھی اور ان کے خلاف شدید غصہ کا اظہار فرمایا تھا جنہوں نے لاولدی وتجرد اور بیوی بچہ سے دوری کو ترجیح دینے کا خیال کیا تھا اور اسے کار خیر سمجھ لیا تھا۔ (بخاری ومسلم)

استقاط حمل وضبط ولادت کے ذریعہ توالد وتناسل کا سلسلہ روکنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوآ أَوْلَادَهُمْ سَفَهاً بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ“ بے وقوفی ونادانی سے اپنی اولاد کو قتل کرنے والے اور اللہ پر افتراء کرتے ہوئے اللہ کی عطا کردہ نعمت وعطیہ (اولاد وغیرہ) کو ضبط ولادت واستقاط حمل وغیرہ کے ذریعہ اپنے اوپر حرام کرنیوالے خسران ونقصان سے دوچار ہوئے۔ (انعام: ۱۴۰) اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوے میں رقمطراز ہیں: ”اسقاط الحمل حرام باجماع المسلمین وھو من الوأد“ استقاط حمل باجماع مسلمین حرام ہے اور وہ زندہ درگور کرنا ہے“ (قیامت میں جسکے بارے میں بازپرس ہوگی)۔

بچوں کی جان کی حفاظت

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے قبل دنیا میں انسانی جان کی کوئی قدر وقیمت نہیں تھی اور اس کی حفاظت تو درکنار اس کے ساتھ بہیمانہ سلوک اور بے رحمانہ معاملہ کیا جاتا تھا، چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عرب قوم میں بچوں کو زندہ دفن کردیا جاتا تھا، محض اس خوف سے کہ کہیں اولاد کو کھلانا پلانا مہنگا نہ پڑجائے اور وہ معاشی بحران کا سبب اور اقتصادی مشکلات کا ذریعہ نہ بن جائے، لاکھ منت سماجت، آہ وفغاں اور فریاد کرنے کے باوجود اہل عرب اپنے بچوں کو سپرد خاک کردیتے تھے۔ اور منوں مٹی کے نیچے بچوں کو چیخ وپکار آہستہ آہستہ ہمیشہ کے لئے بند ہوجاتی تھی۔ مذہب اسلام نے معصوم جان کے ساتھ عرب قوم کے اس خوفناک وسنگ دلانہ رویہ پر سخت نکیر کی اور اسے ناجائز وحرام قرار دیا اور بتایا کہ اولاد کو غربت ومفلسی کا سبب اور اقتصادی ومالی راہ میں رکاوٹ سمجھ لینا حماقت ونادانی ہے، کیوں کہ تمہارا اور تمہاری اولاد کا روزی رساں اللہ ہے۔ جو تمہارا اور ان کا بھی خالق ہے۔ تمہاری اولاد کے لئے خوردونوش کا انتظام کرنا اسی کے ذمہ ہے، لہٰذا بچوں کو قتل کرکے ان کی جان کی ناقدری وپامالی ہرگز نہ کرو، بلکہ خوردونوش اور تعلیم وتربیت کے ذریعہ بچوں کی حفاظت وصیانت وجوبی طور پر کرو۔ اس طریقے سے مذہب اسلام نے قتل اولاد کے ذریعہ انسانی جان کے ساتھ ہونے والی ناقدری کا خاتمہ کیا اور انسانی جان کو نہ صرف یہ کہ ضائع وبرباد ہونے سے بچایا بلکہ اس کی حفاظت کا بہترین انتظام فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ '' ''اور مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کی جان نہ مارو، ان کے لئے اور تمہارے لئے روزی کا انتظام ہم ہی کرتے ہیں''۔ (بنی اسرائیل:۳۱)

نبی ﷺ نے فقر و فاقہ کے خوف سے قتل اولاد کو شرک کے بعد سب سے بڑا، سنگین اور بدترین گناہ قرار دیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

عورتوں کی جان کی حفاظت

زمانہ جاہلیت میں عربی قوم کے اندر ایک طرف اگر بچوں کو زندہ در گور کرنا سماجی رواج تھا تو دوسری طرف سرزمین ہندوستان میں ''ستی'' کے نام پر شوہر کی لاش کے ساتھ عورتوں کو زندہ جلا دینا مذہبی رواج تھا اور بعض یونانی فلسفیوں کے نزدیک تو بقول ڈاکٹر سید عبد الباری: ''شوہر کے لئے بیوی کا قتل ایسا تھا جیسے کوئی پالتو جانور کو ذبح کرے''۔ (اسلام اور دہشت گردی:۲۱)

الغرض اسلام کی آمد سے قبل دنیا میں سماجی و مذہبی ہر اعتبار سے خواتین کی کوئی حیثیت نہیں تھی اور نہ ہی ان کی جانوں کو تحفظ حاصل تھا، بلکہ ان کی زندگی کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا اور ان کی جان کی ناقدری و بے حرمتی ہوتی تھی، لیکن مذہب اسلام دنیا میں جیسے ہی قدم رنجہ ہوا اس نے خواتین کو سماجی حق و مذہبی حیثیت عطا کیا اور مردوں کی جان کی طرح ان کی جان کو بھی قابل قدر و لائق حفاظت قرار دیا اور قصاص کے مسئلے میں دونوں صنفوں کی جان کو برابر قرار دیا۔ چنانچہ زمانۂ رسالت میں ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کسی نے کچل دیا، حالت نزع میں اس لڑکی سے دریافت کیا گیا کہ تمہارے ساتھ یہ بدسلوکی کس نے کیا ہے؟ فلاں نے یا فلاں نے کیا ہے؟ یہاں تک کہ جب اس کے سامنے قاتل کا نام لیا گیا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بتایا کہ قاتل فلاں یہودی ہے، پوچھ تاچھ کرنے پر اس یہودی نے اقبال جرم کیا پھر آپ ﷺ کے حکم سے اس مرد یہودی قاتل کا سر عورت مقتول کے قصاص و بدلے میں پتھر سے کچل دیا گیا''۔ (متفق علیہ) اسی

طرح آپ ﷺ نے اپنی زوجیت میں کئی بیواؤں کو قبول فرمایا جو قیامت تک ام المومنین کے عظیم الشان مقام سے شرفیاب ہوئیں، نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دنیا میں سب سے بہترین آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کے حق میں سب سے اچھا ہے اور بیوی بچہ کے حق میں، میں تم لوگوں میں سب سے اچھا ہوں''۔ معلوم ہوا کہ عورت کی جان واجب الاحترام ہے اور اس کا خون حلال نہیں ہے کیونکہ دین اسلام میں مسلمانوں کا خون برابر ہے خواہ مرد ہوں یا عورت، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''المسلمون تتكافأ دمائهم''. ''تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔ (خواہ مرد ہوں یا عورت)''۔ (ابوداؤد) اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ان الذكر يقتل بالانثى''. ''مرد کو عورت کے بدلے قتل کیا جائے گا''۔ (موطا)

اس طریقے سے مذہب اسلام نے عورتوں کی جان کی قدر وقیمت اور حفاظت وصیانت فرمائی۔

بے قصور کے قتل کی ممانعت

ایک انسان کی جان کی جو قدر وقیمت ہے اور اس کی حفاظت وسلامیت کی جو اہمیت ہے اس کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً'' (المائدہ:۳۲) ''جس نے کسی غیر قاتل فسادی (بے گناہ) کو (یونہی بے قصور) قتل کر دیا تو گویا کہ اس نے دنیا کے تمام لوگوں کا خون کیا اور جس نے ایک جان کی حفاظت کی تو گویا اس نے دنیا کے تمام انسانوں کی جان کی حفاظت کی۔''

مذکورہ فرمان الٰہی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مذہب اسلام میں انسانی جان کی حرمت وعزت اور قدر وقیمت نیز اس کی حفاظت کو کتنی اہمیت دی گئی ہے کہ

اس کی نظر میں ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کے خون کرنے کے مترادف ہے۔ اور ایک انسان کی جان کا بچاؤ تمام انسانی جانوں کی حفاظت کی طرح ہے۔ کسی بے گناہ کی جان ضائع و پامال ہو جائے، شریعت نے اس کو برداشت نہیں کیا ہے، بلکہ اسے یہ بھی گوارہ نہیں ہے کہ اس طرح کے قاتل کا وجود دنیا میں باقی رہے بلکہ شریعت کی نظر میں وہ اس قابل ہے کہ اسے صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے، تاکہ انسانی جان تلف وضائع ہونے سے محفوظ رہے اور اس کی ناقدری نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْنَ آمَـنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَـاصُ فِيْ الْقَتْلَى''۔ ''اے مومنو! تم پر قاتلوں سے مقتولین کا قصاص لینا واجب قرار دیا گیا ہے''۔ (بقرہ:۱۷۸) یعنی جو قاتل ہوگا اسے قصاص وبدلے میں قتل کیا جائے گا یا مقتول کے ورثاء کی رضامندی سے اس (قاتل) پر دیت نافذ کی جائے گی تاکہ دوبارہ کسی انسان کے قتل کی کوئی ہمت وجرأت نہ کرے۔ محسن انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے غزوات وسرایا کے موقع پر بھی بے قصور کے قتل سے منع فرمایا ہے اور تاکید کی ہے کہ ''دوران جنگ خواتین، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو''۔ (بخاری، ابوداؤد) حتی کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے مبادا شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار غیر ارادی طور پر چلا دے اور اس کے بھائی کا خون ہو جائے جس کے پاداش میں وہ جہنم کی کھائی میں گر جائے۔ (متفق علیہ) انسانی جان سے بے پناہ محبت کرنے والے عظیم ہمدرد وہمنوا جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کچھ کم وبیش ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام کے مجمع عام میں اپنے وصیتی پیغام میں یہ ارشاد فرمایا: ''اے مسلمانو! تمہارا خون آپس میں ایک دوسرے پر ویسا ہی حرام ہے جس طرح آج کا یہ دن، یہ ماہ اور یہ جگہ حرمت والی ہے''۔ (مسلم)

خودکشی کی مذمت

مذہب اسلام میں انسانی جان کی قدر و قیمت کس قدر ہے اور اس کی حفاظت کی تاکید کتنی سخت ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ دوسرے کی جان تو دوسرے کی جان اپنی جان کا بھی کسی کو خودمختار نہیں بنایا گیا ہے کہ وہ اپنی جان کے ساتھ جب چاہے اور جیسے چاہے من مانی تصرف کرے اور اس کی پرواہ نہ کرے بلکہ شریعت مطہرہ نے اپنے ماننے والوں کو اس کا مکلّف بنایا ہے کہ وہ اپنی جان کی صحیح دیکھ ریکھ کرے، اس کی مکمل حفاظت کرے اور اسے ضائع ہونے سے بچائے رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ'' ''تم اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی میں نہ ڈالو''۔ (بقرہ: ۱۹۵) خودکشی کرکے اپنی جان کی ناقدری و ضائع کرنے والے سے پیارے محمد رسول اللہ ﷺ نے سخت نفرت کی ہے ارشاد فرمایا: ''جس نے گلا گھونٹ کر اپنی جان گنوادی وہ جہنم میں بھی اپنا گلا گھونٹے گا اور جو نیزہ (ہتھیار) سے اپنے آپ کو موت کے حوالہ کرے گا وہ جہنم کی آگ میں بھی اپنے آپ کو نیزہ سے مارے گا'' (بخاری) اور صحیح بخاری و مسلم کی ایک حدیث قدسی میں ایک خودکشی کرنے والے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (حرمت علیه الجنة) ''میں نے اس پر جنت حرام کردی ہے''۔

☆☆☆

برہنہ سر اسلامی تہذیب نہیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں بالخصوص نوجوانوں میں دینی احکام اور اسلامی تہذیب کا احترام دن بہ دن کم ہوتا جارہا ہے، اس کے برخلاف مغربی تہذیب کو عام کرنے کی کوششیں چوطرف سے اور مختلف ذرائع سے عام ہوتی جارہی ہیں۔ نتیجتاً ایک ٹوپی ہی کیا سارا لباس بلکہ پوری معاشرت ہی اسلامی خصوصیات وامتیازات سے محروم ہوگئی ہے۔ یہ صورت حال افسوسناک ضرور ہے مگر تہذیبی تصادم اور مغرب کے ناحق دباؤ نیز عالم اسلام کی تہذیبی مغلوبیت کے مدنظر تعجب خیز بالکل نہیں ہے۔ تعجب صرف اس پر ہوتا ہے کہ بعض جدید وغیر معتبر افکار کے حاملین اور یورپ سے درآمدہ فیشنوں کو کلین چٹ بلکہ اسلامک لیبل کس طرح دیدیتے ہیں؟ بیماری حد سے بڑھ جائے اور بدعملی قابو سے نکل جائے تو اسے صحت اور نیکی کا نام دے کر قبول کرلینا اور بڑھاوا دینا کسی عقل مند کے نزدیک صحیح نہیں ہوسکتا۔

برہنہ سر رہنے یا نماز پڑھنے کا چلن انگریزوں کی آمد سے پہلے مسلم معاشرہ میں کہیں نظر نہیں آتا، علماء وصلحاء تو سر ڈھانک کر رہتے ہی تھے، عام شرفاء بھی اسے تہذیب وشرافت کا لازمہ سمجھتے تھے۔

امام ابن جوزی تلبیس ابلیس میں فرماتے ہیں:

''سمجھ دار آدمی سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کا کھلا رکھنا بری بات اور ناپسندیدہ حرکت ہے، کیونکہ اس میں ترک ادب اور شرافت کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے''۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

''ننگے سر لوگوں میں گھومنا پھرنا (مسلمانوں کے لئے) مکروہ ہے''۔

(بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ: ۱۵۰/۸)

ہندوستانی مسلمانوں میں برہنہ سری انگریزوں کی آمد کے بعد اور عالم عرب میں مغربی ممالک سے تعلقات کے بعد وجود میں آئی ہے۔ لیکن یہ تقلید فرنگ شروع میں صرف دفتروں، کالجوں اور بازاروں تک محدود تھی، مذہبی مجلسوں میں اور مسجدوں میں لوگ اس طرح شرکت کو سخت معیوب سمجھتے اور اس سے احتراز کرتے تھے۔ گویا یہ پہلا مرحلہ تھا جب کہ مسلمانوں نے اسلامی تہذیب کو اسلامی سرگرمیوں کے ساتھ مخصوص کرکے انگریزی تہذیب کو زندگی کے بقیہ مرحلوں میں اختیار کرلیا تھا۔ پھر جب طبیعتیں اس اجنبی تہذیب سے مانوس ہوگئیں اور ایک نسل گذر گئی تو اگلی نسل کے لئے یہ جدید کلچر ہی پسندیدہ کلچر بن گیا اور سابقہ تہذیب اجنبی سی ہوگئی۔

اب جدید تعلیم یافتہ طبقے میں ٹوپی پہننا ایسا ہی معیوب ہوگیا ہے جیسے چند سال قبل ننگے سر رہنا معیوب تھا، یہ سب تہذیب جدید یا یہودیوں کی عالمی واحد تہذیب (یعنی گلوبلائزیشن) کی کوششوں کی دَین ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا علمائے دین اور امت کے مصلحین کا کام بہرصورت اسلامی ثقافت اور تہذیب کا تحفظ کرنا اور قوم کے اندر اس کے شعور کو باقی رکھنے کی فکر کرتے رہنا ہے، چاہے قوم اس کو تسلیم کرے یا نہ کرے۔ ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے بلکہ جب ایسا نہ ہوا تو

اللہ تعالیٰ نے سخت پکڑ فرمائی ،قرآن کریم میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں اس لئے بطور اتمام حجت کے یہ چند سطریں تحریر کی جارہی ہیں۔

قرآن کریم میں خود نماز وعبادت کے لئے مکمل لباس اور کامل زینت اختیار کرنے کی ترغیب موجود ہے،سورۃ الاعراف میں ارشاد ربانی ہے: ’’**یبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد**‘‘ یہ اگرچہ برہنہ بدن کعبۃ اللہ کا طواف کرنے والوں کو دی گئی ہدایت ہے مگر مفسرین کرام نے ’’**کل مسجد**‘‘ کے عموم سے یہی سمجھا ہے کہ اس میں نمازوں اور دیگر عبادات کے ادا کرنے اور مقدس مقامات پر جانے کے لئے بھی مکمل لباس اختیار کرنا داخل وشامل ہے۔اور کل لباس میں جہاں کرتا پاجامہ داخل ہے وہیں ٹوپی یا عمامہ بھی شامل ہے۔

نبی کریم ﷺ کا برہنہ سر رہنا یا نماز پڑھانا ثابت نہیں ہے۔مشہور حسن سلمان نے ’’الدین الخالص‘‘ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے حالت احرام کے علاوہ ننگے سر نماز پڑھانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اگر آپ نے پڑھائی ہوتی تو احادیث میں ضرور منقول ہوتا،اگر کسی کو اس کے ثبوت کا دعویٰ ہے تو دلیل اس کے ذمہ ہے۔ **والحق احق ان یتبع**۔(القول المبین ص،۵۷)

متعدد روایتوں میں آپ کے سر مبارک کا عمامہ یا ٹوپی سے آراستہ ہونا مروی ہے۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ سفید ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ (شعب الایمان:۱۳/۲۵۶) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ (جامع صغیر:۲/۱۲۰) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ ٹوپی عمامے کے تحت بھی اور بغیر عمامے کے بھی استعمال فرماتے تھے۔ (جامع صغیر:۲/۱۲۰) حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں ایک ٹوپی دے کر اس کے استعمال کی ہدایت دی تھی۔(فتح الباری:۱۰/۲۲۳) جب آپ ﷺ مرض الوفات میں آخری خطبہ دینے کے لئے

مسجد میں تشریف لائے تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک عمامہ یا سرخ پٹی سے ڈھکا ہوا تھا۔ (بخاری: ۵۳۶/۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تین ٹوپیاں تھیں ایک کنٹوپ بھی تھی جسے سفر میں استعمال فرماتے تھے۔ (تخریج احادیث الاحیاء، ۱۱۰/۶)

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تھے اس کے نیچے ٹوپی بھی پہنتے تھے، کبھی بغیر ٹوپی کے بھی عمامہ باندھتے تھے، کبھی بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی بھی پہن لیتے تھے۔ (زاد المعاد: ۵۱) یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایتاً بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی استعمال فرماتے تھے عمامے کے ساتھ بھی بنا عمامے کے بھی۔ (جامع صغیر: ۱۲۰/۲)

یہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور عادت شریفہ تھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا عام رواج بھی یہی تھا کیوں نہ ہوتا؟ وہ لوگ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کے عاشق اور اس کے متبع تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محرم کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کون کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قمیص، شلوار، عمامہ اور ٹوپی نہ پہنے"۔

(بخاری: ۴۴/۲)

معلوم ہوا کہ ٹوپی کا پہننا صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے معاشرہ کی عام بات تھی، تب ہی تو آپ نے دوسرے لباس کے ساتھ اس کا بھی ذکر فرمایا۔ فلتان بن عاصم سے مروی ہے کہ جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے پہونچے تھے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو کپڑوں اور ٹوپیوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ (مجمع الزوائد: ۱۸۴/۲) اسی طرح ترمذی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شہید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے بتلا رہے تھے کہ اس کے بلند ترین مقام کو یوں سر اٹھا کر دیکھا جائے گا، جب

آپ نے سر پیچھے کیا تو ٹوپی سر سے گر گئی۔ (ترمذی:۲۴۱/۳) اس کے علاوہ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور تابعین عظام کے بارے میں روایات موجود ہیں کہ وہ ٹوپی کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ بخاری شریف میں ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ ریشم کی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھے گئے۔ (۲۷۰/۴) اسی طرح ابو اسحاق کے بارے میں ہے کہ انہوں نے نماز کی حالت میں ٹوپی نکال کے رکھی پھر اٹھا کے پہن لی۔ (۵۱۵/۱)

مصنف ابن ابی شیبہ میں تو متعدد احادیث موجود ہیں، مثلاً جلد دوم کتاب الصلوٰۃ میں حضرت شریح، اسود، عبد اللہ ابن زید، سعید ابن جبیر، علقمہ، مسروق رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں اور جلد ۱۲ کتاب اللباس میں حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور ضحاک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ٹوپیوں کا استعمال کرنا منقول ہے۔ اسی طرح حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ صحابہ کرام ٹوپیوں اور عمامے کی کوروں پر سجدہ کرلیا کرتے تھے۔ (بخاری:۲۳۲/۱) اس سے تو صحابہ کرام کا عموم استعمال صراحتاً معلوم ہوگیا۔ فتح الباری میں عبد اللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ قرآن کریم کے تمام قراء (صحابہ) کے پاس ٹوپیاں ہوا کرتی تھیں۔ (۳۵۴/۱۶)

اسی لئے ابن عربی فرماتے ہیں: ''ٹوپی انبیاء، صالحین واولیاء کے لباس میں داخل ہے۔ سر کی حفاظت کرتی ہے اور عمامہ کو جماتی ہے، جو کہ سنت ہے۔ البتہ سر سے چمٹی ہوئی ہو بلند نہ ہو، البتہ اگر آدمی بخارات دماغ کے خروج کی ضرورت محسوس کرے تو سوراخ دار بلند ٹوپی بھی پہن سکتا ہے۔'' (فیض القدیر:۲۹۹/۵)

فتح الباری کتاب الحج میں محرم کے لئے سر ڈھانکنے کے متعدد طریقے کا ذکر کرکے ان کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ (۱۸۶/۵) جس سے اتنا تو معلوم ہو ہی جاتا ہے کہ سر ڈھانکنا قدیم رواج ہے۔ مذکورہ بالا احادیث وآثار جن میں بعض صحیح اور

بعض ان کی مؤید ہیں یہ بتلارہی ہیں کہ سر کو ڈھکنا یعنی ٹوپی یا عمامہ سے آراستہ رکھنا بالخصوص نماز کے اندر برہنہ سری سے بچنا اسلامی تہذیب کا حصہ اور مسنون لباس میں داخل وشامل ہے۔اس کے برخلاف ٹوپی نہ پہننے یا برہنہ سر رہنے کی ترغیب وفضیلت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔نہ صحیح حدیثوں میں نہ ہی ضعیف روایتوں میں۔پس معلوم ہوا کہ موجودہ زمانے کا یہ فیشن اور سلفیون کا چلایا ہوا چلن غیر اسلامی اور ناپسندیدہ ہے جس سے احتیاط کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک ان لوگوں کا ان روایتوں سے استدلال کرنے کا تعلق ہے جن میں ایک اور دو کپڑوں میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ وہ یا تو وقتی ضرورت پر محمول ہے یا بیان جواز کے لئے ہے، ورنہ دوامی معمول نبی کریم ﷺ کا سر ڈھانک کر رہنا ہی ہے۔ بالخصوص نمازوں میں تو کبھی ننگے سر امامت فرمائی ہی نہیں۔

شیخ ناصرالدین البانی ایک بڑے عالم گذرے ہیں۔سلفی علماء اور عوام انہیں خاتمۃ المحدثین سمجھتے ہیں، چونکہ ننگے سر کا کلچر اسی طبقے سے عام ہورہا ہے بلکہ باقاعدہ کیا جارہا ہے ان کی چشم کشائی کے واسطے شیخ کی تحقیق ذیل میں نقل کی جارہی ہے وہ فرماتے ہیں:

''جہاں تک ہماری تحقیق کا تعلق ہے تو ہمارے نزدیک ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔اس لئے کہ نماز کا مکمل ہیئت اسلامی میں ادا کرنے کا پسندیدہ ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ اس بات کا سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لئے اپنے آپ کو سنوارا جائے، نیز ننگے سر رہنے کی عادت ڈال لینا، یا بازاروں میں ننگے سر گھومنا یا مقامات عبادت میں ننگے سر داخل ہونا سلف صالحین کے مبارک عرف میں ہیئت حسنہ کے خلاف اور غیر اسلامی تہذیب کا امتیاز ہے، جو کفار کے بلاد اسلامیہ میں داخل ہونے کے بعد شائع ہوا

ہے، وہاں کے مسلمانوں نے بلا دلیل شرعی ان بری عادتوں کو قبول کر کے اس مسئلے میں اسی طرح بعض اور تہذیبی مسائل میں بھی اپنے بڑوں کی تقلید ترک کر دی ہے پس یہ نئی رسم اس لائق نہیں ہے کہ اسلام کے سابقہ عرب اور طریقے کے مقابل بن سکے اور نہ ہی اس رسم کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کا جواز نکالا جا سکتا ہے''۔

اس کے بعد بعض علماء کے غلط استدلال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جہاں تک مصر کے بعض علماء کا حج کے دوران سر کھلے رکھنے اور اسی طرح نماز پڑھ لینے سے استدلال کا تعلق ہے تو یہ بات بالکل واضح ہے کہ ان کا قیاس قیاس مع الفارق ہونے کی وجہ سے فاسد ہے۔ اس لئے کہ اولاً تو وہ مناسک حج کے ساتھ خاص ہے اور شعار حج میں سے ہے اس کو عام نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر اس سے ہر حال میں سر کھلے رکھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت نکل سکتا ہے تو پھر وجوباً ماننا پڑے گا جواز نہیں، کیوں کہ احرام میں سر کھلا رکھنا واجب ہے، یعنی ننگے سر نماز پڑھنے کو واجب کہنا پڑے گا، جو کوئی نہیں کہتا۔ پس یہ ایسا الزام ہے کہ ان لوگوں کو اپنے قیاس فاسد سے رجوع کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے، ہمیں امید ہے کہ یہ علماء اپنی غلطی سے رجوع کر لیں گے۔ (تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ: ۱۶۴/۱۶۵)

نوٹ: ہم نے اس سلسلہ میں فقہائے کرام کے موافق اور فقہی احکام اس لئے نقل نہیں کئے کہ جس طبقے کو متوجہ کرنا مقصود ہے اس کی نظر میں اس کا کوئی مقام اور احترام نہیں ہے۔ ورنہ فقہاء کرام بلکہ غیر مقلدین کے معتبر و معتدل علمائے کرام کے فتاویٰ بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مولانا محمد عبد القوی، دار السلام، اکتوبر، نومبر ۲۰۱۱ء، ص: ۱۸)

☆☆☆

قیدیوں کے ساتھ سلوکِ نبوی ﷺ

مولانا محمد غزالی ندوی دامت برکاتہم نے لکھتے ہیں کہ

دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو دہشت گردی، قتل و غارت گری، چوری، ڈکیتی کا حکم دیتا ہو، ہر مذہب ان چیزوں سے روکتا ہے اور ان کا مخالف ہے، لیکن اسلام کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسے قوانین، دستور اور نظام حیات دیتا ہے جن سے ساری برائیوں کا سد باب ہو سکے۔ اور جن سے عملی طور پر معاشرہ میں پائی جانے والی ساری برائیوں پر نکیل کسی جا سکے۔ اسلام میں صرف حکم دینے پر اکتفا نہیں کی گئی ہے بلکہ اس نے بے شمار ایسے عملی اقدامات کیے ہیں۔ جنہیں اختیار کر لیا جائے تو معاشرہ پورے طور پر جرائم سے پاک ہو جائے، ہم یہاں پر صرف ایک عملی اقدام کو قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

قیدیوں کے ساتھ مشفقانہ سلوک: عام طور پر قیدیوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ نہایت بے دردانہ، غیر انسانی، نفرت آمیز اور ظالمانہ ہوتا ہے، اگر قیدی اسی ملک کا باشندہ ہے تو بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔ اور اگر خدانخواستہ وہ کسی دوسرے ملک کا ہے تو پھر تو ظلم کی کوئی حد نہیں ہوتی اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قیدی انسانیت

ہی سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ نفسیات کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ ''انسان معاشرہ کے ہر فرد کے ساتھ نفرت کرنے لگتا ہے'' جس انسان کے حصہ میں معاشرہ سے صرف نفرت اور نفرت آمیز رویہ آیا وہ بھی معاشرہ کے ہر فرد کے ساتھ نفرت کرنے لگتا ہے، اور جب قید سے نکلتا ہے تو وہ انسانیت کا باغی، ایک دلیر مجرم اور اخلاقی قدروں کا دشمن بن چکا ہوتا ہے۔ اسیران جنگ کے ساتھ بدسلوکی کے واقعات سے تاریخ بھری ہوئی ہے۔ جنگ ادارہ کا واقعہ مشہور ہے کہ بنی شیبان کے جتنے اسیر منذر بن القیس کے ہاتھ آئے ان سب کو اس نے گواہ ادارہ کی چوٹی پر بٹھا کر قتل کرانا شروع کیا اور کہا کہ جب تک ان کا خون بہہ کر پہاڑی کی جڑ تک نہ پہونچ جائے گا قتل کا سلسلہ بند نہ کروں گا۔ آخر جب مقتولوں کی تعداد سینکڑوں متجاوز ہوگئی تو مجبوراً اس نے منت پوری کرنے کے لئے خون پر پانی ڈلوادیا اور وہ بہہ کر پہاڑی کی جڑ تک پہونچ گیا۔ (ابن الاثیر جلد اول: ۴۰۹)

روم و ایران کے حکام کے بارے میں تاریخ کی شہادتیں موجود ہیں کہ وہ قیدیوں کے بدن پر تیل ڈال کر ان کے بدن میں آگ لگا دیتے تھے۔ اور اس کی روشنی میں کھانا کھاتے تھے۔ عبد اللہ بن حذافہ السہمی جب روم والوں کے ہاتھ میں دوسرے بعض مسلمانوں کے ساتھ قید ہوگئے تو انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے ہرقل نے دو مسلمانوں کو کھولتے پانی میں ڈال دیا یہاں تک کہ ان کا چمڑہ الگ ہوگیا۔

عیسائیوں نے مسلمان قیدیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں میں جو ظلم کیا اس کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔ ''صلیبی جنگ میں یورپین سلطنتیں جب مسلمانوں کو لڑائیوں میں گرفتار کرتی تھیں تو ان سے جانوروں کی طرح کام لیتی تھیں، علامہ ابن جبیر جب حروب صلیبیہ کے زمانہ میں سسلی سے گذرے ہیں تو یہ حالت دیکھ کر تڑپ گئے چنانچہ وہ لکھتے ہیں اور منجملہ ان دردانگیز حالات کے جوان

شہروں میں نظر آتے ہیں اسیران اسلام ہیں جو بیڑیاں پہنے نظر آئے ہیں اور جن سے سخت محنت شاقہ لی جاتی ہے اور اسی طرح مسلمان عورتیں پنڈلیوں میں لوہے کے کڑے پہنے سخت محنت شاقہ سے کام کرتی ہیں جس کو دیکھ کر دل پھٹا جاتا ہے۔
(سیرت النبی عنوان جنگی اصلاحات جلد ششم)

ٹیٹوس نے اک دفعہ ۵۰ ہزار درندہ جانوروں کو پکڑ وایا اور کئی ہزار یہودی قیدیوں کے ساتھ بیک وقت ایک احاطہ میں چھڑوادیا، ٹراجان کے کھیلوں میں گیارہ ہزار درندے اور دس ہزار آدمی بیک وقت لڑائے جاتے تھے۔ کلاڈیوس نے ایک دفعہ جنگی کھیل میں ۱۹ ہزار آدمیوں کو تلواریں دے کر دوسرے سے لڑادیا۔ قیصر آگسٹس نے اپنی وصیت کے ساتھ جو تحریک منسلک کی تھی اس میں لکھتا ہے کہ میں نے ۸ ہزار شمشیر زنوں اور ۳۵۱۰ جانوروں کے کھیل دیکھے ہیں یہ سب تفریحات جنگی قیدیوں ہی کے دم قدم سے چل رہی تھیں۔ (بحوالہ الجہاد فی الاسلام، عنوان اسیران جنگ کی حالت)

معمولی قیدی تو در کنار خود قیصر روم والیریان جب شاپور اول کے ہاتھ قید ہوا تو اسے زنجیروں سے باندھ کر شہر میں گشت کرایا گیا، عمر بھر اس سے غلاموں کی طرح خدمت لی گئی اور مرنے کے بعد اس کی کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھر دیا گیا، شاپور ذوالاکتاف کا واقعہ مشہور ہے کہ بحرین اور الحساء کے عرب اسیران جنگ سے انتقام لینے کے لئے اس نے حکم دیا تھا کہ ان کے شانوں میں سوراخ کر کے ان کے اندر رسیاں پروئی جائیں اور سب کو ملا کر باندھ دیا جائے۔ (جہاد فی الاسلام، عنوان اسیران جنگ کی حالت)

آج مفروضہ دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے نام نہاد کوشش جو لوگ کررہے ہیں انہوں نے افغان اور عراقی قیدیوں کے ساتھ ابوغریب کی جیل اور گوانتاناموکی جیل میں جو سلوک کیا ہے وہ کس درجہ میں انسانی ہے؟ اور کیا ایسا سلوک کرنے کے بعد ان قوموں کے نام نہاد کوششوں کا بھانڈا پھوٹ نہیں جاتا؟ اور کیا ایسا سلوک اچھے انسانوں کو جنم دیا ہے۔ یا ملک وقوم اور انسانیت کے باغیوں کو؟

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کا اسلامی حکم: علامہ سید سلیمان ندویؒ رقم طراز ہیں: ''آنحضرت ﷺ نے اسیران جنگ کی نسبت تاکید کی کہ ان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے پائے، اسیران بدر کو جب آپ نے صحابہ کے حوالہ کیا تو تاکید کی کہ کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ چنانچہ صحابہ خود کھجور وغیرہ کھا کر بسر کرتے تھے اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے تھے، غزوہ حنین میں چھ ہزار اسیر تھے۔ سب چھوڑ دیئے گئے اور آپ نے ان کے پہننے کے لئے چھ ہزار جوڑے (مصر کے کپڑے کے) عنایت فرمائے چنانچہ ابن سعد نے اس واقعہ کی تصریح کی ہے۔ حاتم طائی کی بیٹی جب گرفتار ہو کر آئی تو آپ نے عزت وحرمت سے مسجد کے ایک گوشہ میں اس کو مقیم کیا اور فرمایا کہ کوئی تمہارے شہر کا آجائے تو میں اس کے ساتھ تم کو رخصت کردوں۔ چنانچہ چند روز کے بعد سفر کا سامان کر کے ایک شخص کے ساتھ یمن بھجوادیا۔ قرآن مجید میں جہاں خدا نے بندگان خاص کے اوصاف بتائے ہیں وہاں فرمایا ہے: ''**وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا**'' اور یہ لوگ خدا کی محبت میں مسکین کو، یتیم کو اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(سیرت النبی، سید سلیمان ندوی جلد اول عنوان جنگی اصلاحات)

مسیلمہ کذاب کا قبیلہ بنی حنیفہ آخر آخر تک اسلام کا باغی رہا۔ ثمامہ بن اثال اس کے روساء میں تھا۔ اتفاق سے مسلمانوں کے ہاتھ آگیا اس کو پکڑ کر آنحضرت ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ نے اس کو مسجد نبوی میں باندھنے کا حکم دیا۔ جب آپ مسجد میں تشریف لائے تو ثمامہ سے پوچھا، اب کیا کہتے ہو، انہوں نے کہا، محمد اگر تم مجھ کو قتل کرو گے تو ایک خونی کو قتل کرو گے اور احسان کرو گے تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا اور اگر فدیہ چاہتے ہو تو جو مانگو گے دونگا۔ آنحضرت ﷺ سن کر خاموش ہو گئے۔ دوسرے دن پھر یہی سوال وجواب ہوا۔ تیسرے دن بھی جب ثمامہ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا یہی جواب دیا تو آپ نے ان کو ستون سے کھلوا کر آزاد کر دیا۔ اس عفو و درگذر کا ثمامہ پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے قریب ہی میں جا کر غسل کیا، اور واپس آ کر مسلمان ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے میری نظر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مبغوض شخص نہ تھا۔ اور اب دنیا میں آپ سے زیادہ محبوب کوئی شخص نہیں۔ آپ کے مذہب سے زیادہ میری آنکھوں میں کوئی برا مذہب نہ تھا۔ اب وہی سب سے زیادہ محبوب ہے، کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا اب وہ سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(بحوالہ دین رحمت شاہ معین الدین ندوی عنوان: دشمنان اسلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک)

یہ قید سے پہلے مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے اور قید کے بعد محبت کرنے لگے۔ یہ اس سلوک ہی کا تو کرشمہ تھا جو ان کے ساتھ کیا گیا تھا۔ اسیران جنگ کے ساتھ حسن سلوک کا جو نمونہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا پیش کیا تھا۔ اس کی مسلمانوں نے مختلف ادوار میں کس طرح پیروی کی یہ بتانے کے لئے ہم صرف ایک سلطان صلاح الدین ایوبی کی مثال یہاں پیش کرتے ہیں۔

جب یروشلم مسلمانوں کے حوالے کیا جا رہا تھا اس کے سپاہ اور معزز افسران نے جو اس کے تحت تھے شہر کے گلی کوچوں میں انتظام قائم رکھا۔ یہ سپاہی اور افسر ہر قسم کی ظلم و زیادتی کو روکتے تھے اور اس کا نتیجہ تھا کہ کوئی واقعہ جس میں کسی عیسائی کو گزند پہنچا ہو، پیش نہ آیا، شہر کے باہر جانے کے کل راستوں پر سلطان کا پہرہ تھا اور ایک نہایت معتبر امیر بابِ داؤد پر متعین تھا کہ ہر شہر والے کو جو زرفدیہ ادا کر چکا ہے باہر جانے دے۔

پھر سلطان کے بھائی العادل اور بطریق اور بالیان کے ہزار غلام آزاد کرنے کے تذکرہ کے بعد لکھتا ہے۔ ''اب صلاح الدین نے اپنے امیروں سے کہا

کہ میرے بھائی اپنی طرف سے اور بالیاں اور بطریق نے اپنی طرف سے خیرات کی اب میں اپنی طرف سے بھی خیرات کرتا ہوں، اور یہ کہہ کر اس نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ شہر کے تمام گلی کوچوں میں منادی کر دیں کہ تمام بوڑھے آدمی جن کے پاس زر فدیہ ادا کرنے کو نہیں ہے آزاد کئے جاتے ہیں کہ جہاں چاہیں وہ جائیں اور یہ سب نکلنے شروع ہوئے اور سورج نکلنے سے سورج ڈوبنے تک ان کی صفیں شہر سے نکلتی رہیں، یہ خیر وخیرات تھی جو صلاح الدین نے بے شمار مفلسوں اور غریبوں کے ساتھ کی''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: جلد اول، ص۲۶۸)

☆☆☆

فہم وادراک
اسلام کی حقیقی تعلیمات سے حاصل ہوتا ہے

کہا جاتا ہے کہ موجودہ دور ترقی اور تیز رفتاری کا دور ہے، آج زندگی کے مختلف شعبوں میں مختصر اوقات میں زیادہ سے زیادہ output حاصل کی جاسکتی ہے، فاصلوں کا وہ تصور جو صرف ۵۰ برس قبل موجود تھا اب معدوم ہو چکا ہے، برق رفتار کمپیوٹر سالوں کا کام محض چند گھنٹوں میں انجام دے سکتے ہیں اور ان کی موجود برق رفتاری پر ہی اکتفا کر لینے کے بجائے آئے دن اس میں مزید اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے.....لیکن کیا یہ حیرت انگیز امر نہیں کہ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود تقریباً ہر فرد وقت کی کمی پر شاکی نظر آتا ہے؟.....ترقی یافتہ ممالک کا تذکرہ تو ایک طرف، ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں کے اکثر شہری باشندوں کے پاس اپنی بنیادی ضوریات کے لئے بھی وقت نہیں ہے.....مغرب کی بے ہنگم طرزِ زندگی کا یہ شاخسانہ ہے کہ اب غذا Food Fast یعنی تیز رفتار ہوگئی ہے......اس لئے کہ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے، کوئی ان کی قیمت وصول کر رہا ہے تو کوئی قیمت ادا کر رہا ہے.....مقابلہ کی ایک

دوڑ جاری ہے جو ذرا سا ستانے کو رک گئے تو اندیشہ ہے کہ کتنے ہی لوگ آگے نکل کر راستہ مسدود نہ کر دیں......ان رجحانات کو دیکھتے ہوئے بہت سے لوگ یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ آئندہ چند عشروں میں شاید لوگوں کے پاس کھانا کھانے کے لئے بھی وقت میسر نہ ہو اور ممکن ہے کہ اس صورت میں انہیں اپنے جسم کی غذائی ضرورت پوری کرنے کے لئے کھانے کا اہتمام کرنے کے بجائے طاقت اور غذائیت کی دواؤں پر انحصار کرنا پڑے......بہت سے سائنسی مبصرین کا خیال ہے کہ ایسا کچھ بعید از قیاس بھی نہیں.....اگر یہی حال رہا تو شاید یہ نوبت بھی آ جائے، اس لئے کہ موجودہ دور میں معاشرتی زندگی کا جو چلن بنتا جا رہا ہے وہ انسانوں کو فطرت سے مسلسل دور کر رہا ہے۔

ایجادات و دریافت کا سلسلہ شعوری ارتقاء کا باعث بنتا ہے لیکن چونکہ اس مخصوص طبقے نے ان شعبوں پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے، اس لئے ترقی کے تمام شعبوں کے پس منظر میں اسی طبقے کا مفاد اول و مقدم ہے اور جو منظر نظر آ رہا ہے اس سے اکثر لوگوں کے اندر یہی احساس پیدا ہوتا ہے اس ایجاد یا دریافت کے بعد اب انسانی زندگی کا محفوظ سے محفوظ تر، آسان سے آسان تر اور انتہائی پر تعیش ہو جائے گی.....

ہمیں اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ ماضی کے مقابلے میں آج کے انسان کو کہیں زیادہ وسائل اور سہولیات میسر ہیں لیکن ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے، نت نئی بیماریاں اپنے شکنجے مزید کستی جا رہی ہیں اور انسانوں کی اکثریت بھوک، افلاس اور بیماریوں کے کوہ گراں تلے دبی سسک رہی ہے.....

عقل محو تماشائے حیرت ہے کہ اس قدر عظیم الشان ترقی کے باوجود آخر انسانیت کے درد کا درماں کیوں نہ ہو سکا؟.....

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ وسیع تر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کے تجربات ہمیشہ انسانیت کے تحفظ کے نام پر ہی کئے گئے اور ان خوفناک ہتھیاروں کے ڈھیر بھی انسانوں کی بھلائی کا یہ فریب نعرہ لگا کر جمع کئے گئے.... یہاں تک کہ ہلاکت خیز ہتھیاروں کی خرید وفروخت کا بازار گرم رکھنے کے لئے مختلف خطوں اور نفرت اور تشدد کی آگ بھڑکائی جاتی ہے اور اس آگ کا ایندھن بھی وہی لوگ بنتے ہیں جو پہلے ہی بیماری اور مفلسی کی مصیبتوں میں مبتلا ہیں......

قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرعون، ہامان اور قارون کے نام سے تین کرداروں کا تذکرہ بیان ہوا ہے....فرعون اقتدار پر قابض تھا، ہامان مذہبی پیشوا تھا اور قارون نے دولت کے بہاؤ پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی تھی، دلچسپ بات یہ ہے کہ تینوں اپنے اپنے ذرائع سے ایک دوسرے کو سپورٹ کرتے تھے......اسلام نے ایک ایسے معاشرتی نظام سے متعارف کرایا جس کے تحت عزت اور برتر سماجی مقام حاصلکرنے کا دورازہ دولت سے نہیں کھلتا بلکہ برتری اور افضلیت کا معیار وہ ہے کہ جو کسی سے خریدا یا چھینا نہیں جا سکے اور جس کی کوئی مقررہ حد بھی نہیں....یعنی ایمان، اخلاق، محبت، خلوص، سادگی اور سچائی وغیرہ وغیرہ......

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ حج میں ارشاد فرمایا تھا: ''لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک....تم سب آدم سے ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے....تم میں سے اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقویٰ کے''۔

اگر کسی معاشرہ میں برتری اور افضلیت کا معیار یہ ہو جائے تو پھر کسی کو دولت مندی کی احتیاج یا پرواہ نہیں رہے گی......اس لئے کہ حرص، ہوس اور ان جیسے دیگر روحانی امراض پر کنٹرول حاصل ہو چکا ہوگا، یوں جلد یا بدیر ایسا معاشرہ نہ صرف

فرعونی، ہامانی اور قارونی تکون کے چنگل سے آزاد ہو جائے گا بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے سب سے زیادہ خوشحال اور پرسکون معاشرے کا درجہ حاصل کرلے گا....اس چیز کا عملی مظاہرہ رسول اللہ ﷺ کے عہد اور خلافتِ راشدہ کے ادوار میں واضح طور پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

موجودہ دور میں فرعونیت اور قارونیت کی صفات کے حامل طبقات نے ہامانیت کے ادارہ پر اس طرح ضرب لگائی کہ ایک سمت میں تو اس کا عملی کردار تقریباً ختم ہوگیا اور دوسری سمت میں اسے غیر محسوس انداز میں پروان چڑھایا گیا۔یعنی اول سمت میں وہ تابع نظر آتا ہے تو دوسری سمت میں معتوب!........لیکن دونوں ہی سمتوں میں وہ فرعونی اور قارونی طبقات کے مفادات کا تحفظ کر رہا ہے.........

عام انسانوں کو ایسے مفروضہ ایشوز Fake Issues میں الجھا دیا ہے کہ حقائق پس پردہ چلے گئے ہیں کہیں اگر مزاحمتی تحریک اٹھتی بھی ہے تو سرمایہ پرست قوتوں اور سامراجی طاقتوں کے خلاف نہیں بلکہ غیر اہم اور فرعونی طرز کے معاملات پر.....لوگ بجائے اس کے کہ متحد ہو کر ہوس کے پجاریوں کے انسانیت دشمن اقدامات کے خلاف جدوجہد کریں، اکثر خطوں میں باہم دست و گریباں ہی نظر آتے ہیں........

اکثر ترقی پذیر ممالک کو آئی ایم ایف نے مختلف مدوں میں قرضے اس شرط پر دیئے کہ وہ مختلف پابندیاں عائد کرنے کے بجائے کرنسی کی ڈی ویلیویشن کا نظام اپنائیں.....ایسا مشورہ اسی لئے دیا گیا کہ کہیں ان ممالک کے عوام سامراجی طاقتوں کے خلاف متحد اور منظّم ہوکر مزاحمت کی راہ پر نہ چل پڑیں۔ یوں ایسی صورت میں ایک یا دو نسلوں کے بعد عام افراد کا سماجی شعور پسماندگی سے نکل سکتا ہے۔اب تو یہ اصول آئی ایم ایف کے چارٹر کا حصہ بنا دیا گیا ہے کہ کوئی ممبر ملک اپنی

کرنسی کی قیمت حقیقی دولت یعنی سونے کے مقابلے میں منجمد نہیں کرسکتا.....اس شق کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اگر کسی ملک کے عوام اپنی کرنسی کی مسلسل ڈی ویلیویشن یعنی افراطِ زر اور روز افزوں مہنگائی سے تنگ آ کر اربابِ اقتدار کے سامنے یہ مطالبہ کریں کہ ملکی کرنسی کی ویلیو سونے کے مقابلے میں منجمد کی جائے، تو یہ جواز پیش کیا جاسکے کہ ہمیں اس کی اجازت نہیں!........لیکن اکثر پسماندہ اور ترقی پذیر ممالک کے عوام اس پوزیشن تک بھی نہیں پہنچ پاتے کہ ایسا مطالبہ کرسکیں بلکہ اس کے بجائے اکثر غیر حقیقی معاملات میں الجھے رہتے ہیں یوں نتیجہ میں ذہنی ومعاشی ترقی کے سفر کا آغاز ہی نہیں ہوسکا ہے۔ ایسا اس لئے بھی ہوتا ہے کہ جدید میڈیا نے اطلاعات کے پھیلاؤ اور مسلسل تکرار سے اکثر لوگوں کے ذہنوں کو ماؤف کر دیا ہے.....میڈیا کے ذریعہ حادثات، تباہی پر تشدد واقعات پر مبنی خبروں کی تکرار سے پیدا ہونے والی Brain Blindness کا ہم پہلے بھی تذکرہ کر چکے ہیں، جب انسان کسی صدمے سے دوچار ہوجائے یا کسی حادثہ کی اسے خبر ملے، اخبار میں تصویر یا ٹی وی پر کوئی ایسی رپورٹ دیکھے اور شدید وابستگی کے باوجود کچھ نہ کرسکنے کی پوزیشن میں ہو تو پھر ذہن ماؤف ہوجاتا ہے اور اکثر اس کو اپنے اعمال پر بھی اختیار نہیں رہتا......

ایسے حالات میں ہمہ جہتی بصیرت اور فہم وادراک کے ذریعہ ہی فرعونی، ہامانی اور قارونی تکون کے حربوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے.......یہ فہم وادراک اسلام کی حقیقی تعلیمات پر غور وفکر سے حاصل ہوتا ہے۔

☆☆☆

دورِ حاضر اور
حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئیاں

نبی اکریم ﷺ نے آنے والے زمانے میں اہم واقعات سے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا تھا وہ آج حرف بحرف ثابت ہوتا جارہا ہے مثال کے طور پر دورِ حاضر سے متعلق چند خاص پیشین گوئیاں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام باقی رہے گا اور قرآن کی تلاوت رسمی طور پر کی جائے گی۔ مسلمانوں کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی لیکن ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان کے علماء بنی نوع انسان میں سب سے برے ہوں گے اور ان کی ذات سے فتنے برپا ہوں گے۔ (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آنے والے (سیاہ) فتنوں سے پہلے (نیک) عمل کرنے میں جلدی کرو۔ (اس زمانہ میں) انسان صبح کو مومن

ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر اور وہ ذراسی دنیا کے بدلے اپنے دین کو بیچ ڈالے گا۔ (مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ (کفر و باطل کی) جماعتیں مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے باہم ایک دوسرے کو اس طرح جمع کرلیں گی جیسے لوگ دسترخوان پر جمع کرلئے جات ہیں۔ اس وقت مسلمان اگرچہ تعداد میں زیادہ ہوں گے لیکن گھاس کے ان تنکوں کی طرح ہوں گے جنہیں پانی کا سیلاب بہالے جاتا ہے۔) اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اتنا ناراض ہوں گے کہ دشمنوں کے دل سے مسلمانوں کا رعب نکل جائے گا اور مسلمانوں کے دل میں کاہلی اور سستی آجائے گی۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ کاہلی اور سستی سے مراد کیا ہے۔ فرمایا: مسلمان مال و دولت سے محبت کرنے اور موت سے ڈرنے لگیں گے۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مسلمان یہود اور نصاریٰ کی طرح اپنی مسجدیں سجائیں گے۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ زنا کی کثرت ہوگی۔ شراب بہت پی جائے گی۔ مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ ہوں گی۔ (مسلم)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ چرب زبان ہوں گے۔ (مشکوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ قاتل کو یہ علم نہ ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا اور مقتول کو یہ علم نہ ہوگا کہ میں کیوں قتل ہوا۔ (مسلم)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان عیسائیوں اور یہودیوں کے قدم بقدم چلیں گے۔ یعنی ان کا طرز معاشرت، ان کا طرز تکلم اوران کا طرز حکومت اختیار کرلیں گے۔ (جو گمراہی کا سبب ہوگا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ (دین کے معاملے میں) بخیل ہوجائیں گے۔ خواہش نفس کی اتباع کریں گے اور دنیا کو دین پر ترجیح دیں گے۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسی عورتیں ہوں گی جو لباس پہننے کے بعد عریاں ہوں گی۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں کے سر کے بال اس طرح اٹھے ہوں گے جیسے اونٹ کا کوہان۔ (مسلم)

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسی لڑکیاں ہوں گی جو ماؤں پر حکم چلائیں گی۔ (ابوداؤد)

☆☆☆

قیامت کی بہتّر نشانیاں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریب بہتّر باتیں پیش آئیں گی۔

۱-لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے، یعنی نمازوں کا اہتمام رخصت ہو جائے گا، یہ بات اگر اس زمانہ میں کہی جائے تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں سمجھی جائے گی۔ اس لئے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے جو نمازوں کی پابند نہیں ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اس وقت فرمائی تھی جب کہ نماز کو کفر اور ایمان کے درمیان حد فاصل قرار دیا گیا تھا اس زمانہ میں مومن کتنا ہی برے سے برا فاسق وفاجر ہو بدکار ہو نماز نہیں چھوڑتا تھا۔ اس زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگ نمازیں غارت کرنے لگیں گے۔ (۲) امانت ضائع کرنے لگیں گے، یعنی جو امانت ان کے پاس رکھی جائے گی اس میں خیانت کرنے لگیں گے۔ (۳) سود کھانے لگیں گے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ (۴) حرام کو حلال سمجھنے لگیں گے۔ (۵) معمولی باتوں پر خونریزی کرنے لگیں ذرا سی بات پر دوسرے کی جان لیں گے۔ (۶) اونچی اونچی بلڈنگیں بنائیں گے جیسا کہ آج کل اس پر پورے زور وشور

سے عمل ہو رہا ہے۔(۷) دین بیچ کر دنیا جمع کریں گے۔(۸) قطع رحمی، یعنی رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگی۔(۹) انصاف نایاب ہو جائے گا۔(۱۰) جھوٹ سچ بن جائے گا۔ (۱۱) ریشم کا لباس پہنا جائے گا۔ (۱۲) ظلم عام ہو جائے گا۔ (۱۳) طلاقوں کی کثرت ہوگی۔ (۱۴) ناگہانی موت عام ہو جائے گی، یعنی ایسی موت جس کا پہلے سے پتہ نہیں ہوگا بلکہ اچانک پتہ چلے گا کہ فلاں شخص ابھی زندہ ٹھیک ٹھاک تھا اور اب مر گیا۔ (۱۵) خیانت کرنے والے کو امین سمجھا جائے گا۔ (۱۶) امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا یعنی امانت دار پر تہمت لگائی جائے گی کہ یہ خائن ہے۔ (۱۷) جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا۔ (۱۸) سچے کو جھوٹا کہا جائے گا۔ (۱۹) تہمت درازی عام ہو جائے گی، یعنی لوگ ایک دوسرے پر جھوٹی تہمتیں لگائیں گے۔ (۲۰) بارش کے باوجود گرمی ہوگی۔ (۲۱) لوگ اولاد کی خواہش کرنے کے بجائے اولاد سے کراہت اور بوجھ محسوس کریں گے، یعنی جس طرح لوگ اولاد ہونے کی دعائیں کرتے ہیں اس کے بجائے لوگ یہ دعاء کریں گے کہ اولاد نہ ہوں، چنانچہ آج دیکھ لیں کہ خاندانی منصوبہ بندی ہو رہی ہے اور یہ نعرہ لگا رہے ہیں کہ بچے دو ہی اچھے ہم دو ہمارے دو وغیرہ۔ (۲۲) کمینوں کے ٹھاٹھ باٹ ہوں گے یعنی کمینے لوگ بڑے ٹھاٹھ سے عیش وعشرت کے ساتھ زندگی گذاریں گے۔ (۲۳) شریفوں کے نام میں دم آجائے گا یعنی شریف لوگ شرافت کو لے کر بیٹھیں گے تو دنیا سے کٹ جائیں ۔ (۲۴) امیر اور وزیر جھوٹ کے عادی بن جائیں گے یعنی سربراہان حکومت اور اس کے اعوان وانصار اور وزراء جھوٹ کے عادی بن جائیں گے اور صبح وشام جھوٹ بولیں گے۔ (۲۵) امین خیانت کرنے لگیں گے۔ (۲۶) سردار ظلم پیشہ ہوں گے۔ (۲۷) عالم اور قاری بدکار ہوں گے یعنی عالم بھی ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کر رہے ہیں مگر بدکار ہیں۔ (العیاذ باللہ) (۲۸) لوگ

جانوروں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے۔(۲۹) مگر ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے یعنی لوگ جانوروں کی کھالو سے بنے ہوئے عالی درجہ کا لباس پہنیں گے لیکن ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔(۳۰) اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے ایلوا ایک درخت ہے جو اپنی کڑواہٹ میں بے حد مشہور ومعروف ہے۔(۳۱) سونا عام ہوجائے گا۔(۳۲) چاندی کی مانگ ہوگی۔(۳۳) گناہ زیادہ ہوجائیں گے اس کا آج بخوبی اندازہ ہورہا ہے۔(۳۴) امن کم ہوجائے گا۔(۳۵) قرآن کریم کے نسخوں کو آراستہ کیا جائے گا اور اس پر نقش ونگار بنایا جائے گا۔(۳۶) مسجدوں میں نقش ونگار کئے جائیں گے آج کل یہ دیکھا جارہا ہے کہ مسجدوں کو طرح طرح کی چیزوں سے آراستہ کیا جاتا ہے لیکن نمازی حضرات کا پتہ نہیں۔ بقول شاعر:

پہلے مسجدیں کچی تھیں تو پکے تھے نمازی
اب مسجدیں ہیں پکی تو کچے ہیں نمازی

(۳۷) اونچے اونچے مینار بنیں گے۔(۳۸) لیکن دل ویران ہوں گے۔(۳۹) شرابیں پی جائیں گی۔(۴۰) شرعی سزاؤں کو معطل (بند) کردیا جائے گا۔(۴۱) لونڈی اپنے آقا کو جنے گی یعنی بیٹی ماں پر حکمرانی کرے گی اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی جیسے آقا اپنی کنیز کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔(۴۲) جو لوگ ننگے پاؤں، ننگے سر، ننگے بدن، غیر مہذب ہوں گے وہ بادشاہ بن جائیں گے یعنی کمینے اور نیچی ذات کے لوگ جو نسبی اور اخلاقی اعتبار سے کمینے اور نیچ درجہ کے سمجھے جاتے ہیں اور وہ سربراہ بن کر حکومت کریں گے۔(۴۳) تجارت میں عورت مرد کے ساتھ شرکت کرے گی جیسے آج کل ہورہا ہے، کہ عورتیں زندگی کے ہر کام میں مردوں کے شانہ بشانہ چلنے کی کوشش کررہی ہیں۔(۴۴) غیر اللہ کی قسمیں کھائی

جائیں گے یعنی قسم تو صرف اللہ کی یا اللہ کی صفت کی کھانا جائز ہے دوسری چیزوں کی قسم کھانا حرام ہے۔لیکن اس وقت لوگ اور چیزوں کی قسمیں کھائیں گے مثلاً تیرے سر کی قسم وغیرہ۔(۴۵) مرد عورتوں کی نقالی کریں گے۔(۴۶) عورتیں مردوں کی نقالی کریں گی۔یعنی مرد عورتوں جیسا حلیہ بنائیں گے اور عورتیں مردوں جیسا حلیہ بنائیں گی۔آج آپ دیکھ لیں کہ نئے فیشن نے یہ حالت کردی ہے کہ دور سے دیکھو تو پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت۔(۴۷) مسلمان بھی بغیر کہے جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوگا لفظ ''بھی'' کے ذریعہ یہ بتادیا گیا کہ اور لوگ تو یہ کام کرتے ہی ہیں لیکن اس وقت مسلمان بھی جھوٹی گواہی دینے کو تیار ہوجائیں گے۔(۴۸) صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا مطلب یہ ہے کہ اگر راستے میں کہیں سے گذر رہے ہیں تو ان لوگوں کو سلام نہیں کیا جائے گا جس سے جان پہنچان نہیں ہے اگر جان پہچان ہے تو سلام کرلیں گے ورنہ نہیں، حالانکہ حضور اکرم ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ ''وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف'' (جس کو تم جانتے ہو اس کو بھی سلام کرو اور جس کو تم نہیں جانتے اس کو بھی سلام کرو) خاص طور پر اس وقت جب کہ راستہ میں ایک یا دو آدمی گذر رہے ہوں تو اس وقت سب آنے جانے والوں کو سلام کرنا چاہئے لیکن اگر آنے جانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہو اور سلام کی وجہ سے اپنے کام میں خلل آنے کا اندیشہ ہو تو پھر سلام نہ کرنے کی بھی گنجائش ہے لیکن ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایک دو آدمی گذر رہے ہوں گے تب سلام نہیں کریں گے اور سلام کا رواج ختم ہوجائے گا اور ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''افشو السلام بینکم'' (آپس میں سلام کو رواج دو)۔(۴۹) غیر دین کے لئے شرعی علم پڑھایا جائے یعنی شرعی علم دین کے لئے نہیں، بلکہ دنیا کے لئے پڑھایا جائے گا۔(العیاذ باللہ) اور مقصد یہ ہوگا کہ اس کے

ذریعہ ہمیں ڈگری مل جائے گی ملازمت مل جائے گی، پیسے مل جائیں گے عزت اور شہرت حاصل ہو جائے گی ان مقاصد کے لئے دین کا علم پڑھایا جائے گا۔ (۵۰) آخرت کے کام سے دنیا کمائی جائے گی۔ (۵۱) مال غنیمت کو ذاتی جاگیر اور ذاتی دولت سمجھ کر معاملہ کریں گے۔ (۵۳) زکوۃ کو جرمانہ اور ٹیکس سمجھا جائے گا۔ (۵۴) سب سے رذیل اور گھٹیا آدمی کا لیڈر اور قائد بن جائے گا یعنی قوم میں جو شخص سب سے زیادہ رذیل اور بد خصلتی ہو گا اس کو قوم کے لوگ اپنا قائد، اپنا امیر اور اپنا سربراہ بنالیں گے۔ (۵۵) آدمی اپنے باپ کی نافرمانی کرے گا۔ (۵۶) آدمی اپنی ماں سے بدسلوکی کرے گا۔ (۵۷) دوست کو نقصان پہنچانے سے گریز نہیں کرے گا۔ (۵۸) شوہر بیوی کی اطاعت کرے گا۔ (۵۹) بدکاروں کی آوازیں مسجدوں میں بلند ہوں گی۔ (۶۰) گانے والی عورتوں کی تعظیم وتکریم کی جائے گی، یعنی جو عورتیں گانے بجانے کا پیشہ کرنے والی ہیں ان کی تعظیم وتکریم کی جائے گی، اور ان کو بلند مرتبہ دیا جائے گا۔ (۶۱) گانے بجانے اور موسیقی کے آلات کو سنبھال کر رکھا جائے گا۔ (۶۲) سرراہ شرابیں پی جائیں گی (۶۳) ظلم کو فخر سمجھا جائے گا۔ (۶۴) انصاف بکنے لگے گا یعنی عدالتوں میں انصاف فروخت ہو گا، لوگ پیسے دیکر اس کو خریدیں گے۔ (۶۵) پولیس والوں کی کثرت ہو جائے گی، آج دیکھ لیں کہ ہمارے ملک میں اور دیگر ممالک میں پولیس والوں کی کتنی کثرت ہے اس کے باوجود بھی امن کا نام ونشان نہیں ہے۔ (۶۶) قرآن کریم کو نغمہ سرائی کا ذریعہ بنالیا جائے گا، یعنی موسیقی کے بدلے میں قرآن کی تلاوت کی جائے گی، تاکہ اس کے ذریعہ ترنم کا حظ اور مزہ حاصل ہو اور قرآن کی دعوت اور اس کو سمجھے یا اس کے ذریعہ اجر وثواب حاصل کرنے کے لئے تلاوت نہیں کی جائے گی۔ (۶۷) امت کے آخری لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے یعنی ان پر تنقید کریں گے اور ان پر اعتماد

نہیں کریں گے اور تنقید کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ انہوں نے یہ بات غلط کہی اور یہ غلط طریقہ اختیار کیا، چنانچہ آج بہت بڑی مخلوق صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی شان اقدس میں گستاخیاں کر رہی ہیں بہت سے لوگ ان ائمہ دین کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں جن کے ذریعہ یہ دین ہم تک پہنچا اور ان کو بیوقوف بتا رہے ہیں کہ وہ لوگ قرآن وحدیث کو نہیں سمجھے۔ دین کو نہیں سمجھے، آج ہم نے دین کو صحیح سمجھا ہے۔ (۶۸) یا تو تم پر سرخ آندھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آجائے۔ (۶۹) یا زلزلے آجائیں۔ (۷۰) یا لوگوں کی صورتیں (بندروں) یا خنزیروں کی شکل میں) بدل جائیں۔ (۷۱) یا آسمان سے پتھر برسیں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اور عذاب آجائے۔ (العیاذ باللہ) اب ہم ان علامات میں ذرا غور کر کے دیکھیں کہ یہ سب علامات ایک ایک کر کے کس طرح ہمارے معاشرے پر صادق آرہی ہیں اور اس وقت جو عذاب ہم پر مسلط ہے وہ درحقیقت انہیں بداعمالیں کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اعمال صالحہ کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین!

☆☆☆

آخری دور کی لرزہ خیز پیشین گوئیاں

"بدأ الاسلام غریباً وسیعود کما بداء فطوبیٰ للغرباء"

یعنی اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی قریب ہے کہ پھر اسی کی طرف پلٹ آئے۔ پس مبارک ہے پردیسیوں اور بے یاروں کے لئے یہ مسلم شریف کی روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ترمذی شریف میں حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے اضافہ منقول ہے:

"وھم الذین یصلحون ما افسد الناس من بعدی من سنتی"

اور وہ لوگ ہیں جو ان خرابیوں کو دور کریں گے جو لوگوں نے میرے بعد میری سنت میں پیدا کردیں گے۔

مسند احمد بن حنبل اور معجم طبرانی سے مرفوعاً یہ روایت نقل ہے:

"قلنا وما الغرباء؟ قال قوم صالحون قلیل فی الناس سوء کثیر من یعصیھم اکثر من یعطیھم"

ہم نے عرض کیا کہ غرباء سے کون لوگ مراد ہیں؟ ارشاد فرمایا: بہت سے برے لوگوں میں نیک لوگوں کی ایک چھوٹی سی جماعت۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اسلام اپنی ابتداء میں پردیسی اور بے خانماں تھا عروج واقبال کے بعد پھر اسی حالت پر آجائے گا۔ اس وقت باطل کو فروغ حاصل ہوگا۔ حق کے جانب دار کم ہوں گے، جھوٹ کا بول بالا ہوگا، سچائی کا ساتھ دینے والے معدودے چند ہوں گے۔ قرآن وسنت کا راستہ چھوڑ کر لوگ بدعات ومنکرات سے پیچھے بھاگیں گے، کتاب وسنت کی سچی پیروی کرنے والے قلیل تعداد میں ہونے کی وجہ سے ایسے بیچارہ اور بے سہارا ہوجائیں گے جیسے پردیسی اور بے یارومددگار مسافر سارا شہر خوش حال لوگوں سے بھرا پڑا ہوگا مگر اسلام کے ماننے والے بدحالی کا شکار ہوں گے لوگ اپنے عالی شان اور فلک بوس محلوں میں عیش وآرام کررہے ہوں گے مگر اسلام کے ماننے والے کے لئے نہ گھر ہوگا کہ سر چھپائے اور نہ کوئی عزیز آشنا جسے درد دل سنائے ایک طرف اگر یہ عالم ہوگا تو دوسری طرف کفار کا ہجوم ساری دنیا پر چھا جائے گا۔ پھر خود مسلمانوں کے اندر سچے حق پرستوں اور دین خالص کے پیروؤں کی تعداد بہت تھوڑی رہ جائے گی، گویا ایک پورے شہر میں باہر کے چند مسافر جیسے ابتدائے اسلام میں، اسلام قبول کرنے والوں کا یہی حال تھا۔ پہلے حبشہ میں اور پھر مدینہ میں بے چارگی کے بستر پر بیقراری کی کروٹیں بدلتے سرورکائنات ﷺ یہ حالت دیکھتے تو دعا فرماتے:

"اللهم اليک اشکوا ضعف قوتي وقلة حيلتي"

خدایا تیرے ہی سامنے اپنی بیچارگی کی فریاد اور بے سروسامانی کا شکوہ ہے۔

ابوداؤد کی ایک طویل حدیث کا مفہوم ہے کہ:

"میں نے اللہ سے اپنی امت کے لئے دعا کی تھی کہ خود ان کے سوا ان پر اور کوئی دشمن مسلط نہ ہو اور کوئی ایسی عام ہلاکت نہ چھا جائے کہ قوم کی قوم ہلاک ہوجائے تو اللہ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا، تیری امت پر کبھی ایسی ہمہ گیر ہلاکت نہ آئے

گی اور نہ کبھی ان پر کوئی دشمن اس طرح مسلط ہوگا کہ ان کی بیخ و بنیاد اکھاڑ ڈالنے والا یہ کہ وہ خود ہی اپنے دشمن ہوں گے اور خود ہی اپنے آپ کو دشمنوں کی طرح تباہ کر دیں گے یعنی ایک گروہ ان میں سے دوسرے گروہ کو قتل کرے گا اور آپ نے فرمایا مجھ کو بڑا خوف گمراہ کرنے والے پیشواؤں سے ہے اور جب ایک مرتبہ میری امت میں باہمی خون ریزی شروع ہوگی تو پھر قیامت تک نہ رکے گی، پھر فرمایا:

میری امت میں سے کئی گروہ مشرکوں سے جاملیں گے اور کئی گروہ بتوں کو پوجیں گے اور تیس جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہوں گے حالاں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ آخر میں فرمایا کہ بایں ہمہ ایک جماعت اس امت میں ہمیشہ حق پر باقی رہے گی مخالفین حق اس کو نقصان نہ پہنچاسکیں گے۔ یہاں تک کہ امر الٰہی ظاہر ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''تم سے پہلے جو قومیں گزر چکی ہیں تم ان کے سارے طریقوں اور چالوں کی ضرور پیروی کرنے لگو گے''۔ (یعنی ان کی ساری گمراہیاں اختیار کرلو گے۔ صحابہ نے کہا کیا یہود و نصاریٰ کی؟ فرمایا: ہاں اور کون؟''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ ''کن پچھلے لوگوں کی چال چلیں گے؟ کیا فارس اور روم اور اہل کتاب کی؟''

فرمایا: ''ہاں وہی لوگ ہیں اور کون؟'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن کی اس آیت:

''کالذین من قبلکم کانوا اشد منکم قوۃ''

ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے گذرے ہیں وہ تم سے طاقت وقوت میں زیادہ تھے۔ سے تطبیق دی اور کہا جی چاہے تو اس آیت کو اس موقع پر یاد کرلو۔

الغرض اس امت میں اہل کتاب کی مغضوبیت اور عجمی و رومی اقوام کے مہلک و گمراہ کن علوم وتمدن دونوں کی نقالی پوری پوری طرح ہوگی، اسلام کے آخری

دور میں مسلمانوں کی دینی حالت کے بارے میں ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''آخری زمانہ میں ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کی اندھیاری صبح کو ایک آدمی مومن ہوگا شام کو کافر، یعنی ایمان میں ثبات واستقامت باقی نہیں رہے گی۔ مسلم شریف میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہی حدیث اس طرح آتی ہے رات کو ایک آدمی مومن سوئے گا صبح اٹھے گا تو کفر میں مبتلا ہو جائے گا اپنے دین کو دنیا کے بدلہ میں بیچ ڈالے گا۔

ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ ''عنقریب دنیا کی قومیں تم سے لڑنے کے لئے اکٹھی ہو جائیں گی اور ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے بھوکے ایک دوسرے کو کھانے پر بلاتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا'' کیا یہ اس لئے ہوگا کہ ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے اور دشمن بہت؟ فرمایا نہیں، مسلمان تو اس وقت بہت ہوں گے مگر ایسے ہوں جائیں گے جیسے دریا کے بہاؤ پر کوڑا کرکٹ بہہ جاتا ہے تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکل جائے گی۔ (تذهب ریحکم) اور تمہارے دلوں میں وہن پیدا ہو جائے گا۔ کسی نے پوچھا وہن کیا ہے؟ فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت (مال و دولت کی محبت حرص کی حد تک اور راہ حق میں شہادت سے فرار نفرت کی حد تک)۔

امت میں اختلاف وافتراق کے بارے میں

ابوداؤد اور ترمذی دونوں نے روایت نقل کی ہے کہ ''تم سے پہلے اہل کتاب ٹوٹ پھوٹ کر بہتر فرقے ہو گئے تھے اور یہ امت بھی اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو کر تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی''۔

ترمذی شریف میں ہے کہ:

"اذا کانت امراء کم خیارکم واغنیاء کم سمحاء کم وامورکم شوری بینکم فظھر الارض خیر لکم من بطنھا واذا کانت امراء کم شرارکم واغنیاء کم بخلائکم وامورکم الی نسائکم فبطن الارض خیر لکم من ظھرھا".

جب تک تم میں سے بہتر لوگ تمہارے امیر ہوں گے اور تمہارے مال دار سخی اور تمہارے معاملات حکومت کے باہم مشورہ سے انجام پائیں گے (یعنی عجمیوں کی سی شخصی حکومت وفرماں روائی نہ ہوگی خلافت راشدہ کے منہاج نبوت پر حکومت شورائی ہوگی) تو زمین کا ظاہر تمہارے لئے بہتر ہوگا اس کے باطن سے (یعنی دنیا میں رہنا تمہارے لئے مرنے سے بہتر ہوگا) لیکن جب تمہارے امیر بدترین لوگ ہوں تمہارے مال دار بخیل ہوجائیں اور تمہاری حکومت عورتوں کے اختیار میں چلی جائے تو پھر زمین کا اندر تمہارے لئے اچھا ہوگا۔ (یعنی مرجانا ہی بہتر ہوگا ایسے زندہ رہنے سے جس میں ذلت ہو)

پھر اسی لسان حق سے یہ پیشین گوئی بھی جاری ہوئی:

"کیف بکم اذا فسق فتیاتکم وطغی نسائکم؟ قالوا وان ذلک لکائن؟ قال نعم واشد: کیف انتم اذا لم تامروا بالمعروف ولم تنھوا عن المنکر؟ قالوا وان ذلک لکائن قال نعم؟ واشد واذا کیف انتم اذا امرتم بالمنکر ونھیتم عن المعروف ؟ قالوا وان ذلک لکائن ؟ قال نعم واشد: کیف انتم اذا رئیتم المعروف منکرا او المنکر معروفاً؟ قالوا وان ذلک لکائن قال نعم".

اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری بیٹیاں مبتلا فسق ہوں اور تمہاری عورتیں سرکش؟ لوگوں نے عرض کیا کیا یہ بات بھی ہونے والی ہے؟ فرمایا ہاں، بلکہ

اس سے بھی زیادہ سخت، اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم بھلائی کا حکم نہ دو گے اور برائی سے نہ روکے گا؟ لوگوں نے کہا کیا ایسا بھی ہونے والا ہے؟ فرمایا ہاں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم اچھی بات کو برا سمجھو گے اور برائی کو اچھا؟ عرض کیا، کیا یہ بھی ہوگا؟ فرمایا ہاں۔

یعنی قوموں کی ہلاکت کے بتدریج تین درجے ہیں ہر پچھلا درجہ پہلے سے اشد، پہلا یہ کہ خود تو نیکی کا شوق باقی ہو لیکن دوسروں کو نیک بنانے کا ولولہ جاتا رہے یہ ہلاکت کا بیج ہے اس کے بعد دوسرا دور آتا ہے اس میں نہ تو خود نیک راہ پر چلتے ہیں اور نہ دوسروں کو چلنے دیتے ہیں اور حق کو علانیہ روکتے ہیں یہ تخم فساد کے پھل اور پتے ہیں اس کے بعد تیسرا دور آتا ہے اب نیک و بد اور حق و باطل کا نظام بالکل الٹ جاتا ہے باطل کو حق سمجھا جاتا ہے اور حق کو باطل یہ تخم فساد کا آخری پھل ہے اور اس کا زہر تمام قوم کو ہلاک کر دیتا ہے۔

پھر یہی وہ لوٹ لوٹ کر آنے والی نحوستیں اور رہ رہ کر ابھرنے والی ہلاکتیں تھیں جن کے بارے میں حضرت حذیفہ نے پوچھا تھا (جو سب سے زیادہ فتنوں اور فسادوں کے جاننے والے تھے) **کنا فی جاهلية وشر فجاء نا بهذا الخير فهل بعد هذا من شر؟** ہم جاہلیت کے شر میں مبتلا تھے اللہ نے ہم کو یہ خیر دی۔ (یعنی اسلام کی روشنی تو کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا؟ فرمایا ہاں مگر اس کے بعد خیر کا بھی ایک دور ہے لیکن یہ خیر پہلی خیر جیسی نہ ہوگی مگر اس میں کچھ کدورتیں اور میل کچیل ملی ہوئی ہوگی۔ پوچھا کہ وہ کدورت اور میل کیسے ہے؟ فرمایا:

"**قوم يستنون بغير سنتي ويهتدون بغير هدى تعرف منهم وتنكر**" یعنی میری سنت چھوڑ کر اوروں کے طریقے پر چلیں گے میری ہدایت سے ہٹ کر دوسروں کی چال پکڑ لیں گے کچھ باتیں ان کی اچھی پاؤ گے کچھ بری، پھر

پوچھا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا؟ فرمایا: ہاں! دعـاۃ علی ابواب جهنم. دوزخ کی طرف بلانے والے ہوں گے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھ کر بیان کرتے تھے: "وان هذا امتكم جعل عافيتها فی اولها وسيصيب آخرها بـلاء وامـور تنكرونها فتجئ فتنه فيزلق بعضها بعضا فيقول المومن هذه مهلكتی ثم تنكشف وتجئ فتنه فيقول المومن هذا هذه".

اس امت کی ابتداء میں عافیت ہے اور آخری عہدوں میں مصیبتیں اور برائیاں۔ ایسا ہوگا کہ ایک فتنہ آئے گا اور مومن کہے گا کہ اس میں میرے لئے ہلاکت ہے لیکن جب وہ دور ختم ہو جائے گا اور دوسرا فتنہ شروع ہوگا تو پچھلے فتنہ کو بھلا دے گا اور مومن پکار اٹھے گا کہ فتنہ تو یہ ہے یہاں تک کہ ان ہی میں سے ہر فتنہ کو دیکھ کر ارباب حق وایمان بول اٹھیں گے کہ سب سے بڑا فتنہ یہی ہے۔

حالاں کہ پھر اس کے بعد وہ فتنہ آئے گا جس کا شر وفساد دیکھ کر پچھلے سب فتنے بھول جائیں گے آخری دور کی فتنہ سامانیوں سے متعلق ایک موقع پر آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"سيـخـرج قوم فی آخر الزمان حدثاء الانسان سفهاء الاحلام يـقـولـون مـن خيـر قـول البـرية يقرأون القرآن لا يجاوز حناجرهم يحرقون من الذين كما يحرق السهم من الرمية."

آخری زمانہ میں ایک قوم ظاہر ہوگی نو خیز اور ناقص العقول لوگوں کی بظاہر ان کی باتیں بڑے ہی اچھے لوگوں کی سی ہوں گی قرآن پڑھیں گے مگر ایمان ان کے حلق سے نہیں اترے گا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار پر نکل جاتا ہے۔ (یعنی گو اپنے تئیں مسلمان سمجھیں گے لیکن ان میں اسلام نہ ہوگا)

الغرض جس صادق و مصدوق نبی نے فرمایا تھا کہ کسریٰ کے خزانے تمہارے سامنے ہوں گے اور یمن سے حضرت موت تک اسلام پھیل جائے گا اسی نے یہ سب کچھ فرمادیا تھا بقول حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ۔

"ما ترک من قائد فتنة الی القضاء الدنیا الاسماہ لنا باسمه واسم ابیه" کسی فتنہ انگیز کو نہ چھوڑا سب کی ٹھیک ٹھیک خبریں دے دیں تھیں۔ سننے والے ہر آن ہر گھڑی ان فتنوں کے دہشت اور خوف سے مضطر اور اداس رہتے تھے۔ ایک دوسرے سے پوچھا کرتے وہ وقت آتو نہیں گیا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بار بار سوال کرتے کہ اس فتنہ کی نسبت تو کہو التی تموج کموج البحر کہ جو دریا کی موجوں کی مانند موجیں مارے گا۔

ان تمام تفصیلات سے ثابت ہوا کہ "بداء الاسلام غریبا وسیعود کما بدء" کا دور غربت کب کا شروع ہو چکا ہے، اب انتظار کرنے والوں کے لئے بجز انتظار قیامت اور کچھ باقی نہ رہا۔

یہودیوں کی مغضوبیت، نصاریٰ کی ضلالت، مشرکین کی بت پرستی، ائمہ مضلین کی کثرت دجاجلہ فتن ودعاۃ بدعت کی یلغار، تفرق وتشتت کا وبال اور شخصیت پرستی کی نامبارک روایتیں، نصاریٰ کی طرح عقیدت میں غلو اہل یونان کی طرح دین میں شبہات، دنیا کی محبت، موت سے نفرت، فتنوں کا ظہور، اقوام عالم کا مسلمانوں پر ٹوٹ کر پڑنا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے غفلت وغیرہ وغیرہ۔

☆☆☆

علامات قیامت اور عذاب الٰہی

مفتی احمد شمیم حلیمی لکھتے ہیں کہ:

"واتقو فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة واعلموا ان الله شديد العقاب" (الآية)

عن حذيفه رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اقتراب الساعة اثنتان وسبعون خصلة، اذا رايتم الناس اماتو الصلاة، اضاعوا الامامة واكلو الربا..... ويكون الحكم ضعفاً، والحرير لباساً، وظهر الجور، وكثرت الطلاق..... وكان الامراء والوزراء كذبة والامانات خوفة..... اذا لبسوا مسوط الضان" قلوبهم انتن من الجيف، وامر من الصبر، يغشيهم الله فتنة يتهار كون فيها تهارك اليهود الظلمة...... وبيع الحكم وكثرت الشرط..... فليرتقبوا عند ذلك ريحا حمراء وخسفا ومسخا وقذف وآيات.

اس روایت کو ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء (۳۵۸/۳) میں روایت کیا ہے اور امام سیوطی نے انہیں کے حوالہ سے درمنثور میں اس کا ذکر کیا ہے۔

یہ وہ حدیث ہے جس میں اللہ کے حبیب ﷺ نے فتنوں کے تعلق سے قیامت کے قریب پیش آنے والے بہت سے واقعات کی نشاندہی فرمائی ہے، یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے بہتر نشانیاں یکبارگی بیان فرمائی ہے، انہیں میں سے کچھ جملوں کے تعلق سے ان کی روشنی میں بیان کرنے کا ارادہ ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، صاحب رسول اللہ ﷺ کہلاتے ہیں، یعنی اللہ کے حبیب ﷺ کے راز دار ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے قریب جو چیزیں ظاہر ہوں گی وہ بہتر ہیں، ان میں سے سب سے پہلے اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: "اذا رایتم الناس اما تو الصلاۃ" جب یہ دیکھو کہ لوگ نمازوں کو غارت کرنے لگیں، اور ضائع کرنے لگیں، یہ مختلف طریقوں سے ہوسکتا ہے، اس کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ انسان نماز ہی نہ پڑھے، ظاہر ہے کہ ایسے شخص کا اسلام کے اندر کوئی حصہ نہیں ہے، اس لئے کہ کفر واسلام کے درمیان اگر کوئی چیز فرق کرنے والی ہے اور اگر کسی چیز کو اسلام کے اندر بنیادی طور پر اہمیت حاصل ہے، اور جس کو کرنے والا مسلمان سمجھا جاتا ہے اور جسے اپنانے والا اسلام کی علامتوں میں سے ایک علامت کا علمبردار ہوا کرتا ہے، اگر اسے اس نے ترک کر دیا تو اسے کیسے مسلمان سمجھا جائے اور کیسے اس کے اسلام کی گواہی دی جائے۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا کہ نماز کا درجہ اسلام کے اندر ایسے ہی ہے جیسے انسان کے جسم میں اس کا سر ہوا کرتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر کسی کا سر کٹ گیا تو وہ زندہ نہیں رہ سکتا، اس کا جسم ایک لاشۂ بے جان ہو کر رہ جائے گا، ایسے ہی اگر کسی کی نماز چلی گئی، اس کا وہ پابند نہیں ہے، تو اس کا دین صحیح وسالم نہیں ہے، اس کے اندر دین کی جو روح ہونی چاہیے، وہ نکل گئی، قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے فرمایا: "فان تابو واقامو الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ

فاخوانکم فی الدین'' پھر اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکاۃ ادا کریں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں، ورنہ دینی بھائی نہیں ہیں، اس سے صاف پتہ چلا کہ نماز اسلام کی علامتوں میں سے اہم علامت ہے، اگر کوئی نماز کا بالکلیہ تارک ہے تو اسے اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا اسلام وایمان اس کے اندر رہ بھی گیا ہے، یا نہیں؟ اللہ کے حبیب ﷺ نے تو صاف لفظوں میں فرمادیا ہے کہ جو جان بوجھ کر ایک نماز بھی چھوڑ دیتا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے، علماء کرام اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ کافر نہیں ہوتا، بلکہ کفر کے قریب پہنچ جاتا ہے، لیکن بہر حال یہ حدیث صاف طور پر بتا رہی ہے کہ کافر ہو جاتا ہے، اور اگر کافر نہ بھی ہو تب بھی اس کا خطرہ لگا رہتا ہے کہ کفر میں پہنچ جائے، ظاہر ہے کہ اسلام کی بنیادی جو چیز ہے جس پر اسلام کی عمارت کی تعمیری ہوگی جب اس کی بنیاد ہی گرگئی ہے تو پھر وہ کس بنیاد پر عمارت کی تعمیر کرے گا، اس لئے پہلی چیز جس کا انسان کو خیال کرنا چاہئے اور جس کی حفاظت کرنی چاہئے وہ نماز ہے اور نماز بھی یوں نہیں کہ کبھی پڑھ لیا اور کبھی چھوڑ دیا، یہ اچھی چیز نہیں ہے بلکہ نماز با جماعت کا اہتمام خشوع وخضوع کے ساتھ دل لگا کر انسان کو پڑھنا چاہئے، تمام کی تمام چیزیں نمازوں کو ضائع کرنے میں داخل ہے، ہم لوگ نماز میں چلے آتے ہیں، لیکن دل ودماغ میں وہی دوسرے خیالات چکر لگاتے رہتے ہیں اور ہم اسی میں غور وفکر میں لگے رہتے ہیں، پتہ بھی نہیں چل پاتا کہ کتنی رکعت ہوگئی ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے، کیونکہ ہم نماز کے اندر ہیں تو ظاہر ہے کہ ہم باہر کا کوئی کام نہیں کر سکتے، اسلئے اس کو سوچنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کوئی فائدہ نہیں ہے، دل ودماغ میں اس کو بٹھانے سے، خیالات آئیں گے لیکن اس پر غور کرنا اور اس کو جمانا یہ ٹھیک نہیں ہے، اگر خیالات آئیں تو انہیں فوراً دور کر کے یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے، ہم اسکے دربار میں کھڑے ہیں اور اس کی عبادت کر رہے

ہیں، اسی طرح سے بہت سے مقتدی حضرات ہیں جو امام سے پہلے نیت باندھ لیتے ہیں یا امام سے پہلے رکوع و سجود میں چلے جاتے ہیں، وغیرہ، یہ انتہائی خطرناک بات ہے، اگر امام نے ابھی تکبیر تحریمہ کہی اور آپ نے نیت باندھ لی تو آپ کی نماز امام سے پہلے شروع ہوگئی تو اس صورت میں آپ کی نماز نہیں ہوگی، اس لئے کہ آپ مقتدی ہیں نہ کہ امام یہ ساری چیزیں نماز کے ضائع کرنے میں داخل ہیں۔

اضاعوا الامانة: امانتوں کو بھی ضائع و برباد کریں گے، امانت سے مراد یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو کسی نے روپیہ، پیسہ دیا اور ہم نے اسے حفاظت سے رکھ دیا او رجب اس نے مانگا تو اس ے وہی حوالہ کردیا تو ہم بہت بڑے امین ہیں، یہ بھی امانت کی ایک قسم ہے، پوری امانت نہیں ہے، اللہ کے حبیب ﷺ کے جو احکامات ہیں اور بہت سے ملکی وہ قوانین جو جائز حدود میں آتے ہیں وہ سب بھی امانت کے دائرے میں آتے ہیں اور اس کا لحاظ کرنا بھی انسان پر ضروری ہوا کرتا ہے اور آگے اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: "**واکلوا الربا**" لوگ سود کھائیں گے، سود خوری اتنی عام ہو جائے گی کہ سود کھانے سے لوگ پرہیز نہیں کریں گے، یہ اور بات ہے کہ اٹھا پٹک کے شکار ہوں گے، اجاڑ کے شکار ہوں گے، کبھی بچ کر کے جا نہیں سکتے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے کہ "**یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات**" اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، سود کو ایسے گھٹاتا ہے کہ انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اللہ اسے اجاڑ رہا ہے اور وہ زوال کے قریب جا رہا ہے اور ایسا اجاڑتا ہے کہ پھر وہ جمنے کی پوزیشن میں کبھی نہیں رہ جاتا، اللہ کے حبیب ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا کہ آخر زمانے میں لوگ سود سے پرہیز کریں گے تو کم از کم اس کا غبار اور دھنواں تو لگ ہی جائے گا، جیسے ہمارے ملک ہندوستان کے اندر کہ کچھ نہ کچھ تو لگ ہی جاتا ہے اس سے بہت زیادہ پرہیز کرنے کی ضرورت ہے۔

آگے فرمایا:”ویکون الحکم ضعفا“ فیصلہ کمزور ہوجائے گا، انصاف کا مادہ کمزور ہوجائے گا، یامراد یہ ہے کہ اہل حق کمزور ہوجائیں گے اور اہل باطل کا غلبہ ہوگا، ان کی چلے گی، اور وہ اپنی چلائیں گے، غلط فیصلے دیں گے اور جو صحیح بات ہوگی اس کو غلط قرار دیں گے۔

آگے اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا:”وکثرت الطلاق“ طلاق کی کثرت ہوگی، یہ چیز تو آج کے دور میں بالکل کھلے طور پر دیکھی جارہی ہے، ہر جگہ طلاق کی کثرت حالانکہ طلاق ان چیزوں میں سے ہے جسے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے بدرجہ مجبوری استعمال کرنے کے لئے دیا ہے، اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا:”ابغض الحلال الی اللہ الطلاق“ جو چیزیں حلال ہیں ان میں اگر کوئی چیز اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے لئے ناپسندیدہ ہے تو وہ طلاق ہے جس چیز کی اجازت بدرجہ مجبوری دی جاتی ہے تو اسے بدرجۂ مجبوری ہی استعمال کیا جائے، بغیر مجبوری کے اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں طلاق کا استعمال اتنا عام ہوچکا ہے کہ ابھی آپ دارالافتاء میں چلے جایئے اور دیکھئے، اس میں جتنے سوالات پوچھے گئے ہوں گے ان میں کچھ سوالات کو چھوڑ کر اکثر سوالات طلاق ہی کے بارے میں ہوں گے، اگر اسلام طلاق کی اجازت نہ دیتا تو بہت سی مرتبہ رشتہ ایسا ہوجاتا ہے کہ جس میں نباہ کی کوئی صورت نہیں ہوتی، اگر عیسائیوں اور ہندوؤں کی طرح مکمل طلاق پر پابندی ہوتی کہ نکاح کے بعد آپ طلاق ہی نہیں دے سکتے تو زندگی اجیرن ہوجاتی اور شادی ہوتی ہے سکون کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے جیسا کہ اللہ نے خود قرآن کریم میں فرمایا: اور اللہ کے حبیب ﷺ نے احادیث میں بیان فرمایا: تو اس سے بچنے کے لئے انسان کو ایک راستہ دیا گیا، جیسے لائسنسی اسلحہ ہوتا ہے کہ بدرجۂ مجبوری آدمی چلاتا ہے ایسا نہیں ہے کہ جب بھی کوئی

معمولی بات پیش آجائے اور کچھ ان بن کسی سے ہوجائے تو فوراً چلا کر کام ختم کردے، یہ ایک غلط طریقہ ہے جو ہمارے اور آپ کے درمیان رائج ہے، اور جب جاہل لوگ طلاق لیتے ہیں تو وہ بھی ایک دو پر اکتفاء نہیں کرتے وہ اور ان کے اولیاء بھی جب طلاق لیتے ہیں تو دھمکی دلوا کر کے مجبور کر کے تین طلاقیں اکٹھے ہی دلواتے ہیں اور جب تین طلاقیں دے دی گئیں تو ظاہر ہے کہ تین تین ہی ہے، تین ایک نہیں ہے، تینوں پڑگئی ہے اور عورت آپ کے لئے ہمیشہ ہمیش کے لئے حرام ہوگئی، اگر کسی دوسرے شوہر سے پھر اس کا نکاح ہوا اور وہ اس کے ساتھ رہا، بیوی کی طرح سے رکھا، پھر طلاق دیا پھر عدت گزری، پھر آپ اس سے شادی کر سکتے ہیں، یہ حلالہ کوئی حیلہ نہیں ہے، جو ہم اور آپ استعمال کر رہے ہیں، یہ شریعت کی منشاء کے بالکل خلاف ہے، شریعت نے یہ طریقہ بتلایا تھا کہ اگر کسی نے یہ طلاق دیدیا اور عورت دوسرے کے نکاح میں پھر چلی گئی اور اس نے اس سے عورت جیسا معاملہ کیا، پھر اس نے کسی وجہ سے طلاق دے دی اور عدت گزر گئی، اب کرنا چاہتے ہیں تو کر لیجئے، یہ مطلب ہے اور یہ حلالہ جو اس وقت رائج ہوگیا ہے کہ ادھر طلاق دیا اور پھر ادھر حلالہ کرنے کے لئے کسی کو تلاش کرنا شروع کر دیا کہ بھیا آپ نکاح کر کے طلاق دے دیجئے، اب اس کی مرضی ہے دے چاہے نہ دے، آپ کیا کر سکتے ہیں؟ اور انسان جوش میں ایک دو طلاق نہیں دیتا، بلکہ پوری تین طلاق یا اس سے زیادہ ہی دیتا ہے، اس کے بعد جب گھر میں اسے معصوم بچوں کے اداس چہرے نظر آتے ہیں، گھر کا اجڑنا و برباد ہونا نظر آتا ہے، معاشرہ میں بے عزتی ہوتی ہے وہ چیزیں ان کو سمجھ میں آتی ہیں، معاشرے میں ایسے لوگ گری ہوئی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں تو یہ تمام باتیں انہیں ستانا شروع کرتی ہیں، تب وہ سوچتے ہیں کہ کسی طرح سے بیوی واپس آجائے اور نباہ کی کوئی صورت بن جائے، ظاہر ہے کہ آپ کو شریعت نے جو پاور دیا

تھا وہ ایک اور دو تک دیا تھا، آپ نے جب پورا استعمال کرلیا ہے تو آپ کو وہ لوٹا کیسے دی جائے، پھر مولانا و مفتی کے دروازے پر دستک دے کر درد بھری داستان سنائی جاتی ہے اور یہ بتایا جاتا ہے ہم بہت غصہ میں آگئے تھے، اس لئے طلاق دے دیا تھا، تو سوال یہ ہے کہ کوئی خوشی میں بھی طلاق دیتا ہے، کوئی پیار ومحبت میں بھی طلاق دیتا ہے، غصے میں ہی تو لوگ طلاق دیتے ہیں، آنکھوں سے اشکوں کے دریا بہائے جاتے ہیں، بڑے عجیب اور درد بھرے انداز میں پوری کہانی مفتی صاحب کو بتائی جاتی ہے اور یہ سوچا جاتا ہے کہ مفتی صاحب کہیں سے کوئی راستہ نکال کر دے دیں، تو بڑی اچھی بات ہے اور بہت سے لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ مولانا کچھ لے کر گنجائش نکال دیجئے۔

یہ وہ عدالت نہیں ہے کہ جہاں پر کچھ لے کر کچھ دے دیا جائے، بہت مجبوری میں اگر انسان کو طلاق دینی پڑگئی تو یہ لفظ زبان پر لایا جاتا ہے ورنہ نہیں، لیکن پہلے ہر طرح کی نباہ کی کوشش کیجئے اور کوشش کرنے کے بعد جب بالکل سمجھ میں آجائے کہ اب نباہ نہیں ہوسکتا ہے، تب صرف ایک طلاق کا استعمال کیجئے، تاکہ عدت کے اندر اگر واپسی چاہتے ہو تو واپسی بھی ہوجائے اور اگر عدت گزر گئی ہے اور نکاح چاہتے ہو تو آسانی سے نکاح بھی ہوجائے، کوئی حرج کی بات نہیں ہے، لیکن دو تین بلاوجہ استعمال کرنا اگر اتنے سے ضرورت پوری ہو جارہی ہے تو اس سے زیادہ دینے کی ضرورت ہی کیا ہے، الحمد للہ ثم الحمد للہ آج بھی پڑھا لکھا معاشرہ اور مولانا و مولویوں کا طبقہ اس معاملے میں بہت پاک وصاف ہے اور سب کو اس کا اعتراف بھی ہے، ایک صاحب ہیں نماز، روزے کی کوئی خاص پابندی نہیں ہے، آزاد خیال ہیں، لیکن اپنے گھر میں کسی کا رشتہ تلاش کر رہے تھے کسی حافظ مولوی کے ساتھ، ایک صاحب کے ساتھ لگا رہے تھے لگی نہیں، میں نے ان سے پوچھا کہ وہ لوگ تو ایسے ہیں، اور تلاش

کرر ہے ہیں کوئی مولانا و حافظ، کبھی آپ نے معلوم کیا کہ ان سے پوچھا کہ یہ کیوں؟ تو اس نے کہا کہ مولانا لوگ اپنی بیویوں کو ستاتے ہیں اور جلدی طلاق نہیں دیتے۔

آگے اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: "وکان الامراء والوزراء کذبة" اور امیر و وزیر لوگ جھوٹے بن جائیں گے، آج کے دور میں اس پر بہت زیادہ گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کون سا وہ ایم پی وایم ایل اے ہے جو کھلے طور پر جھوٹ نہیں بولتا ہے اور ایک لیڈر (ملائم سنگھ) نے تو ایک لیڈر (اڈوانی) کے بارے میں بیان دیا تھا کہ ان کی باتوں پر ہمیں بھروسہ ہے اس لئے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جو اپنی جگہ پر بالکل سچا جھوٹ ہے۔

آگے اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: "واذا لبسوا مسوک الضان قلوبهم انتن من الجيف" جب لوگ بھیڑئے کی کھال کی طرح لباس استعمال کریں گے، یعنی موٹا جھوٹا پہنیں گے تا کہ اپنے کو صوفی ظاہر کریں، اپنے کو راہب و دیندار ظاہر کریں، اللہ کے حبیب ﷺ فرماتے ہیں کہ حالانکہ ان کا دل کیسا ہوگا، مردار سے زیادہ بدبودار ہوگا۔ "وامر من الصبر" ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے، دل میں اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کا تعلق نہیں ہوگا، ان کی محبت نہیں ہوگی، محبت کی چاشنی بھی نہیں ہوگی، ایسے لوگ اپنے کو صوفی ظاہر کرر ہے ہوں گے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ورغلانے اور بہکانے کے لئے علم دین حاصل کریں گے، فقہ حاصل کریں گے، اپنے کو جتانے کیلئے اپنی بڑائی کے لئے اور تا کہ لوگ سلام کریں، اس لئے ایسا لباس اور ایسی چیزوں کا استعمال کریں گے، تا کہ پتہ چلے کہ بہت بڑے اللہ والے ہیں، حالانکہ ان کے دل اتنے سڑے ہوں گے کہ بدبو پھوٹ رہی ہوگی اگر کوئی محسوس کرنے والا ہوگا تو محسوس کرے گا۔ یغشیهم الله....... ایسے لوگ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں، ورنہ اللہ انہیں ایسے فتنوں میں مبتلا کرے گا، جیسے

ظالم یہودی لوگ، وادی تیہ میں چالیس سال تک حیران وسرگرداں رہ گئے تھے اور نکلنے کا کوئی ذریعہ نظر نہیں آیا، ایسے ہی ان کو بھی اللہ پھنسا کر رکھے گا، آج کے دور میں اگر کوئی علم فقہ یا علم دین یا دینداری اس لئے اختیار کرتا ہے تاکہ لوگ ہمیں بزرگ سمجھیں اور اس طرح سے ہمارے فتوحات کے دروازے کھلیں تو یہ یقین جانئے کہ وہ آئندہ کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہونے والا ہے۔

آگے اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: "**وکثرت التجارۃ**" تجارت بہت عام ہوجائے گی، یہاں تک عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ شریک ہوکر تجارت کریں گی، آج دیکھ لیجئے کہ کوئی سی منڈی و بازار مل وفیکٹری کارخانہ وغیرہ ایسا ہے جس میں عورتیں نہیں ملتی ہیں، جو غیر ہیں انہیں چھوڑ دیجئے، یہود ونصاریٰ کی باتیں جانے دیجئے، اپنے اندر آکر دیکھئے کہ کیا ہماری عورتیں بازاروں میں ماری ماری نہیں پھرتی ہیں، کیا ہماری عورتیں دکانوں میں بیٹھ کر سیلس مین کا کام نہیں کرتی ہیں اور اپنے بناؤ سنگار سے گاہکوں کے لبھانے کا کام نہیں کرتی ہیں، اس طرح سے وہ تجارت میں مردوں کے شانہ بشانہ شریک ہورہی ہیں، اور اللہ کے حبیب ﷺ نے جو فرمایا تھا وہ کھلی آنکھیں انسان آج دیکھ رہا ہے، اور دیکھ ہی نہیں بلکہ اس کو کرنے کی بات کہہ رہا ہے اور اس کے لئے آواز اٹھا رہا ہے، وغیرہ، اس طرح کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہوکر ہمارے مسلمان بھائی بھی اپنی عورتوں کا باہر نکالنے پر تلے ہوئے ہیں۔

آگے فرمایا: "**وبیع الحکم**" اور انصاف بکنا شروع ہوجائے گا اور ظلم کو قابل فخر چیز سمجھا جانے لگے گا، یعنی ظلم جو انتہائی قبیح اور گھٹیا چیز ہے جسے کرنے کے بعد انسان شرماتا ہے اور شرمانا بھی چاہئے، لیکن لوگ ایسے نہیں رہ جائیں گے بلکہ ظلم کر کے فخر کریں گے، ان کا سر غرور سے اونچا رہے گا، دیکھ لیجئے امریکہ واسرائیل، لیبیا وشام وغیرہ جہاں آپ نظر اٹھائیں گے وہاں یہ چیزیں آپ کو کھلے عام نظر

آئیں گی، پولیس والوں کی کثرت ہوگی، دیکھ لیجئے، ہر ملک کے اندر پولیس وسیکورٹی بڑھائی جارہی ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جتنے ہی پولیس کے افراد بڑھائے جاتے ہیں، اتنے ہی جرائم اور جرائم پیشہ افراد بھی بڑھ رہے ہیں، اللہ کے حبیب ﷺ فرماتے ہیں کہ جب یہ چیزیں شروع ہوجائیں اور ایسا ہونے لگے تو "**فلیرتقبوا عند ذلک ریحا حمراء ومسخا وقذفا وآیات**" پھر اب سرخ آندھی کا انتظار کیجئے اور کہیں دھنسائے جائیں گے تو کہیں پتھروں کی بارش کی جائے گی، کہیں چہرے بگاڑے جائیں گے اور بہت سے عذابات نازل ہوں گے، ایسے ہی جیسے کہ پرانا ہار یا تسبیح ہوتی ہے وہ اچانک ٹوٹتی ہے تو اس کے دانے بکھر کر گرنے لگتے ہیں اور روکنے سے رکتے نہیں ایسے ہی انسانوں پر عذابوں کی بارش شروع ہوجائے گی، اللہ رب العزت ان تمام فتنوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائے اور بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

مردوں کو زنانہ اور عورتوں کو مردانہ وضع اختیار کرنا ممنوع اور لعنت کا سبب

وعن عائشه رضی الله عنها قالت اومأت امرء ة من وراء ستر بيدها كتاب الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقبض النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يده فقال ما ادرى ايد رجل ام يد امرء ة قالت بل يد امرء ة قال لو كنت امرء ة لغيرت اظفارک بالحناء.

(رواہ ابوداؤد والنسائی)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں ایک پرچہ تھا، اس نے پرچہ دینے کیلئے پردہ کے پیچھے سے آنحضرت ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آپ ﷺ نے ہاتھ روک لیا اور فرمایا کہ نہ معلوم مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا، اس نے کہا کہ یہ عورت کا ہاتھ ہے، فرمایا اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو مہندی کے ذریعہ بدل دیتی، (یعنی مہندی سے رنگ لیتی)''۔ (مشکوۃ شریف، ص ۳۸۳، از ابوداؤد ونسائی)

تشریح: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صحابی عورتیں آنحضرت ﷺ سے پردہ کرتی تھیں اسی لئے تو ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے پرچہ دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا، اگر بے پردہ.............؟

☆☆☆

سونے چاندی کا زیور اور ان کے استعمال کرنے کا حکم

وعن اختٍ لحدیفة ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال یا معشر النسآء اما لکن فی الفضة ما تحلین به اما انه لیس منکن امراة تحلی ذهبا تظهره الا عذبت به. (رواہ ابوداؤد والنسائی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بہن روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عورتو! کیا چاندی کے زیور سے تمہاری آراستگی کا کام نہیں چل سکتا؟ خبردار! تم میں سے جو عورت ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی اس کی وجہ سے ضرور عذاب بھگتے گی۔ (مشکوۃ شریف: ص ۳۷۹، از ابوداؤد ونسائی)

تشریح: یہ تو سب جانتے ہیں کہ عورتوں کو زیور سے بہت زیادہ محبت ہوتی ہے، ایک بزرگ کہتے تھے کہ اگر عورت کے جسم میں ہر جگہ سونے کی کیل گاڑی دی جائے تو سونے کی محبت کی وجہ سے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ کرے گی، اللہ تعالیٰ کی شریعت میں اعتدال ہے، نفس کی خواہشوں کی بھی رعایت رکھی ہے، مگر حدود مقرر

فرمادی ہیں اور ایسے قانون لاگو فرمادیئے ہیں جو انسان کو غرور وتکبر، شیخی، دوسروں کی حقارت، خود پسندی اور خلق خدا کی دل آزاری اور حق تلفی سے باز رکھتے ہیں اگر کسی عورت کو حلال مال سے میسر ہو تو سونے اور چاندی دونوں کا زیور پہن سکتی ہے، جائز ہونے کی ایک شرط زیور بنانے سے پہلے ہے، یعنی یہ کہ حلال مال سے ہو اور دو شرطیں زیور پہننے کے بعد ہیں ایک یہ کہ زکوۃ اور دیگر واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی نہ ہو، دوم یہ کہ دکھاوے کے لئے زیور نہ پہنا جائے اور اس سے شیخی بگھارنا مقصود نہ ہو، چاندی کا زیور کوئی خاص زیور نہیں سمجھا جاتا ہے اور اس میں ریاکاری اور شیخی خوری کا موقع زیادہ نہیں ہوتا، اس لئے چاندی کے زیور سے کام چلانے کے لئے ارشاد فرمایا: گو دکھاوے اور اظہار شان اور دوسروں کو حقیر جاننے سے بچنا چاندی کا زیور پہن کر بھی ضروری ہے، چاندی کے زیور سے کام چلانے کی ترغیب دیتے ہوئے آنحضرت فخر عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے عورتو! کیا تمہاری آراستگی کا کام چاندی کے زیور سے نہیں چل سکتا؟ اسی سے کام چلاؤ، سونا پہننے والی عورتیں بہت کم دکھاوے سے بچتی ہیں، اسی کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت ظاہر کرنے کے لئے سونے کا زیور پہنے گی اس کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا، زیور دکھانے کا مرض عورتوں میں بہت ہوتا ہے، اور کسی کو پتہ نہ چلے تو مجلس میں بیٹھے ہوئے ترکیبوں اور تدبیروں سے بتاتی ہیں، دیکھو ہم زیور پہنے ہوئے ہیں، مثلاً بیٹھے بیٹھے گرمی کا بہانہ کر کے ایک دم کان اور گلا کھول دیں گی، زبان سے کہیں گی اوئی کتنی گرمی ہے اور دل میں زیور ظاہر کرنے کی نیت ہے، اللہ تعالیٰ نفس کی مکاریوں سے بچائے۔

مذکورہ بالا خرابیاں نہ ہوں تو عورتوں کو زیور پہننے کی گنجائش ہے، مگر نہ پہننا پھر بھی افضل ہے، دنیا میں نہ پہنیں گی تو آخرت میں بہت ملے گا۔

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
ان کنتم تحبون حلیة الجنة وحریرها فلا تلبسوها فی الدنیا. "یعنی اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو چاہتے ہو تو ان کو دنیا میں مت پہنو۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۳۷۹)

جنت میں جو زیور اور لباس اور دیگر نعمتیں ملیں گی ان کی تفصیل جاننے کے لئے ہماری کتاب "جنت کی نعمتیں" پڑھئے۔

وعن ثوبان رضی الله تعالیٰ عنه قال کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا سافر کان آخر عهده بانسان من اهله فاطمة واول من یدخل علیها فاطمة فقدم من غزاة وقد علقت مسحا او سترا علی بابها وحلت الحسن والحسین قلبین من فضة فقدم فلم یدخل فظننت ان ما منعه ان یدخل ما رای فهتکت الستر وفکت القلبین عن الصبیین وقطعت منهما فانطلقا الی رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یبکیان فاخذه منهما فقال یا ثوبان اذهب بهذا الی ال فلان ان هؤلاء اهلی اکره ان یاکلوا طیباتهم فی حیاتهم الدنیا یا ثوبان اشتر لفاطمة قلادة من عصب وسوارین من عاج. (رواہ احمد وابوداؤد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب سفر میں تشریف لے جاتے تو اپنے گھر والوں میں سب سے آخری ملاقات حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے تھے۔ اسکے بعد روانہ ہوتے تھے۔ اور جب واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد سے واپس ہوئے (اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہونے کا ارادہ فرمایا مگر) داخل نہیں ہوئے، بات یہ تھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (دیوار یا طاق پر) ایک پردہ لٹکا لیا تھا

اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے دو کنگن پہنا دیئے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے (یہ ماجرا دیکھ کر کہ آپ تشریف لاتے لاتے واپس روانہ ہو گئے) فوراً محسوس فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی وجہ یہی دو چیزیں ہیں جو مزاج گرامی کو ناگوار ہوئیں، چنانچہ انہوں نے خود ہی وہ پردہ پھاڑ دیا اور دونوں صاحبزادوں کے کنگن کاٹ کر علیحدہ فرمادیئے دونوں صاحبزادے روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنگن ان کے ہاتھوں سے لے لئے اور (مجھ سے) فرمایا کہ اے ثوبان! لو یہ لے جاؤ اور فلاں (غریب) گھرانے کے لوگوں کو دے دو (وہ فروخت کر کے اپنا کام چلالیں گے) یہ لوگ میرے گھر والے ہیں، میں یہ پسند نہیں کرتا کہ یہ لوگ اپنے حصہ کی عمدہ چیزیں دنیاوی زندگی میں استعمال کرلیں، (پھر فرمایا) اے ثوبان رضی اللہ عنہ! فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے (جانوروں کے) پٹھوں سے بنا ہوا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ۔

(مشکوۃ شریف: ص ۳۸۳، از احمد وابوداؤد)

تشریح: اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد اور دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کے استعمال سے بے رغبتی کی ایک جھلک معلوم ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف خود اپنے لئے بلکہ اپنے گھر والوں کے لئے بھی دنیاوی لذتوں اور نعمتوں میں پڑنا ناپسند فرماتے تھے، ناپسند تو سب ہی کے لئے تھا مگر اس سلسلہ میں زیادہ توجہ خود عمل پیرا ہونے کی طرف تھی، حلال چیزیں استعمال کرنا چونکہ گناہ نہیں ہے اس لئے سختی سے روکنا مناسب نہ تھا، البتہ اپنے حق میں سختی فرماتے تھے اور گھر والوں کو تنبیہ فرماتے رہتے تھے، زیور اگرچہ عورت کے لئے حلال ہے مگر اسی کو پسند فرمایا کہ استعمال نہ کیا جائے کیونکہ دنیا میں نعمتوں کے استعمال سے خطرہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں کم ملیں، ظاہر ہے کہ دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے سامنے بالکل ہیچ ہیں،

اللہ کا پیارا نبی ﷺ یہ کیونکر پسند فرماتا کہ آخرت کی نعمتوں میں کمی آئے، اسی لئے چاندی کے کنگن ایک غریب گھرانے کے لئے بھیج دیئے۔ **فصلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ والہ بقدر کمالہ وجمالہ.**

مسئلہ: عورتوں کو چاندی سونے کا زیور پہننا جائز ہے، بشرطیکہ حلال مال سے ہو اور ریاکاری مقصود نہ ہو، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے، اور مردوں کو صرف چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے بشرطیکہ ساڑھے ۴ ماشہ سے کم ہو۔ عورتوں اور مردوں کو اور کسی طرح سے سونے چاندی کا استعمال جائز نہیں ہے۔ مثلاً سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا اور سونے چاندی کے چمچہ سے کھانا یا ان کی سلائی سے یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا یہ سب حرام ہے، مردوں کے لئے بھی اور عورتوں کے لئے بھی، جس پلنگ یا کرسی کے پائے سونے یا چاندی کے ہوں اس پر لیٹنا بیٹھنا بھی حرام ہے، اور اس میں مرد و عورت سب کا ایک حکم ہے۔

☆☆☆

بجنے والا زیور پہننے کی ممانعت

وعن بنانة مولاه عبد الرحمن بن حیان الانصاری کانت عند عائشة اذ دخلت علیها بجاریة وعلیها جلاجل یصوتن فقالت لا تدخلنها علی الا ان تقطعن جلاجلها سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول لا تدخل الملئکة بیتا فیه جرس. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت بنانہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھی اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت ایک لڑکی کو ہمراہ لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندر آنے لگی، وہ لڑکی جھانجن پہنے ہوئے تھی جن سے آواز آرہی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک اس کے جھانجن نہ کاٹے جائیں میرے پاس اسے ہرگز نہ لانا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ''جس گھر میں گھنٹی ہو اس میں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مشکوۃ: ص ۳۷۹، عن ابی داؤد)

تشریح: ایک حدیث میں ہے: **الجرس مزامیر الشیطان.** (مشکوۃ ص ۳۳۸) ''گھنٹیاں شیطان کے باجے ہیں''۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: **مع کل جرس شیطان.** (مشکوۃ: ص ۳۷۹) ''ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے''۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بجنے والا زیور اور گھونگرو اور گھنٹیاں شیطان کو پسند ہیں، اور یہ شیطان کے باجے ہیں، جب ان میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جہاں پر ایسی چیزیں ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ ان حدیثوں کے پیش نظر فقہاء نے لکھا ہے کہ ایسا زیور جس کے اندر خول میں بجنے والی چیزیں پڑی ہوئی ہوں اس کے پہننے کی شرعاً اجازت نہیں ہے، جیسے پرانے زمانہ میں جھانجن ہوتے تھے، اور اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں ایسی بنائی جاتی تھیں، دیہات میں اب بھی اس طرح کے زیور کا رواج ہے، یہ سب ممنوع ہے۔

جس زیور میں بجنے والی چیز نہ ہو مگر زیور آپس میں ایک دوسرے سے مل کر بجتا ہو اس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِن زِيْنَتِهِنَّ (سورۂ نور:۳۱)

''اور اپنے پاؤں (چلنے میں زمین پر) زور سے نہ ماریں تاکہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جائے جس سے وہ پوشیدہ طور پر آراستہ ہیں''۔

جانوروں کے گلے میں جو گھنٹی ڈال دیتے ہیں اس سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

لا تصحب الملئكة رفقة فيها كلب ولا جرس. (مشکوۃ، ص ۳۳۸)

''یعنی جن لوگوں کے ساتھ کتا یا گھنٹی ہو (رحمت کے) فرشتے ان کے ساتھ نہیں رہتے''۔

گانا بجانا شیطانی دھندا ہے

یہ حقیقت ہے کہ جو لوگ شیطانی اعمال کرتے ہیں ان کو بجنے بجانے والی چیزوں سے محبت اور رغبت ضرور ہوتی ہے اور شیطانی کاموں میں ایسی چیزوں کی

بہتات ہوتی ہے، ہندوؤں اور یہود ونصاریٰ کے مندروں اور گرجوں میں خاص طور سے ایسی چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔ شیطان کو چونکہ یہ چیزیں پسند ہیں اس لئے اپنے ماننے والوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے کہ ایسی چیزیں رکھیں اور بجائیں، مسلمانوں میں بھی جو لوگ خواہش نفس کے مطابق چلتے ہیں اور رنج وخوشی میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے ان پر بھی شیطان قابو پالیتا ہے اور ان کو گانے بجانے کی چیزوں میں مشغول کر دیتا ہے، ان سے گانے گواتا ہے اور باجے بجواتا ہے اور خود بھی سنتا اور مزے لیتا ہے، یہ مصیبت عام ہی ہوگئی ہے، کہ ہر وقت نفس کو خوش کرنے کے لئے ریڈیو کھولے رہتے ہیں یا ٹیپ ریکارڈ چلائے رکھتے ہیں، خصوصاً کھانے کے وقت گانا سننے کا بہت زیادہ خیال کرتے ہیں تا کہ جب منہ میں لقمہ جائے تو گلے سے نیچے دھکیلنے کا کام گانے کی دھن اور سر سے ہو جائے۔

قوالی کی محفلوں میں باجے

اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ بہت سے مواقع میں گاجے باجے کو ثواب سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ قوالی کی مجلسیں منعقد کرتے ہیں اور راتوں رات قوال کا گانا سننے کے لئے جاگتے ہیں اور چونکہ اس موقع پر حضور اقدس ﷺ کی نعت اور مدح کے اشعار بھی ہوتے ہیں اس لئے اس محفل کی شرکت کو ثواب سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص سمجھائے اور بتائے تو اس کو کہتے ہیں کہ یہ وہابی ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی نعت سننے سے منع کرتا ہے حالانکہ منع کرنے والا ایسے نعتیہ اشعار کہنے اور سننے سے نہیں روکتا جو سچ ہوں اور صحیح ہوں وہ تو گانے بجانے کے آلات پر پڑھنے سے روکتا ہے۔ اگر حضور ﷺ کی نعت سننے کا شوق ہے تو بغیر ہارمونیم اور بغیر طبلہ اور بغیر ساز وسارنگی کے سنئے، حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص بغیر ساز وسارنگی کے اور

بغیر طبلہ باجے کے نعت پڑھنے بیٹھ جائے تو دس پانچ آدمی سننے کے لئے جمع ہوجائیں گے۔ اور دس پانچ منٹ میں منتشر ہوجائیں گے، خدارا انصاف کرو کیا یہ راتوں رات جاگنا نعت نبی (ﷺ) کا نام گرامی استعمال کرکے نفس وشیطان کو لذیذ گانے کی حرام غذا دینے کے لئے ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔

امرنی ربی بمحق المعازف والمزامیر والاوثان والصلب وامر الجاھلیة . (مشکوٰۃ المصابیح ص۳۵۸)

"یعنی میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ گانے بجانے کے آلات کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں"۔

کیسی نادانی کی بات ہے کہ حضور اقدس ﷺ جن چیزوں کے مٹانے کے لئے تشریف لائے ان ہی چیزوں کو حضور اقدس ﷺ کی نعت سننے میں استعمال کرتے ہیں، پھر اوپر سے ثواب کی امید بھی رکھتے ہیں، نفس وشیطان نے ایسا غلبہ پایا ہے کہ قرآن وحدیث کے قانون بتانے والوں کی بات ناگوار معلوم ہوتی ہے، اللہ پاک سمجھ دے اور حضور پاک ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے کے لئے جذبات نصیب فرمائے۔ پھر رات بھر قوالی سنتے ہیں اور فجر کی اذان ہوتے ہی نماز پڑھے بغیر سو جاتے ہیں، یہ ہیں محبت نبوی ﷺ کے متوالے جنہیں فرضوں کے غارت کرنے پر ذرا بھی ملال نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

محرم کے تعزیوں میں ڈھول باجے

اور دیکھئے محرم میں کیا ہوتا ہے، آٹھویں، نویں، دسویں، تاریخ کے جلوس اور اونچے اونچے تعزیوں کی لمبی لمبی قطاریں بازاروں میں ہوکر گزرتی ہیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا ماتم اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مصیبتوں اور تکلیفوں کی مرثیہ خوانی

کے عنوان پر جو کام ہوتے ہیں وہ بھی ڈھول ڈھمکے اور باجے گاجے سے بھرپور ہوتے ہیں جو شخص ان غیر شرعی حرکتوں سے منع کرے تو اس کی بات کو وہابی کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ ارے سمجھدارو! یہ تو بتاؤ کہ ماتم اور مرثیہ خوانی میں تاشے بجانا، نقارے پیٹنا اور بجانے کے دوسرے سامان استعمال کرنا یہ رنج کی کونسی قسم ہے۔ نکلتے ہیں ماتم کا نام کرنے اور سامان کرتےہیں نفس وشیطان کے خوش کرنے کے۔ اول تو ماتم اور مرثیہ خوانی ہی منع ہے، پھر اوپر سے اس کو ثواب سمجھنا اور گانے بجانے کے سامان سے اس کو بھرپور کر دینا یہ سب اعتقاد کا فساد ہے، اور سب حرکتیں گناہ در گناہ ہیں، جس چیز کی بنیاد خیر پر ہوتی ہے اس میں قرآن وحدیث کی خلاف ورزی نہیں کیجاتی اور شیطان کو خوش نہیں کیا جاتا۔ عجیب تماشا ہے کہ حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا غم لے کر نکلتے ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشادات کی نافرمانی کرتے ہوئے جھوٹے غم کا اظہار کرتے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے محبت ہونے کی بنیاد پر ماتم کرتے ہیں اور ان ہی کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو عین ماتم ہی کے وقت پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ محبت صحیح اصولوں پر نہیں ہے۔ اگر صحیح اصول کے مطابق ہوتی تو اعمال واشتغال بھی صحیح ہوتے۔ صحیح محبت وہ ہے جو شرعی اصول پر ہو، خوب سمجھ لو۔

☆☆☆

قیامت میں عورتوں کو پریشانی

وعن ابی امامة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اریت دخلت الجنة فاذا اعالی اهل الجنة فقراء المهاجرین وذراری المومنین واذا لیس فیها احد اقل من الاغنیآء النسآء فقیل لی اما الاغنیآء فانهم علی الباب یحاسبون ویمحصون واما النسآء فالهاهن الاحمران الذهب والحریر. (رواہ ابن حبان کما فی الترغیب)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ کی طرف سے یہ منظر دیکھایا گیا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ بلند درجوں والے وہ بے پیسہ والے حضرات ہیں، جنہوں نے (اللہ کی رضا کے لئے) وطن چھوڑ کر ہجرت کی ہے اور اہل ایمان کے بچے بھی اعلیٰ درجات میں ہیں، اور جنت میں مالدار اور عورتیں سب سے کم ہیں، (یہ دیکھ کر میرے دل میں اس کا سبب معلوم ہونے کا داعیہ پیدا ہوا) چنانچہ مجھے بتایا گیا کہ دروازہ پر مالداروں کا حساب ہو رہا ہے اور (مال کے سلسلہ میں) ان کی چھان بین ہو رہی ہے۔ (کہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا) لہٰذا وہ یہاں ابھی نہیں

پہنچے اور عورتیں یہاں آنے سے اس لئے رہ گئیں کہ ان کو سونے اور ریشم نے (اللہ تعالیٰ سے اور دین و آخرت سے) غافل رکھا۔ (الترغیب والترہیب، ص ۱۰۱، ج ۳، از ابن حبان)

تشریح: ایک حدیث میں ہے جس کے راوی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں اکثر داخل ہونے والے مسکین لوگ ہیں، (جن کے پاس دنیا میں مال وزر نہ تھا جس کے ذریعہ اللہ کو بھول کر گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں) اور مال والے حساب دینے کیلئے روک لئے گئے ہیں، البتہ جن مال داروں کو دوزخ میں داخل ہونا ہے ان کے بارے میں دوزخ میں جانے کا حکم مل چکا ہے اور میں دوزخ کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اسکے اندر داخل ہونے والوں میں اکثر عورتیں ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث اور اس کے علاوہ اور بھی دوسری حدیثوں سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ دوزخ میں اکثر عورتیں ہوں گی اور اسکے اسباب بھی کئی عدد بتائے گئے ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں، حدیث بالا میں بتایا ہے کہ عورتوں کے دوزخ میں داخل ہونے کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں ان کو سونے اور ریشم نے خدا سے اور احکام شریعت پر عمل پیرا ہونے سے غافل رکھا ہے، درحقیقت عورتوں میں اچھے سے اچھے کپڑے اور عمدہ سے عمدہ زیور کی طلب اتنی زیادہ ہتی ہے کہ ان دونوں چیزوں کیلئے بہت سے گناہوں میں نہ صرف خود مبتلا ہوتی ہیں بلکہ اپنے شوہروں اور دوسرے عزیزوں کو بھی مبتلا کردیتی ہیں، اگر مال حلال ہو اور وسعت ہو تو زیور پہننا جائز ہے اور عورت کو ریشم کے کپڑے پہننا بھی جائز ہے اور اب تو ریشم کی کوئی حقیقت ہی نہیں اس سے زیادہ بڑھ کر عمدہ اور پسندیدہ کپڑوں کے انواع واقسام مارکیٹ میں آچکے ہیں۔

بہر حال قیمتی کپڑوں کا پہننا بھی جائز ہے، لیکن اس کے حاصل کرنے کے لئے جو ناجائز طریقے اختیار کئے جاتے ہیں اور زیور اور کپڑوں کے استعمال میں دکھاوا اور خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننا اور اپنے کو بڑا سمجھنا جو عورتوں میں پایا جاتا ہے اس نے عورتوں کو آخرت کی کامیابی سے پیچھے دھکیل دیا۔

اول یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اپنے پاس ذاتی حلال مال زیور بنانے کے لائق ہے یا نہیں، یعنی دوسری جائز ضروریات کے باوجود مال میں گنجائش ہے یا نہیں، اگر اپنے پاس ذاتی مال نہ ہو اور شوہر سے بنوانا ہو یا ماں باپ سے تیار کرانا ہو تو ان کے پاس بھی گنجائش دیکھنا چاہئے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ پیسہ پاس نہ ہو یا کم ہو تو سود پر رقم لے کر بنوا لیتی ہیں، شوہر کے پاس نہیں ہوتا تو اسے مجبور کرتی ہیں کہ کہیں سے رقم لا کر دے، اگر وہ نیک آدمی ہے، رشوت سے بچتا ہے تو اسے کچو کے دے دے کر مجبور کرتی ہیں کہ رشوت لے اور زیور بنا کر دے، پھر یہ بھی سب عورتیں جانتی ہیں کہ زیور گھر میں ہر وقت نہیں پہنتی ہیں بلکہ اس کی ضرورت بیاہ شادی میں شریک ہونے یا اور کسی طرح کی مجلسوں میں جانے کیلئے ہوتی ہے اور میں چونکہ شان جتانے کے اور دکھاوا کرنے کی نیت ہوتی ہے، اسلئے جس شادی میں شریک ہونا ہے یا جس محفل میں جانا ہے اس کی تاریخ آنے تک بنوا کر چھوڑتی ہیں۔ پھر یہ مصیبت ہے کہ پرانا ڈیزائن کے مطابق بنوانے کی فکر کی جاتی ہے اور اس میں بھی وہی ریاکاری والانفس کا چور موجود ہوتا ہے۔ کپڑوں کے بارے میں بھی یہی بات ہے کہ کئی جوڑے کپڑے رکھے ہیں لیکن مجلسوں اور محفلوں میں جانے کیلئے نئے لباس کی ضرورت سمجھتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ جوڑے تو کئی مرتبہ پہنے جا چکے ہیں ان ہی میں سے پہن کر جائیں گی تو عورتیں نام دھریں گی اور کہیں گی کہ فلانی کے پاس تو یہی دو جوڑے رکھے ہیں ان کو ادل کر بدل کر آجاتی ہے، اس میں بھی وہی دکھاوے کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔

لباس اور زیور کی تیاری سے پہلے اور بعد میں

لباس وزیور تیار کرنے سے پہلے حلال مال دیکھنا چاہئے اور جب زیور، کپڑا بن جائے تو اس کے استعمال کرنے میں دکھاوا اور ریا ونمود اور خود پسندی اور دوسروں کو حقیر جاننے سے پرہیز کرنا لازم ہے جب عورتوں کے سامنے ایسی باتیں کی جاتی ہیں تو کہتی ہیں کہ مولویوں کو کیا ہو گیا کہ بدن پر دو چیتھڑے ڈالنے سے بھی منع کرتے ہیں اور ہاتھوں میں چوڑی ڈالنے سے بھی روکتے ہیں۔ بہنو! مولوی کی کیا حیثیت جو کہ حلال سے روکے، البتہ وہ شریعت کی بات بتاتا ہے، اور اللہ کے سچے رسول ﷺ کی حیثیت سناتا ہے، تم زیور بھی بناؤ کپڑے بھی طرح طرح کے بناؤ، ہر حال میں اللہ سے ڈرو، اللہ کی یاد دل میں بساؤ، زیور کپڑے کے لئے سودی لین دین نہ کرو، نہ شوہر سے رشوت لینے کے لئے کہو، حلال مال میں گنجائش دیکھ کر بنالو، پھر شریعت کے اصول کے مطابق سالانہ زکوٰۃ کے دینے کی فکر کرو اور پہننے میں دکھاوا نہ کرو، اور نہ کسی کو حقیر سمجھو، خداوند قدوس کے حکموں پر چلنے میں جنت کا داخلہ ہے اور اس کی نافرمانیاں کرنے پر جنت کے داخلہ سے رکاوٹ ہے، حدیث شریف میں یہی تو فرمایا کہ عورتوں کو سونے اور ریشم نے اللہ سے اور اس کے حکموں سے غافل رکھا اور یہ چیز ان کے داخلۂ جنت کے لئے اڑکاوابن گئی۔ اصول شریعت کے مطابق لباس اور زیور پہنو، کون روکتا ہے، اور کس کو روکنے کی مجال ہے، شریعت کے احکام بتانا سب سے بڑی خیر خواہی جو بتائے اس کا شکر گزار ہونا چاہئے۔

☆☆☆

خوشبو میں فرق

وعن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم طیب الرجال ما ظهر ریحه وخفی لونه وطیب النساء ما ظهر لونه وخفی ریحه. (رواہ الترمذی والنسائی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کی خوشبو ظاہر ہو، یعنی دوسروں کو بھی پہنچ رہی ہو اور اس کا رنگ پوشیدہ ہو، اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ نظر آ رہا ہو اور خوشبو پوشیدہ ہو۔ (یعنی بہت معمولی خوشبو آ رہی ہو)۔ (مشکوۃ ص ۳۱۸، از ترمذی ونسائی)

تشریح: اس حدیث میں مردوں اور عورتوں کی خوشبو میں فرق بتایا گیا ہے یعنی مرد ایسی خوشبو لگائیں جس سے کپڑے پر رنگ نہ لگے یا ہلکا سا رنگ لگ جائے مگر خوشبو تیز ہو جو دوسروں تک پہنچ رہی ہو۔ مثلاً عطر گلاب، مشک، عنبر، کافور وغیرہ لگالیں اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ کپڑے پر ظاہر ہو جائے مگر خوشبو بہت ہی معمولی ہو، جو خود اپنی ناک تک پہنچ سکے، یا شوہر قریب ہو تو اس کو خوشبو آ جائے، اوپر حدیث میں فرمایا کہ جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کی مجلس میں گزرے گی اور

لوگوں کو اس کی خوشبو آئے گی تو اس عورت کا یہ عمل زنا میں شمار ہوگا، اس بناء پر تیز خوشبو لگانے سے عورت کو سخت پرہیز کرنا لازم ہے اور عورت کو تیز خوشبو لگانے کی ضرورت ہی کیا ہے، صرف شوہر سے تعلق ہے، اس کو سونگھا دینا کافی ہے۔

دیکھئے عصمت اور عفت کو محفوظ رکھنے کے لئے سرورِ عالم ﷺ نے کیسے کیسے اصول بتائے ہیں اور کیسی کیسی نصیحتیں کی ہیں، افسوس ہے کہ اس دور کے مسلمان صرف نام کے مسلمان بنے ہوئے ہیں، دشمنانِ اسلام جو رنگ ڈھنگ اور بے حیائی اختیار کرتے ہیں یہ لوگ بھی ان کے پیچھے لگ لیتے ہیں۔ اللہ کے پاک نبی ﷺ کی پیروی چھوڑ کر بے حیاؤں کے پیچھے لگ جانا ایمان کے دعویداروں کو کہاں تک زیب دیتا ہے؟ خود ہی غور کرلیں۔

☆☆☆

ناپ اور تول کی خیانت

بعض لوگ لینے اور دینے کے پیمانے الگ الگ رکھتے ہیں۔ دیتے وقت کم دیتے ہیں اور لیتے وقت پورا پورا ناپ کر لیتے ہیں۔ یہ نہایت پست اور بہت بڑی اخلاقی بیماری ہے۔ کتاب وسنت کی رو سے ناپ تول میں خیانت کرنا اور ڈنڈی مار کر دوسروں کو کم دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد جگہ ناپ تول میں خیانت کرنے کی سخت مذمت بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا** ''اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پوری پوری کرو، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے''۔ (انعام:۱۵۲) ایک اور جگہ یوں فرمایا: **وَأَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ** ''انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو''۔ (سورہ رحمٰن:۹)

ناپ تول میں خیانت وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور قیامت کا ڈر نہیں ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: **وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ. الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ. وَإِذَا كَالُوْهُمْ أَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ. أَلَا يَظُنُّ أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ. لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ. يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ**

اَلْعَالَمِیْنَ. ''بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا دیتے ہیں کیا انہیں اپنے مرنے کے بعد عظیم دین کیلئے زندہ اٹھائے جانے کا یقین نہیں ہے۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے''۔ (سورہ المطففین: ۱-۶) احادیث میں آتا ہے کہ ''جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے تو وہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے، بعض اپنے ٹخنوں تک بعض اپنے گھٹنوں تک، بعض اپنے کمروں تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور بعض ایسے ہوں گے کہ انہیں پسینے نے لگام ڈالی ہوگی''۔ (صحیح مسلم: کتاب الجنۃ، باب فی صفہ یوم القیامۃ: ۷۲۰۶) لہٰذا ناپ تول میں خیانت کرنے والوں کو کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر جواب دہی کے احساس سے ڈرنا چاہیے۔

ناپ تول میں خیانت کے باعث قوم شعیب علیہ السلام کا انجام

قوم شعیب علیہ السلام بہت سی خرابیوں اور نافرمانیوں میں مبتلا تھی، من جملہ ان میں سے ایک بہت بڑی خرابی ناپ تول میں خیانت کرنا تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں بہت سمجھا۔ فرمایا: **يَا قَوْمِ أَوْفُواْ الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ وَلاَ تَعْثَوْاْ فِي الأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ** ''اے میری قوم! ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو، لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ مچاؤ''۔ (سورہ ہود: ۸۵) ''مگر وہ لوگ باز نہ آئے اور انہوں نے بطور تحقیر و استہزاء کہا: **يَا شُعَيْبُ أَصَلاَتُكَ تَأْمُرُكَ أَن نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَن نَّفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاء إِنَّكَ لَأَنتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْد.** (سورہ ہود: ۸۷) ''اے شعیب علیہ السلام! کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے

باپ داداؤں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں؟ تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے"۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان پر رسوا کن عذاب کو بھیجا، ایک سخت چیخ تھی جس سے ان کے دل پارہ پارہ ہو گئے اور اسی کے ساتھ زمین میں زبردست بھونچال آیا۔ ارشاد ربانی ہے: وَأَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جَاثِمِيْنَ. كَأَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا "ظالموں کو سخت چنگھاڑ نے آ پکڑا، جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے"۔ (سورہ ہود: ۹۴-۹۵)

ناپ تول میں خیانت دنیوی تباہی کا سبب

ناپ تول میں خیانت دنیوی تباہی و بے برکتی کا سبب ہے، آج سماج میں جو بدامنی، بے چینی، چوری، ڈکیتی اور خونریزی پھیلی ہوئی ہے اور دنیا جس اقتصادی بحران اور سیاسی بحران کی شکار ہے۔ یہ سب ناپ تول میں خیانت کی نحوست کے نتائج ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "اے مہاجرین! پانچ گناہوں کی سزا پانچ مصیبتوں کی شکل میں تم پر واقع ہوتی ہے۔ (۱) جس قوم میں بے حیائی عام ہو جاتی ہے ان میں طاعون اور وبائی امراض پھیل جاتے ہیں۔ (۲) جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، سخت محنت اور حکمرانوں کا ظلم مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (۳) جو قوم زکوٰۃ ادا نہیں کرتی ہے ان سے بارش روک لی جاتی ہے۔ (۴) جو قوم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عہد شکنی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ (۵) جو حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مابین لڑائی جھگڑے کو ڈال دیتا ہے۔" (سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب العقوبات ۱۹-۴۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس قوم میں خیانت ظاہر ہوتی ہے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا جاتا ہے۔ جس قوم میں زنا عام ہوجاتا ہے اس قوم کے لوگ بکثرت مرنے لگتے ہیں۔ جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اسکے رزق میں برکت ختم کردی جاتی ہے۔ جو قوم حق کو چھوڑ کر فیصلہ کرتی ہے ان میں خونریزی عام ہوجاتی ہے۔ جو قوم عہد شکنی کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان پر دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔

(الموطا للامام مالک، کتاب الجهاد، باب ماجاء فی الغلول: ۱۳۲۳)

دنیا میں بہت سارے لوگ بے ایمانی، بددیانتی اور دھوکہ دہی کے باوجود فقر وافلاس اور بے چینی وبدامنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ غلط طریقوں سے ڈنڈی مار مار کر مال وزر اکٹھا کرتے ہیں مگر دوسری طرف وہ اوران کے اہل وعیال مختلف مہلک امراض کے شکار ہوجاتے ہیں جن کے علاوج معالجہ کے لئے پانی کی طرح دولت لٹانا پڑتا ہے۔ کبھی قدرتی آفات ان کی جائدادوں کو گھیر لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی جائدادیں تباہ وبرباد ہوجاتی ہیں یا ان کے نوکر چاکر ان کی تجارتوں میں گھپلے کرتے ہیں، جتنا وہ ناجائز ذرائع سے کماتے ہیں، اس سے زیادہ وہ کھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دنیا کا دستور ہے کہ جب رعایا خیانت، بددیانتی، ناپ تول میں کمی جیسے امراض میں ملوث ہوتی ہے تو ان کے شامت اعمال کے نتیجہ میں ان پر مکار، دغاباز، خائن، بدعنوان حکمرانوں کو مسلط کر دیا جاتا ہے، جو اپنے دور اقتدار میں خوب خزانوں میں لوٹ گھسوٹ کرتے ہیں اور رعایا کے مصالح وحوائج کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔

ناپ تول میں خیانت اخروی ہلاکت کا باعث

ناپ تول میں کمی اور تجارت میں خیانت آخرت میں سخت ہلاکت اور رسوائی کا باعث ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: وَمَنۡ يَغۡلُلۡ يَاۡتِ بِمَا غَلَّ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ ثُمَّ

تُوَفّٰی کُلُّ نَفۡسٍ مَّا کَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ ''ہر خیانت کرنے والا خیانت کو لئے ہوئے قیامت کے دن حاضر ہوگا، پھر ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ظلم نہ کئے جائیں گے''۔ (سورہ عمران:۱۶۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی پر بھی اپنے بھائی کا اس کی عزت وآبرو سے متعلق یا کسی اور چیز سے متعلق کوئی حق ہو تو اس کو چاہئے کہ آج ہی اس کا ازالہ کر کے اس کے حق سے عہدہ برآ ہو جائے قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جس میں کسی کے پاس دینار و درہم نہیں ہوں گے، اگر اس کے پاس عمل صالح ہوں گے تو وہ اس کے ظلم کے بقدر لے لئے جائیں گے۔ (اور مظلومین میں تقسیم کر دیئے جائیں گے) اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہوں گی، تو اس کے ساتھی (صاحب حق) کی برائیاں لے کر اس پر لادی جائیں گی۔'' (صحیح بخاری: کتاب المظالم، باب من کانت لہ مظلمۃ: ۲۴۴۹) لہٰذا دنیا میں کی گئیں دست درازیوں اور حق تلفیوں کی معافی وتلافی دنیا ہی میں کر لینا چاہئے۔ ورنہ وہ سخت ہلاکت ورسوائی کا باعث ہوں گی۔

مندرجہ ذیل صورتیں بھی ناپ تول میں کمی کے حکم میں داخل ہیں:

- سامانِ تجارت میں ملاوٹ کر کے فروخت کرنا بھی ناپ تول میں کمی کے حکم میں داخل ہے، جیسے دودھ میں پانی ملا کر فروخت کرنا وغیرہ۔
- سامانِ تجارت میں رہنے والے عیوب کو چھپا کر فروخت کرنا بھی ناپ تول میں کمی کے حکم میں داخل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دونوں سودا کرنے والوں کو اس وقت تک اختیار ہے، جب تک وہ جدا نہ ہوں، پس اگر وہ دونوں سچ بولیں اور عیب ہو تو بتا دیں تو ان کے اس سودے میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔ اور اگر وہ عیب کو چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے سے برکت مٹا دی جاتی ہے''۔ (صحیح بخاری: کتاب البیوع، باب اذا بین البیعان، ۲۰۷۹، صحیح مسلم: کتاب البیوع، الصدق فی البیع والبیان: ۳۸۵۸)

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کا گزر ایک غلہ کے ڈھیر پر سے ہوا، آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں داخل کیا، تو آپ ﷺ نے اندر گیلا پن محسوس کیا، غلہ کے مالک سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: یا رسول اللہ ﷺ! بارش کی وجہ سے کچھ غلہ گیلا ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کو اوپر کیوں نہیں رکھا؟ تا کہ خریدار اس کو دیکھ لے، (پھر وہ لینا چاہے تو لے لے نہ لینا چاہے تو چھوڑ دے)۔ اسکے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من غش فلیس منا** ''جو شخص دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان باب قول النبی من غش فلیس منا: ۲۸۴)

خریداروں کو سامان میں ملاوٹ کر کے دھوکہ دینا یا سامان میں رہنے والے عیب کو چھپا کر دھوکہ دینا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ اس سے بظاہر آمدنی میں اضافہ معلوم ہوتا ہے۔ درحقیقت اس کی تجارت سے برکت مٹا دی جاتی ہے تاجروں کو چاہئے کہ سامان تجارت میں اگر کوئی عیب ہو تو خریداروں کو بتلا دیں، تا کہ خریدار اس عیب کے ساتھ اس کو خریدنا چاہے تو خرید لے ورنہ چھوڑ دے۔

● مزدوروں اور ملازموں کو مزدوری اور تنخواہ دینے میں تاخیر کرنا یا کم دینا بھی ناپ تول میں کمی کے حکم میں داخل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مزدور کو اسکی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو''۔ (سنن ابن ماجہ: ابواب الرہون، باب اجر الاجراء: ۲۴۴۳)

● اسی طرح ملازموں کا اپنا مفوضہ اور مقررہ کاموں میں کوتاہی کرنا یا جتنا وقت دینا ہے اس سے کم وقت دینا یا مزدوروں کا اپنی مزدوری میں کام چوری کرنا بھی ناپ تول میں کمی کے حکم میں داخل ہے۔ یہ بھی اسی طرح گناہ گار ہوتا ہے، جس طرح کم ناپنے اور کم تولنے والا گناہگار ہوتا ہے۔

● حقداروں کے حقوق میں کمی اور کوتاہی کرنا بھی ناپ تول میں کمی کے حکم میں داخل ہے۔ جیسے عبادات میں کوتاہی، بیوی بچوں کے نان ونفقہ میں کمی کرنا وغیرہ۔

ناپ تول میں امانت تجارت کے فروغ کا سبب

تجارت اسی وقت فروغ پاتی ہے جب بازار میں دکاندار کی ساکھ قائم ہوتی ہے اور گاہکوں کے دلوں میں اس کے اعتبار واعتماد کا سکہ جم جاتا ہے اور وہ اس وقت ہوگا جب دکاندار امانتدار ودیانتدار ہو اور فریبی ودھوکہ باز نہ ہو۔ لہٰذا ناپ تول میں دیانتداری اجر وثواب کے لحاظ سے بھی بہتر ہے اور لوگوں کے اندر اعتماد پیدا کرنے میں بھی مفید ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا. ''اور جب ناپنے لوگو تو بھرپور پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے'' (سورہ بنی اسرائیل:۳۵) لیکن آج مسلمانوں نے تو ان چیزوں کو چھوڑ دیا ہے اور غیر مسلموں نے ان چیزوں کو اختیار کرلیا ہے جس کی وجہ سے ان کی تجارتیں فروغ پارہی ہیں اور وہ دنیا پر چھاگئے ہیں۔

☆☆☆

جھوٹی گواہی
اور اس سے جنم لینے والے جرائم

انسان اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیق کا مظہر اتم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عقل وخرد کی صلاحیتوں سے بہر یاب فرمایا قلم کی وساطت سے علم کی دولت عطا فرمائی اور اسے نطق وکلام کی صلاحیت سے بھی سرفراز کیا، اور انہی خصوصیات کی بنیاد پر انسان اس پوری کائنات کی واجب التکریم ہستی قرار پایا، بلکہ اسے مسجود ملائک کے شرف سے بھی نوازا گیا ہے۔

نطق وکلام جہاں انسان کا ایک امتیازی وصف ہے وہاں دین متین نے اس صلاحیت کے درست استعمال کے اصول وضابطے بھی مقرر کئے ہیں۔

بلاشبہ یہ صلاحیت انسان کے مدعا اور مافی الضمیر کے ادا کرنے کا ذریعہ بنتی ہے، لیکن بعض مواقع پر اس صلاحیت کا غلط استعمال شرف انسانیت کو مجروح کرنے کا سبب بھی بنتا ہے، چنانچہ غیبت، چغلی، دروغ گوئی، جھوٹی گواہی، طنز واستہزاء وغیرہ ایسے منفی اوصاف ہیں جس سے انسانی معاشرے میں ایسی دراڑیں پڑ جاتی

ہیں جن کا تدارک نہ کیا جائے تو معاشرے میں انسانی قدروں سے معمور زندگی دیوانے کا خواب بن جاتا ہے، اس لئے اسلام نے ایسے تمام منفی امور کی پوری شدت کے ساتھ تردید کی ہے، ان میں سے ایک جھوٹی گواہی بھی ہے۔

جھوٹی گواہی کی تعریف

جھوٹی گواہی کے لئے عربی میں لفظ ''زور'' کا استعمال ہوتا ہے زور دراصل کسی چیز کو اس کے اوصاف کے خلاف اس طرح بیان کرنا کہ سننے اور دیکھنے والا اس غلط صورت کو صحیح صورتِ خیال کرنے لگے ''زور'' کہلاتا ہے ویسے ہر باطل کو ''زور'' کہتے ہیں خواہ شرک ہو یا گانا بجانا، یا جھوٹی گواہی دینا وغیرہ۔

جھوٹی گواہی پر وعید

قرآن کریم کی متعدد آیات اور مختلف احادیث میں جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی ہے، مؤمنوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **والذین لایشھدون الزور و اذا مروا باللغو مروا کراما** (فرقان ۷۲) اور وہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

شہادت کو چھپانا سیاہ دلوں کی کرتوت ہے ارشاد ربانی ہے۔ **لاتکتموا الشھادۃ و من یکتمھا فانہ اثم قلبہ و اللہ بما تعملون علیم** (بقرہ ۲۸۳) اور شہادت ہرگز نہ چھپاؤ جو شہادت چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

کتمان شہادت سب سے بڑا ظلم ہے ارشاد گرامی ہے: **و من اظلم ممن کتم شھادۃ عندہ من اللہ و مااللہ بغافل عما تعملون** (بقرہ ۱۴۰)

اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کے پاس شہادت چھپائے، تمہاری حرکات سے اللہ غافل نہیں ہے۔

اقامت شہادت ایمان کی علامت ہے ارشاد ہے: **و اقیموا الشهادة لله ذلكم يوعظ به من كان يؤمن بالله و اليوم الاخر و من يتق الله يجعل له مخرجا** (طلاق ۲) گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے لئے ادا کرو، یہ باتیں ہیں جن کی اسے نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا۔ اور ایک جگہ ارشاد فرمایا: **ذلک و من يعظم حرمت الله و اجتنبوا قول الزور** (حج ۳۰) جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو یہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لئے بہتر ہے اور تمہارے لئے مویشی جانور حلال کئے گئے ماسوا ان چیزوں کے جو تمہیں بتائی جاچکی ہیں، پس بتوں کی بندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی گواہی کو اکبر الکبائر کی فہرست میں داخل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **الا انبئكم اكبر الكبائر؟ ثلاثا، قالوا! بلى يا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: الاشراك بالله و عقوق الوالدين وجلس و كان متكئا فقال : الا وقول الزور فما زال يكررها حتى قلنا ليته سكت** (بخاری ۳/۱۵۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں خبر نہ کردوں؟ صحابہ کرام نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی، اور بیٹھ کر فرمانے لگے (حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے) خبردار! جھوٹ بولنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اتنا تکرار کیا کہ ہم کہنے لگے کاش کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوجاتے۔

ایک روایت میں آپ ﷺ نے جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا:

وعن خزیم بن فاتک الاسدی قال: قال صلی اللہ علیہ وسلم الصبح فلما انصرف قام قائما فقال: عدلت شھادۃ الزور بالاشراک باللہ عزوجل ثم تلی ھذہ الآی ۔ حضرت خزیم بن فاتک اسدی سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی پس جب آپ ﷺ پھرے تو آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا جھوٹی گواہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہوگئی ہے پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ **فاجتنبو الرجس من الاوثان و اجتنبوا قول الزور۔**

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے جھوٹی گواہی کو قتل نفس کے برابر قرار دیا:

وعن أنس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الکبائر قال الاشراک باللہ و عقوق الوالدین ، وقتل النفس و شھادۃ الزور ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔

ان تمام قرآنی آیات و احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی کلی طور پر حرام ہے کیوں کہ یہ حق کو باطل میں بدلنے کا سبب بنتی ہے اور گواہی کو چھپانا بھی حرام ہے کیوں کہ اس سے بھی حق باطل ہو جاتا ہے۔

جھوٹی گواہی سے جنم لینے والے جرائم

جھوٹی گواہی بہت خطرناک مرض ہے اور اس کے نقصانات ان گنت ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) حاکم کو حق بات سے اندھیرے میں رکھنا: جھوٹی گواہی ناحق فیصلہ کرنے کا سبب بنتی ہے کیوں کہ فیصلہ کی بنیاد چند امور پہ ہوتی ہے: دعویٰ دائر کرنے والے پر شہادت (دلیل پیش کرنا) ضروری ہوتا ہے اور کیس کا انکار کرنے والے پر قسم ہوتی ہے اور جب دلیل (گواہ) ہی جھوٹی ہو جائے تو وہ فیصلہ پر اثر انداز ہوگی اور حق کے مخالف ہوگی اور سارا گناہ (جھوٹی) گواہی دینے والے پر ہوگا۔

(۲) جس کے حق میں جھوٹی گواہی دی جائے گی اس پر بھی ظلم ہے: کیوں کہ جھوٹی گواہی کی وجہ سے اسے ناحق چیز مل جائے گی اور اس کے لئے جہنم کی آگ واجب ہو جائے گی اس سلسلے میں آپ نے فرمایا: **انما انا بشر وانکم تختصمون الی و لعل بعضکم ان یکون الحن بحجته من بعض فاقضی بنحو مما اسمع فمن قضیت له من حق أخیه شیئا فلا یأخذه فانما اقطع له قطعة من النار** ۔(بخاری ۲۴۵۸) میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے لے کر آتے ہو اور شاید تم میں سے کوئی اپنے مخالف سے دلیل پیش کرنے میں زیادہ تیز طرار ہو تو میں سننے کے مطابق فیصلہ کر دیتا ہوں تو میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے دیتا ہوں، تو اسے نہیں لینا چاہیے۔

(۳) جس کے خلاف جھوٹی گواہی دی گئی ہے اس پر بھی ظلم ہے: کیوں کہ اس نے جھوٹی گواہی کے ذریعے اصل حقدار کا مال اور حق غصب کر لیا اور گواہی دینے والے نے اس کے ذریعے مشہود علیہ کی بد دعا کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا، جب کہ مظلوم کی دعا قبول ہو کر رہتی ہے اور لوٹائی نہیں جاتی ہے، مظلوم کی دعا کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔

(۴) جھوٹی گواہی سے مجرم جرم کی سزا سے بچ جاتا ہے: جھوٹی گواہی پر بھروسہ کرتے ہوئے لوگ جرائم کی طرف راغب ہوتے ہیں۔

(۵) جھوٹی گواہی سے محرمات کی اہانت ہوتی ہے اور معصوم جانیں ضائع ہوجاتی ہیں، اور اموال ناجائز طریقے سے ہڑپ لئے جاتے ہیں:

(۶) جس کے حق میں جھوٹی گواہی دی جاتی ہے وہ گناہ سے بریٔ الذمہ ہوجاتا ہے حالانکہ وہ اس بات کا حقدار نہیں ہوتا، جس کے خلاف گواہی دی جاتی ہے وہ ناحق طور پر مجروح ہوجاتا ہے۔

(۷) جھوٹی گواہی سے دین میں بغیر حق اور بغیر علم کے بات کہنے کی جرأت ہوتی ہے۔

آج کل جھوٹی گواہی اور رشوت اس قدر عام ہوچکی ہے کہ لوگ اس کو گناہ بھی تصور نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ سے خوف کھاتے ہیں، اللہ ہم سب کو اس گناہ عظیم سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین!

☆☆☆

جھوٹی قسم کھانے کا وبال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں (۱) اللہ کے ساتھ شریک کرنا۔ (۲) ماں باپ کو ستانا۔ (۳) کسی جان کو قتل کرنا اور (۴) جھوٹی قسم کھانا۔ (مشکوۃ المصابیح: ۱۷، از بخاری)

اس حدیث میں چند ایسے گناہ ذکر فرمائے جو بہت بڑے ہیں اور جن میں عام طور سے لوگ مبتلا رہتے ہیں اللہ کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے جس کی کبھی بھی بخشش نہیں ہے والدین کی نافرمانی اور اس کو ستانا اور تکلیف دینا بھی بڑے گناہوں میں ہے اور اس حدیث میں اس کو شرک کے بعد ذکر فرمایا ہے۔ جس سے اس کی قباحت ظاہر ہو رہی ہے۔

جھوٹی قسم کا تعلق گذشتہ زمانہ کے واقعات سے ہوتا ہے جو کوئی واقعہ ہوا نہ ہو اس کے بارے میں کہہ دیا کہ ایسا ہوا اور اس پر قسم کھالی اور کسی نے کوئی کام نہیں کیا اس کے بارے میں کہہ دیا کہ اس نے ایسا کیا ہے اور اس پر قسم کھالی اسی طرح اپنے کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر جھوٹی قسم کھالی یہ سب بہت بڑے گناہ ہیں اول تو جھوٹ پھر اوپر سے جھوٹی قسم یعنی اللہ کے نام کو جھوٹ کیلئے استعمال کرنا گناہ در گناہ

ہو جاتا ہے۔بہت سے مرد اور عورت جھوٹی قسم سے بالکل پرہیز نہیں کرتے بات بات میں قسم کھائے چلے جاتے ہیں اور اس کا گناہ اور وبال جو دنیا اور آخرت میں ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔ بعض لوگوں میں تیری میری برائی کرنے کی عادت ہوتی ہے خواہ مخواہ لڑائی جھگڑوں میں اپنے آپ کو پھنساتے ہیں پھر جب کوئی موقعہ آتا ہے تو مکر جاتا ہیں اور صاف انکار کردیتے ہیں کہ میں نے نہیں کیا بہت سے لوگ بکری کا مال بیچتے وقت جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ یہ میری ہے حالاں کہ ان کی نہیں ہوتی یہ سب باتیں اس لئے سرزد ہوتی ہیں کہ آخرت کی پیشی کا خیال نہیں ہوتا۔

دل پر سیاہ دھبہ

فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی شخص نے اللہ کی قسم کھائی اور اس میں مچھر کے پر کے برابر (ذرا سی بات غلط) داخل کردی تو یہ قسم اس کے دل میں سیاہ دھبہ بن جائے گی، جو قیامت تک رہے گا۔ (ترمذی شریف)

جھوٹی قسم کی وجہ سے کوڑھی

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے جھوٹی قسم کے ذریعہ کوئی مال حاصل کرلیا وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ کوڑھی والا ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبد الرحمٰن بن شبل سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ تاجر لوگ فاجر ہیں، (یعنی بہت بڑے گنہگار ہیں) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ نے خرید و فروخت کو حلال نہیں قرار دیا آپ نے فرمایا ہاں خرید و فروخت حلال تو ہے لیکن تاجر لوگ قسم کھاتے ہیں اور گنہگار ہوتے ہیں باتیں کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ (رواہ احمد)

جھوٹی قسم مال تجارت کی برکت ختم کر دیتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم مال کو بکوا دیتی ہے (اور) برکت ختم کر دیتی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں سے قیامت کے دن اللہ جل شانہ (مہربانی والا) کلام نہ فرمائیں گے اور نہ اس کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا محروم ہوں اور نقصان میں پڑیں یہ لوگ کون ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا وہ تین شخص یہ ہیں:

(۱) لنگی وغیرہ کو لٹا کر چلنے والا۔ (۲) کسی کو کچھ دے کر احسان دھرنے والا۔ (۳) جھوٹی قسم کے ذریعہ (بکری کے) مال چالو کرنے والا۔ (مسلم شریف)

حضرت حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو جمروں (حج کے موقعہ پر تین جگہ کنکریاں ماری جاتی ہیں ان میں سے ہر ایک کو جمرہ کہتے ہیں) کے درمیان یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ حاصل کر لیا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالے اس کے بعد دو یا تین مرتبہ فرمایا جو حاضرین ہیں وہ غائبوں کو پہنچا دیں۔ (رواہ احمد والحاکم کمافی الترغیب)

جھوٹی قسم آبادیوں کو کھنڈر بنا دیتی ہے

ایک روایت میں ہے کہ جھوٹی قسم آبادیوں کو کھنڈر بنا کر چھوڑتی ہے۔

غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے اور شرک ہے

بہت سے لوگ خصوصاً عورتیں اس گناہ کے مرتکب ہوجاتے ہیں، عورتیں عموماً اولاد کی قسم کھاجاتی ہیں تیری قسم، میری قسم، دھن دولت کی قسم، باپ کی قسم زبان پر چڑھی رہتی ہے یہ سب شرک ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ اللہ تم کو اس سے منع کرتا ہے کہ اپنے باپ داداؤں کی قسم کھاؤتم میں سے جسے قسم کھانی ہو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے (یعنی قسم سے پرہیز کرے)۔ (بخاری و مسلم) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی شریف)

جھوٹی گواہی دینے کا وبال

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ گناہ نہ بتادوں جو بڑے گناہوں سے بھی بڑے ہیں تین بار فرمایا (پھر ان کو شمار فرمانا شروع کیا اور فرمایا کہ وہ ہیں۔ (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) ماں باپ کو ستانا۔ (۳) اور جھوٹی گواہی دینا۔ خبردار اور جھوٹی گواہی اور جھوٹی بات کہنا۔ (ان ہی بڑے بڑے گناہوں میں سے ہے) اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرماتے تھے، آپ تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے اور بار بار جھوٹی گواہی کا گناہ کبیرہ ہونا بیان فرماتے رہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح) یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا کہ کاش آپ خاموش ہوجاتے۔ (یعنی آپ نے اس قدر تکرار کے ساتھ جھوٹی شہادت کے کبیرہ ہونے کا تذکرہ فرمایا کہ ہم کو آپ ترس آنے لگا کہ ہم کو سمجھانے کے لئے آپ کو کس قدر تکلیف ہو رہی ہے)۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر قرار دی گئی ہے اس کو تین بار فرمایا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔فاجتنبو الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور. اور بچتے رہو تم بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔(مشکوۃ المصابیح) قرآن میں شرک سے بچنے کا اور جھوٹی بات سے بچنے کا ایک جگہ ایک ساتھ بیان فرمایا ہے اس سے جھوٹی گواہی کی مذمت اور قباحت ظاہر ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں جھوٹی گواہی دینے کی مذمت فرمائی ہے اور اس کو گناہ کبیرہ بتایا ہے عام طور سے لوگ اس میں مبتلا ہیں، جنہیں آخرت کی فکر نہیں ہے اور نگاہوں سے بچنے کا اہتمام نہیں ان لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے عزیز واقارب یا دوست کو جتانے کے لئے حاکم کے سامنے جھوٹی گواہی دیدیتے ہیں جس سے ظالم کی تائید ہوتی ہے اور مظلوم کا حق مارا جاتا ہے سورہ نساء میں فرمایا: یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم اول الوالدین والاقربین. (اے ایمان والو انصاف پر قائم ہونے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنو اگر چہ تمہاری جانوں یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف پڑ جائے اصل چیز انصاف ہے وہی مطلوب ہے کسی کی بھی طرف داری کرنے سے انصاف باقی نہیں رہتا انصاف کرنے کے جو اصول ہیں یعنی انصاف گواہی اور قسم اسی کے مطابق فیصلے کئے جائیں البتہ گواہ سچے ہوں اسی لئے جہاں یہ حکم دیا کہ انصاف پر قائم رہو وہاں یہ حکم بھی دیا کہ اللہ کے لئے گواہی دینے والے بنو گواہ بھی جھوٹی گواہی نہ دیں۔ اور کسی کی طرف داری نہ کریں حق کو خوب اچھی طرح واضح کریں گواہی دینے میں غلط بیانی نہ کریں، جیسے زبان موڑ کر یا الفاظ کی ہیرا پھیری کر کے بعضے گواہی دیئے جاتے ہیں اس میں ظالم کی طرفداری ہوجاتی

ہے یا حق واضح نہ ہونے سے حاکم فیصلہ دینے سے عاجز رہ جاتا ہے اور سچی گواہی دینے سے اعراض بھی نہ کرے۔ کیونکہ جہاں کسی کا حق مارا جاتا ہو وہاں حق گواہی دینا واجب ہے اس واجب کی خلاف ورزی گناہ ہے۔

تعجب ہے لوگ دنیا کے تعلقات اور رشتہ داری کو دیکھتے ہیں اور آخرت کے عذاب کی طرف دھیان نہیں کرتے، بہت سے لوگوں نے تو جھوٹی گواہی کی پیشہ ہی بنا رکھا ہے۔ پولیس اور وکیل الفاظ رٹا دیتے ہیں اور اسی وقت نقد گواہی دے کر نقد دام لے آتے ہیں ان کا یہ پیشہ حرام ہے اور آمدنی بھی حرام ہے حرام کے ذریعہ حرام کماتے ہیں اس میں بعض بڑے بڑے نمازی مبتلا ہیں۔

☆☆☆

جھاڑ پھونک اور تعویذ کا شرعی حکم

حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری مدظلہ لکھتے ہیں کہ

ایک انسان کا دوسرے انسان پر نظر ڈالنے کی وجہ منظور الیہ شخص کا متاثر ہوجانا برحق ہے، اور تجربہ سے صادق ہے اور یہ اثر خود بخود نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کی عادت اسی طرح جاری ہے کہ بعض اشخاص کی نظر جب کسی پر پڑتی ہے تو اس کا اثر ظاہر ہوجاتا ہے تو دراصل یہ نظر کی تاثیر نہیں، بلکہ فیصلہ خداوندی کی تاثیر ہے، جس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ (حاشیہ بخاری شریف: ۸۵۴/۲)

اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: **العین حق**. (بخاری شریف ۸۵۴/۲ مسلم شریف ۲۲۰/۲، ابن ماجہ ۲۵۰) یعنی نظر لگنا برحق ہے۔

اور آپ نے بعض صورتوں میں نظر ڈالنے والے شخص کو ہدایت دی کہ اگر اسے کوئی چیز اچھی لگے تو فوراً ''ماشاء اللہ'' یا ''تبارک اللہ'' کہہ دیا کرے تو اس کی وجہ سے بدنظری کا اثر نہ ہوگا۔ (موطا مالک: ۳۷۳-۳۷۴، سنن ابن ماجہ: ۲۵۰)

جب نظر لگنا برحق ہے تو اب اس کے اتارنے کی بھی تدبیریں کرنی چاہئیں، اور چوں کہ یہ ایک غیر محسوس چیز ہے اس لئے اس کا اتار بھی محض حسی دواؤں سے

نہیں ہوسکتا، بلکہ مؤثر کلمات سے ہی ہوگا، اسی لئے پیغمبر علیہ السلام نے قرآنی کلمات وغیرہ کے ذریعہ نظر اتارنے کا حکم دیا:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک لڑکی کو دیکھا جس کے چہرہ پر نظر کا اثر تھا، یعنی پیلا پن تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''اس کے لئے جھاڑ پھونک کرواؤ، اسے نظر لگ گئی ہے''۔ (بخاری شریف: ۲/۸۵۴)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ: ''اے اللہ کے رسول! جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد کو نظر لگتی ہے، تو میں کیا ان کیلئے رقیہ (جھاڑ پھونک) کرسکتی ہوں؟'' تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: نعم! ولو كان شيئي سابق القدر سبقته العين. (مسلم شریف: ۲/۲۲۰، ابن ماجہ شریف: ۲۵۱، موطا مالک: ۲/۳۷۲)

ہاں! (جھاڑ پھونک کراؤ) کیوں کہ اگر کوئی چیز قضاء قدر کو بدل سکتی تو نظر ضرور بدل دیتی (مگر قضاء قدر کو کوئی بدل نہیں سکتا)۔

اور بعض روایات میں ہے کہ نظر اتارنے کے لئے جس شخص کی نظر لگی ہے اگر اس کے بدن کا دھووَن حاصل کر کے منظور الیہ پر ڈالا جائے تو اس عمل کے کرنے میں کوئی کوئی حرج نہیں۔ (مسلم شریف: ۲/۲۲۰) گویا نظر اتارنے کی یہ بھی ایک تدبیر ہے۔

علاوہ ازیں حضرات علماء ومشائخ سے نظر اتارنے کی الگ الگ تدبیریں منقول ہیں، مثلاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کا مجرب عمل ہے کہ جس شخص کو نظر لگ جائے اسے ۱۱/سرخ مرچیں ڈنٹھل سمیت لے کر ہر مرچ پر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر پورے بدن پر اتار دیں، اور پھر سب مرچوں کو آگ میں جلا دیں، اور تین دن تک ہر روز یہی عمل کریں تو انشاء اللہ نظر کا اثر جاتا رہے گا۔ نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ''کتاب اعمال قرآنی'' اور ''بہشتی زیور'' میں بھی نظر اتارنے کی متعدد تدبیریں درج ہیں۔

اس کے علاوہ جو بھی طریقہ تجربہ سے مفید ہو اور اس میں ناموزوں کلمات نہ ہوں، اس کے ذریعہ سے نظر اتارنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

تعویذ باندھنے یا لٹکانے کا حکم

اوپر صحیح اور معتبر دلائل سے جھاڑ پھونک کا مشروع ہونا ثابت ہو چکا ہے، جس سے انکار کی گنجائش نہیں، اب یہاں ایک بحث یہ ہے کہ جن کلمات سے دم کیا جا رہا ہے اگر ان صحیح کلمات کو لکھ کر بدن میں لٹکا دیا جائے جس کو عرف میں ''تعویذ'' کہا جاتا ہے، تو شریعت میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ تو اس بارے میں دورِ صحابہ سے ہی اختلاف رہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف یہ رائے منسوب ہے کہ وہ مطلقاً تعویذ لٹکانے کو منع فرماتے تھے، اور اس کی دلیل میں وہ واقعہ پیش کیا جاتا ہے جو ان کی اہلیہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے منقول ہے، جسے اس مضمون کے شروع میں تحریر کیا گیا ہے، لیکن اس واقعہ کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا کہ جس ڈورے کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کاٹ کر پھینکا تھا وہ ایک یہودی کا دیا ہوا تھا، جس کے بارے میں تحقیق نہ تھی کہ وہ کس طرح کے کلمات پر مشتمل ہے، اس لئے اس میں یہ احتمال ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیش نظر تعویذ کا عدم جواز ان صورتوں تک محدود ہو جو یقینی طور پر کلمات حق پر مشتمل نہ ہوں۔

اس کے برخلاف صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا معمول صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم کردہ دعائیہ کلمات لکھ کر چھوٹے بچوں کے گلے میں ڈال دیا کرتے تھے۔ روایت حسب ذیل ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلمهم من الفزع کلمات: اعوذ بکلمات اللہ التامة من غضبه وشر عباده ومن همزات الشیطان وان

يحضرون. وكان عبد الله بن عمرو يعلمهن من عقل من بنيه ومن لم يعقل كتبه فاعلقه عليه. (ابوداؤد شریف:۲/۵۴۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھبراہٹ اور پریشانی کے دفعیہ کے لئے لوگوں کو یہ کلمات سکھلاتے تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے) میں اللہ تعالیٰ کے کلمات تامہ کے ذریعہ اللہ کے غصہ سے اور اللہ کے بندوں کے شر سے اور شیطان کی وسوسہ انگیزیوں سے اور شیطان کے سامنے آنے سے پناہ چاہتا ہوں، اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اپنی اولاد میں سے جو سمجھ دار بچے ہوتے تھے انہیں یہ کلمات سکھلا کر زبانی یاد کرا دیتے تھے اور جو بچے بے شعور ہوتے تھے ان کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر تعویذ کے طور پر ڈال دیتے تھے۔

نیز علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دردزہ میں مبتلا عورت کے لئے ولادت میں آسانی کے واسطے ایک تعویذ لکھ کر اس کے بازو میں باندھنے کا حکم دیتے تھے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس تعویذ کو گھول کر پلانے اور تعویذ کے پانی کو مذکورہ عورت کی رانوں وغیرہ میں چھڑکنے کا حکم دیتے تھے۔ (دیکھئے: مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۹/۶۴-۶۵ مطبوعہ: الرئاسۃ العامۃ لشئون الحرمین الشریفین)

ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نزدیک صحیح کلمات پر مشتمل تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہ تھا، جمہور علماء کی رائے بھی یہی ہے کہ البتہ دلائل کی رو سے یہ شدت روا نہیں، خود علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعۂ فتاویٰ میں صراحت کے ساتھ تعویذ کا جواز منقول ہے۔

البتہ یہ ضروری ہے کہ جس معاشرہ میں شرائط وحدود کا لحاظ کئے بغیر بدعقیدگی کے ساتھ تعویذ کا رواج ہو جائے تو اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے۔ اور عوام وخواص کو آگاہ کرنا چاہئے کہ تعویذ اصل نہیں، بلکہ اللہ کی قدرت اور اس کا فیصلہ ہی

اصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اگر فیصلہ نہ ہو تو آدمی لاکھ تعویذ کر لے اس سے نہ کسی کی بگڑی بن سکتی ہے اور نہ بنی ہوئی زندگی بگڑ سکتی ہے۔

جھاڑ پھونک پر نذرانہ لینے کا جواز

صحیح احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ قرآنی کلمات وغیرہ کے ذریعہ علاج کرنے پر نذرانہ کا لین دین فی نفسہ درست ہے اس بارے میں مشہور واقعہ صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سفر میں تھی، راستہ میں انہوں نے عرب کے ایک قبیلہ کی آبادی کے قریب پڑاؤ ڈالا، اور ان سے ضیافت کی گذارش کی، مگر ان قبیلہ والوں نے ضیافت سے صاف انکار کر دیا، اتفاق یہ ہوا کہ قبیلہ کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا، پس انہوں نے اس کے علاج کی بہت کوشش کی، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، بعض لوگوں نے یہ رائے دی کہ یہ جماعت جو تمہارے قریب ٹھہری ہوئی ہے، ہوسکتا ہے ان کے پاس کوئی علاج ہو، چنانچہ وہ لوگ ہمارے پاس آئے اور پوری تفصیل بتائی کہ سردار کو ڈس لیا گیا ہے اور کوئی علاج کارآمد نہیں ہو رہا ہے، تو کیا تمہارے پاس اس کی کوئی تدبیر ہے؟ تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اس کا علاج کروں گا لیکن چوں کہ تم لوگوں نے ہماری درخواست پر ضیافت سے انکار کر دیا تھا، اس لئے میں اس وقت تک نہیں جھاڑوں گا جب تک تم ہمارے لئے مناسب معاوضہ مقرر نہ کرو، چنانچہ بکریوں کی ایک تعداد پر معاوضہ کی بات طے ہوگئی، پھر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھ پڑھ کر دم کرنا شروع کر دیا، تا آں کہ وہ شخص جو ڈسا گیا تھا ایسا چست ہو گیا جیسے اسے رسی سے کھول دیا گیا ہو اور اس طرح چلنے پھرنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف ہی نہ ہو۔ چنانچہ قبیلہ والوں نے اپنے وعدہ کے مطابق عوض

میں بکریاں دے دیں۔ اب یہ بحث ہوئی کہ انہیں آپس میں تقسیم کرلیا جائے، لیکن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ابھی رکھو، ہم پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر تحقیق کریں گے، چنانچہ جب وہ لوگ واپس ہوئے اور پورا واقعہ سنایا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ: ''تمھیں یہ کیسے پتہ چلا کہ سورہ فاتحہ بھی رقیہ ہے؟ اور جو بھی تم نے کیا ٹھیک کیا، یہ بکریاں تقسیم کرلو، اور اس میں میرا بھی حصہ رکھو''۔

(بخاری شریف: ۲/۸۵۵-۸۵۶)

اسی واقعہ کے بعض طرق میں پیغمبر علیہ السلام کا یہ جملہ منقول ہے کہ: ان احق ما اخذتم علیه اجرا کتاب الله . (بخاری شریف: ۲/۸۵۴)

یقیناً ان چیزوں میں جن کو تم دم کرکے معاوضہ لیتے ہو، سب سے زیادہ معاوضہ کی مستحق چیز اللہ کی کتاب ہے (یعنی شرکیہ کلمات وغیرہ کے مقابلہ میں قرآنی آیات پڑھ کر معاوضہ لینا زیادہ موزوں ہے)

اسی طرح حضرت خارجہ بن صلت تمیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جب وہاں سے واپس لوٹنے لگے تو راستہ میں ایک آبادی سے گذر ہوا، جہاں ایک پاگل شخص بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا، تو اس کے گھر والوں نے کہا کہ: ''آپ لوگ پیغمبر علیہ السلام کے پاس سے واپس آرہے ہو، تو کیا آپ کے پاس ایسا علاج ہے جس سے اس مریض کو شفاء ملے؟'' چنانچہ میں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر اسے جھاڑا جس سے وہ ٹھیک ہوگیا، پس انہوں نے مجھے سو بکریاں دیں، جنہیں لے کر میں پیغمبر علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا، اور پورا قصہ سنایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: ''کیا تم نے سورہ فاتحہ ہی پڑھی تھی، کچھ اور نہیں پڑھا تھا؟'' میں نے کہا کہ: ''نہیں'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''یہ بکریاں تم لے لو، کیوں کہ بہت سے لوگ تو حرام طریقہ پر جھاڑ پھونک کرکے کھاتے ہیں، لیکن

تم نے صحیح اورحق جھاڑ پھونک سے مال حاصل کیا ہے‘‘۔ (ابوداؤد شریف: ۵۴۴/۲)ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ علاج کے عوض میں روپیہ لینے کی فی نفسہ گنجائش ہے۔

اکابر علماء کے لئے اجر مناسب نہیں

تاہم مقتداء حضرات (وہ علماء جن کی طرف دینی معاملات ومسائل میں رجوع کیا جاتا ہے، ان کے عمل کونمونہ اورسند قرار دیا جاتا ہے) کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ تعویذ گنڈے کو ذریعہ آمدنی نہ بنائیں، کیوں کہ اس کی وجہ سے ان کی حیثیت عرفی مجروح ہوتی ہے اورآج کل جس طرح اس کام کوایک پیشہ کی حیثیت دے دی گئی ہے اور باقاعدہ اس کی دکانیں کھل گئیں ہیں اس کا ثبوت سلف صالحین کے زمانہ سے نہیں ملتا ہے،لہٰذا احتیاط لازم ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ’’قبل شفاء کے لینے میں تو بدنامی ہے جومضر دین عوام، اورشفاء کے بعد لینے میں یہ محذور تونہیں لیکن مقتداء لوگوں کے لئے کچھ نامناسب معلوم ہوتا ہے، پس جب تک حاجت شدیدہ نہ ہوتو تحرز اولیٰ ہے‘‘۔ (امداد الفتاویٰ: ۴۰۲/۴)

جھاڑ پھونک اور تعویذ سے بالکلیہ احتراز افضل ہے

اوپرآمدہ تفصیل سے جھاڑ پھونک کانفس جواز معلوم ہوچکا ہے،لیکن یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ افضل اوراعلی بات یہی ہے کہ آدمی جھاڑ پھونک کا مشغلہ بالکل اختیار نہ کرے، چنانچہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے جن لوگوں کو بلا حساب وکتاب جنت میں داخلہ کی بشارت دی گئی ہے، ان لوگوں کی صفات میں ایک اہم صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جھاڑ پھونک نہ کرتے ہیں نہ کراتے ہیں۔

تفصیلی روایت ملاحظہ فرمائیں:

حضرت حسین بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا، تو حضرت نے پوچھا کہ رات ستارہ ٹوٹتے کس نے دیکھا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے اور میں نماز میں نہیں تھا، بلکہ مجھے بچھو نے ڈس لیا تھا، تو حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اللہ نے پوچھا کہ تم نے پھر کیا کیا؟ میں نے کہا کہ میں نے جھاڑ پھونک کر لی، تو حضرت نے پوچھا کہ جھاڑ پھونک پر تمہیں کس بات نے آمادہ کیا؟ تو میں عرض کیا کہ مجھے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے ایک حدیث پہنچی ہے تو حضرت نے فرمایا کہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے تم سے کیا بیان کیا؟ تو میں عرض کیا کہ انہوں نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے یہ روایت بیان کی کہ: "لا رقیۃ الامن عین اوحمیۃ" (رقیہ تو صرف نظر یا ڈنک کے لئے ہی درست ہے) تو حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے جو سنا وہ ٹھیک ہے، لیکن مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: "میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں، پس میں نے ایک نبی کو دیکھا کہ ان ے ساتھ ایک چھوٹی سی جماعت ہے اور کسی نبی کو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک دو شخص ہیں، اور کسی کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے، پھر میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت پیش کی گئی تو مجھے خیال ہوا کہ یہ میری امت ہے تو بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، لیکن آپ اوپر کی طرف نظر اٹھایئے، پس میں نے دیکھا تو ایک زبردست مجمع ہے، پھر کہا گیا کہ دوسری طرف نظر اٹھایئے تو اس طرف بھی بڑا مجمع تھا، تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے لوگ ہیں، جو بغیر عذاب اور بلا حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے، یہ فرمانے کے بعد آپ اٹھ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے اور حاضرین صحابہ میں یہ بحث

شروع ہوگئی کہ وہ خوش نصیب لوگ جو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل ہوں گے، یہ کون لوگ ہوں گے؟ تو ان میں سے کسی نے کہا کہ یہ غالباً صحابہ کرام ہوں گے، اور بعض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام ہی میں پیدا ہوں گے اور انہوں نے اللہ کے ساتھ کبھی بھی شرک نہ کیا ہوگا، اور بعض دوسری آراء بھی سامنے آئیں، اتنے میں آنحضرت ﷺ گھر سے باہر تشریف لے آئے، تو آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا بحث کر رہے تھے؟ تو ہم نے پوری بات بتائی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

هم الذين لا يرقون ولا يسترقون ولا يتطيرون وعلى ربهم يتوكلون (وفي رواية : لا يكتوون)

وہ ایسے لوگ ہیں جو نہ تو جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور نہ بدفالی کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر کامل توکل کرتے ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ وہ آگ سے داغنے کے ذریعہ علاج نہیں کرتے۔

یہ سن کر ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ: ''حضرت میرے حق میں دعاء فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرا شمار اس جماعت میں فرمادیں''، تو آپ نے فرمایا کہ: ''تم ان ہی میں سے ہو''۔ پھر ایک اور صاحب نے کھڑے ہوکر یہی درخواست کی تو ان سے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ عکاشہ تم پر بازی لے گئے۔ (مسلم شریف مع فتح الملہم: ۱/۳۷۹-۳۸۰)

اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے بعض حضرات نے یہ فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ جھاڑ پھونک کو مؤثر نہیں سمجھتے، اور شرکیہ کلمات والے تعویذ نہیں کرتے، لیکن اس تشریح پر یہ اشکال ہے کہ رقیہ کو مؤثر ماننے یا کلمات شرک کے ذریعہ سے رقیہ کرنے سے تو شریعت میں مطلقاً ممانعت ہے اور اس اعتبار سے تو ہر مؤمن کو اس بشارت کا مستحق ہونا چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس لئے اس کی صحیح

تشریح وہ ہے جو مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جنت میں بلا حساب وکتاب داخل ہونے والے حضرات توکل اور اعتماد کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہوں گے، جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ان تمام اسباب کو ترک کر دیا جائے، جن کی شریعت میں کسی بھی درجہ میں ممانعت آئی ہے، گوکہ بعض صورتوں میں ان اسباب کا جواز بھی ثابت ہو، پھر بھی کمال توکل یہ ہوگا کہ ان کے استعمال کرنے سے احتراز کیا جائے، چنانچہ اس وضاحت کی روشنی میں جب ہم دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ حدیث میں آگ سے داغنے سے علاج کرانے اور رقیہ اور جھاڑ پھونک سے مدد لینے نیز بدفالی سے فی الجملہ منع کیا گیا ہے۔ تو یہ جنت میں اولین داخلہ کے مستحق خوش نصیب حضرات اپنے کمال توکل کی وجہ سے جائز سمجھنے کے باوجود ایسے ممنوع اسباب سے بھی بچنے کی کوشش کرنے والے ہیں اور ایسے کامل متوکلین کی تعداد امت میں ہر زمانہ میں مختصر ہی رہی ہے۔ (مستفاد: فتح الملہم: ۱/۳۷۸)

بہر حال پسندیدہ یہی ہے کہ آدمی بلا وجہ تعویذات کا مشغلہ اختیار نہ کرے، اور توکل کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جامع فتویٰ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے ایک صاحب نے سوال کیا جس کا مفہوم یہ تھا کہ: ”اگرچہ کلام الٰہی کو برحق مانتا ہوں، لیکن میں زمانہ کے دستور کے موافق قرآنی آیات وغیرہ سے جھاڑ پھونک مطلق نہیں کرتا، تو کیا میرا عقیدہ غلط تو نہیں؟“ اس پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت مختصر مگر جامع اور شافی جواب ارشاد فرمایا جو اس بحث میں فیصلہ کن موقف کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت نے فرمایا: ”(جھاڑ پھونک) جائز تو ہے مگر افضل یہی ہے کہ نہ کیا جائے، آپ کا عقیدہ ٹھیک ہے“۔ (امداد الفتاویٰ: ۴/۸۸)

ایک وضاحت

ترکِ رقیہ کی افضلیت کے علم کے باوجود بعض اکابر سے تعویذات وعملیات میں جو اشتغال منقول ہے وہ ایک خاص مصلحت کے پیش نظر تھا کہ ہندوستان کے شرکیہ ماحول میں عوام غیر مسلم جادوگروں یا تانترکوں اور بدکردار جاہل بدعتیوں کے جال میں آکر اپنا ایمان غارت کر رہے تھے۔ اس لئے ان کے ایمان کے تحفظ کے لئے ضروری ہوا کہ جائز حدود میں رہ کر انہیں متبادل جائز علاج فراہم کیا جائے، جو شرک اور اس کے جراثیم سے پاک ہو اور آیات قرآنیہ اور صحیح کلمات پر مشتمل ہو، اسی جذبہ کو سامنے رکھ کر بزرگوں نے یہ طریقہ مجبوراً اپنایا تھا، جس کا خاطر خواہ فائدہ بھی سامنے آیا اور بہت سے عوام کفر وشرک کے نرغہ سے نکل کر راہِ راست پر آگئے۔

فجزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء.

☆☆☆

موبائل فون

موبائل چارج کرتے وقت اگر موبائل پر بات کرنا ہو تو چارجر سے موبائل نکال کر بات کریں۔ چارجر پر موبائل لگے لگے بات ہرگز نہ کریں، خطرہ ہے کہیں بجلی کی شعاعیں کان کے ذریعہ دماغ پر حملہ آور (اٹیک) ہو جائیں، اور زندگی خطرہ میں پڑ جائے، حال ہی میں ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ بعض لوگوں کی جان جاتی رہی۔

کوشش کریں کہ کیمرہ والا موبائل نہ آپ خود رکھیں۔ اور نہ اپنے گھر میں رکھنے دیں، کہ کیمرہ کے موبائل رکھنے میں ایک عظیم حرام کام ارتکاب ہوتا ہے اور وہ ہے تصویریں اتارنا، تصویر کھینچنا کبیرہ گناہ ہے، جو ان موبائل کے ذریعہ اتنا عام ہو رہا ہے کہ اس گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جا رہا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں کتنی شدید وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں، ذرا ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک غالیچہ خرید لیا جس میں تصویریں تھی، جب اس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ دروازے پر کھڑے رہ گئے، اور اندر داخل نہ ہوئے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کے

آثار محسوس کیئے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ کے حضور میں توبہ کرتی ہوں، اور اللہ کے رسول سے معافی چاہتی ہوں، مجھ سے کونسا گناہ سرزد ہو گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ غالیچہ؟ میں نے عرض کیا یہ آپ کے لئے میں نے خریدا ہے تاکہ اس پر آپ تشریف رکھیں، اور اس کو تکیہ کی جگہ استعمال فرمائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: بلا شبہ قیامت کے دن ان تصویر والوں کو عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے جو کچھ بنایا تھا اس میں جان ڈالو۔ (صحیح بخاری، باب التصاویر)

ایک دوسری روایت میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس گھر میں تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی چیز مثل فوٹو، قالین، پردے، برتن، فرنیچر، کیلنڈر، یا نقشہ کوئی بھی جس میں جاندار کی تصویر ہو اس کو رکھنا جائز نہیں ہے۔

آج کل تصویر بنا، کیمرہ یا موبائل سے فلمیں بنانا، تصویریں کھینچنا اس قدر عام ہو گیا ہے کہ چھوٹا بڑا کیا، ہر شخص ہر جگہ تصویر کھینچتا نظر آتا ہے، نہ اس کو کسی مقام کے تقدس کا خیال ہے، نہ کسی بڑے کا ڈر اور خوف، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حج کرنے لوگ آتے ہیں احرام کی حالت میں ہوتے ہیں تنہا یا گروپ فوٹو کھنچواتے ہیں جا رہے ہیں عمرہ کرنے اور حج کرنے اور گناہ بخشوانے آئے تھے، مگر اور سر پر مزید گناہوں کا بوجھ لاد رہے ہوتے ہیں، بلکہ غضب تو یہ کہ عین حج یا عمرہ کے ارکان ادا کرتے ہوئے اس عظیم گناہ سے نہیں چوکتے اور فوٹو کھینچنا اور کھچوانا ایک عام بات ہو گئی ہے اور فیشن کی علامت سمجھی جانے لگی ہے گروپ فوٹو بنوانے میں غیر عورت کے ساتھ کھڑے ہو کر بعض مرد بڑی شان سے فوٹو کھچواتے ہیں اور عورتیں بھی بے محابا پوز دیتی نظر آتی ہیں، نہ مرد ہی کو حیا رہی اور نا ایسی عورتوں ہی کو شرم جو غیر مردوں کے ساتھ اپنا فوٹو کھنچوا رہی ہیں۔ اللہ امت کو اس معصیت سے بچائے۔ آمین!

تنبیہ: فوٹو کھچوانا ضرورت میں جائز ہے۔ مثلاً پاسپورٹ کے لئے یا ویزہ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لئے مگر شوقیہ اور یادگار اور فیشن کے طور پر تصویریں کھچوانا جائز نہیں۔ یہی راجح قول ہے اور یہی اقرب الی النصوص ہے بعض نے جو جواز کی رائے قائم کی ہے وہ ایسے وقت میں قابل قبول نہیں، جب کہ ان تصاویر کے ذریعے فتنے فساد کا پھیلاؤ نہ صرف یہ کہ بڑھ گیا ہے بلکہ ان فتنہ کی آگ نے گھر گھر کو جھلسا کر رکھ دیا ہے، رہا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حدیث پاک میں جس تصویر کی ممانعت ہے اس سے مراد وہ تصویر ہے جو ہاتھ سے بنائی جائے، کیمرہ کی تصویر اس حکم میں نہیں آتی، یہ خیال غلط ہے اور رفاسد ہے، شیطان کی سمجھائی ہوئے لچر دلیل ہے اصلاً تصویر کی حرمت چاہے جس شکل میں بنائی جائے، تصویر تصویر ہے چاہے وہ ہاتھ سے بنائی جائے یا کسی مشین کیمرہ وغیرہ سے، بلکہ کیمرہ کی تصویر ہاتھ کی بنائی ہوئی تصویر سے زیادہ واضح اور نمایاں ہوتی ہے۔

موبائل رکھنے والے اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ جب اذان ہو اسی وقت موبائل بند کرلیں۔ کہ اب موذن نے رب کائنات کے دربار میں بلاوے کے لئے ہمیں پکارا تو اب ہمیں اس کی بارگاہ میں سربسجود ہونے کے لئے تیاری کر کے جلد از جلد مسجد میں پہنچنا ہے اگر اذان پر موبائل کی گھنٹی آف نہ کر سکے تو اب مسجد کے دروازے پر جب آپ جوتے چپل اتاریں اس وقت فوراً اپنے جیب میں رکھے موبائل کو خاموشی پر لگادیں تا کہ اس کی آواز نہ آپ کی نماز میں خلل انداز ہو اور نہ دوسرے نمازیوں کی نماز میں تشویش پیدا ہو۔

اگر آپ نماز سے پہلے موبائل کو خاموش کرنا بھول ہی گئے ہیں (اگر چہ عادت ڈالنے پر بھول کا امکان ہی ہے) تو پھر آپ نماز میں ہوتے ہوئے بھی اپنے ایک ہاتھ کی حرکت سے موبائل کو بند کردیں۔ ایک دفعہ بند کیا تھا کہ پھر گھنٹی بجی

دوبارہ سہ بارہ پھر بند کردیں۔ جیب کے اندر اندر بند نہ کرسکتے ہوں تو ایک ہاتھ سے موبائل کو باہر نکال لیں اور پھر ایک ہی ہاتھ سے اس کو بند کردیں۔ شرعاً اس کی گنجائش ہے۔ بعض فقہاء نے ہانڈی ابلنے اور سانپ کو مارنے کے لئے نماز کو توڑنے تک کی اجازت دی ہے مگر موبائل بند کرنے کے لئے آپ کو نماز تورنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ انشاء اللہ تاہم اگر شدید مجبوری ہو اور دوسرے نمازیوں کی نماز خراب اور اپنی نماز متاثر ہو رہی ہو تو نماز توڑ کر موبائل بند کرنا چاہیے۔ اسلئے کہ دوسروں کو تکلیف دینا یوں بھی حرام ہے۔ خاص کر عبادت میں رخنہ اندازی کسی حال میں درست نہیں۔ پھر خاص ایسے وقت میں کہ جب موبائل گانے اور موسیقی والی گھنٹی ہو، تو نہ صرف انسانوں کی تکلیف کا باعث ہے بلکہ فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ "فان الملئکة تتاذی مما یتاذی منه بنو آدم" . (صحیح مسلم)

کسی اہم میٹنگ یا کسی اہم دینی یا دنیوی اجتماع میں جہاں آپ کو حاضر دماغی سے شریک ہونا ہے وہاں اپنے موبائل کو خاموشی پر رکھیں تاکہ جس مقصد کیلئے آپ میٹنگ یا اجتماعی میں شریک ہوئے ہیں، اس میں دل جمعی اور حاضر دماغی ہو سکے، ورنہ آپ کو خاص سے خاص مجلس میں بھی یہ موبائل چین سے بیٹھنے نہ دے گا بلکہ دوسرے لوگوں کی قوت فکر بھی آپ کی بات یا آپ کے موبائل کی گھنٹی سے متاثر ہوگی۔

تعلیمی درسگاہوں میں طلبہ یا اساتذہ اپنے موبائلوں کو بند کر کے رکھیں یا کم از کم خاموشی پر لگادیں، تاکہ تعلیمی ماحول متاثر نہ ہو اور اساتذہ کی تنخواہ میں حرام کی آمیزش نہ ہو۔ عموماً فون پر یا موبائل پر سلسلہ گفتگو کا آغاز ''ہیلو'' سے کرتے ہیں اگرچہ یہ کلمہ مخاطب ہے اور اس کے معنی کوئی برے نہیں تاہم سنت شریفہ یہ ہے کہ جب ہم فون پر یا موبائل پر کسی کو مخاطب کریں تو اپنی تہذیب کے مطابق ''جی ہاں'' یا صرف ''جی'' یا ''فرمایئے'' یا ''کون صاحب'' وغیرہ الفاظ استعمال کریں اور اگر

اسلامی ملک میں رہائش پذیر ہیں یا اندازہ سے معلوم ہو جائے کہ فون کرنے والا مسلمان ہے تو پھر سنت کے مطابق آپ اپنی گفتگو کا آغاز ''السلام علیکم'' سے کریں جیسا کہ ترمذی کی روایت میں ہے آنحضرت ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: ''السلام قبل الکلام'' (کلام سے پہلے سلام ہونا چاہئے) اس روایت کی سند میں اگر چہ ضعف ہے مگر دوسری صحیح روایتوں سے معنیٰ تقویت ملتی ہے۔ یہ چند باتیں تھیں جو پیش کی گئیں اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حرمین شریفین میں لکھی گئی ہیں، اس میں محض اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی شامل تھی کہ یہ کتابچہ تیار ہوا، اللہ تعالیٰ اس کو نافع ومفید بنائے اور قارئین کو عمل کی نیت سے پڑھنے کی اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

☆☆☆

موبائل فون کو مصیبت نہ بنائیں!

دور جدید نئی ایجادات اور سائنسی ترقی کا دور ہے، سائنس نے زندگی کو بہت سہل اور پر تعیش بنا دیا ہے، ہر ایجاد اپنے اندر علم و تحقیق کا ایک گوہر چھپائے ہوئے ہے، مگر ہر ایجاد کے ساتھ ایک بحث ہمیشہ ہوتی ہے کہ اس کے نقصانات زیادہ ہیں یا فوائد، کچھ ایسا ہی معاملہ موبائل فون کے ساتھ بھی ہے، موبائل فون نے جتنی تیزی سے ترقی کی ہے اور جس طرح یہ بچے بچے کے استعمال میں آیا ہے، ایسا ریکارڈ کسی ایجاد کا نہیں، موبائل فون کا استعمال اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ بعض لوگ اس کے بغیر چند لمحے بھی نہیں گزار سکتے اور موبائل کے بغیر خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں، اس خوف کو ''موبوفوبیا'' کا نام دیا گیا ہے، نوجوان نسل تو اب شاید اپنے مشغلے بدل چکی ہے، راستوں، راہوں پہ آتے جاتے، گھروں میں بیٹھے، سواریوں میں، کالجز اور یونیورسٹیز کے احاطوں میں ٹہلتے، کھانا کھاتے، پانی پیتے، لیٹتے بیٹھتے، ہنستے بولتے بس انگوٹھے کی ایکسر سائز جاری رہتی ہے، پیغامات آرہے ہیں، پیغامات جارہے ہیں، خاص طور پر ایک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے، چوتھے اور پھر سیکڑوں تک فارورڈ کرنے کا رجحان تو کچھ زیادہ ہی زور پکڑ گیا ہے۔ SMS جسے ابتداء میں

گونگے اور بہرے لوگوں کے لئے بطور رابطہ متعارف کرایا گیا تھا، آج ہر ایک کے لئے رابطے کا ایک نہایت طاقتور ذریعہ بن گیا ہے، اب یہ پیغام رسانی کا جدید اور آسان ترین ذریعہ ہونے کیساتھ ساتھ تجارت، کاروبار یہاں تک کہ بینک کاری کیلئے بھی استعمال ہو رہا ہے، لوگ گھر بیٹھے ایک چھوٹے سے SMS کے ذریعہ اپنے اکاؤنٹ کی تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں، بل جمع کرواسکتے ہیں اور اپنی رقوم نکلوا اور جمع کرواسکتے ہیں، کاروباری حضرات اب صرف ایک میسج بھیج کر اپنی اشیاء کی خرید وفروخت کر سکتے ہیں، اس طرح اشتہاروں اور تشہیری مہم کا خرچہ بھی بچتا ہے، SMS کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایس ایم ایس کے ذریعے کم پیسوں میں دوستوں کے ساتھ رابطہ رہتا ہے، بلا شبہ یہ کام انٹرنیٹ یا لینڈ لائن فون کے ذریعے بھی ہوتا ہے، مگر وہ موبائل کی طرح ہر وقت ہاتھ میں نہیں ہوتا ہے، اس طرح موبائل فون نے خوبصورت لمحوں اور اچھے دوستوں کو مٹھی میں بند کر لینے کا تحفہ دیا ہے۔

ہمارے ملک اس وقت ایسے دور سے گزر رہا ہے جہاں ہر پل بے یقینی کی کیفیت ہے، جب تک بچے اسکول، کالج سے واپس نہ آجائیں، والدین خوف میں رہتے ہیں اور انہیں سکون نہیں ملتا ہے، ایسے ماحول میں موبائل فون رابطے کا ذریعہ بن کر والدین کے اطمینان کا باعث بنتا ہے، دیر ہو جائے یا کوئی مسئلہ ہو جائے تو ایک کال یا ایس ایم ایس کے ذریعے گھر والوں کو فوری مطلع کیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ آج کل ایس ایم ایس میں اقوال زریں خوبصورت اور دل کو چھو لینے والی باتیں ایک دوسرے کو بھیجنے کا رجحان عام ہو رہا ہے، اسی طرح مختلف معلومات سے بھرپور میسج بھی سامنے آتے ہیں جس سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم کسی بھی ٹکنالوجی کے مثبت استعمال کے بجائے منفی استعمال زیادہ کرتے ہیں، دراصل کسی بھی چیز کے فوائد اور نقصانات کا انحصار ان

ایجادات سے مستفید ہونے والوں پر ہوتا ہے کہ وہ اسے انسانیت کی خدمت اور سہولت کے لئے استعمال کررہے ہیں یا الٹا وہ اس کے لئے مصائب کا باعث بن رہی ہے، موبائل اور SMS کے جہاں اتنے فوائد ہیں، وہاں ان کا غلط استعمال معاشرے پر منفی اثرات بھی مرتب کررہا ہے۔

بعض لوگ دوسرے لوگوں کو ڈرانے دھمکانے والے ایس ایم ایس کر کے پریشان کرتے ہیں اور انہیں ہراساں کر کے ان کے ذہنی اضطراب کا باعث بنتے ہیں، ایس ایم ایس کرتے کرتے انگریزی اور اردو دونوں زبانوں کے استعمال سے ہم دونوں زبانوں کو ایک ملغوبہ سا بناتے جارہے ہیں، یہاں تک کہ پرچہ کرتے وقت بھی طالب علم اکثر SMS میں استعمال ہونے والی زبان استعمال کرتے ہیں اور اردو کے ہجے اور انگریزی کی اسپلینگ غلط لکھ کر اپنے نمبر کٹوا بیٹھتے ہیں، اس کے علاوہ کلاس رومس میں اکثر طلبہ لیکچرز پر توجہ دینے کے بجائے موبائل پر میسج کرنے میں مصروف رہتے ہیں، تعلیمی اداروں میں ان موبائل فونز کی بدولت جہاں کبھی طلبہ کے گروہ درمیان میں کتاب رکھ کر ایک دوسرے کو سمجھاتے اور پڑھاتے نظر آتے تھے، اب طلبہ اپنے موبائل کے ذریعہ ایک دوسرے کو مختلف لطائف، شعروشاعری اور فضول پیغامات بھیجنے کی مشقیں کرتے نظر آتے ہیں، موبائل میسجز اور کالز سے جنس مخالف کے ساتھ دوستیاں پروان چڑھ رہی ہیں، جن کا انجام اکثر پریشان کن ہوتا ہے، میسجز کے ذریعہ کوئی بھی فحش بات یا لطیفہ منٹوں میں پھیل جاتا ہے اس طرح نوجوان نسل اخلاقیات کو فراموش کر کے بے راہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے، بعض لوگ میسجز کا استعمال لوگوں کو لوٹنے اور دھوکہ دہی کے لئے بھی کرتے ہیں، بعض گھروں میں والدین موبائل پر مصروف رہتے ہیں اور بچوں کو وقت نہیں دیتے اور اسی طرح یعنی گھروں میں بچے ہر وقت موبائل کے ساتھ کالز اور میسجز کرنے میں مگن

رہتے ہیں، بجائے اس کے ماں باپ، بہن بھائیوں کو وقت دیں ان سے گفتگو کریں، نتیجۃً آپس میں فاصلے بڑھ رہے ہیں، کہیں ماں باپ بچوں سے ناراض ہیں تو کہیں بچوں کو ماں باپ سے شکایات ہیں، اس طرح بالواسطہ طور پر موبائل اور SMS کا خبط خاندانی نظام کی تنزلی کا سبب بھی بن رہا ہے۔

حقیقتاً دیکھا جائے تو موبائل اور موبائل میسج کا صحیح استعمال کرنے والے کم اور غلط استعمال کرنے والے زیادہ ہیں، اگرچہ سائنس کی اس نعمت سے انکار ممکن نہیں کہ اس کی بدولت ہم پوری دنیا کو جیب میں لئے پھرتے ہیں، مگر شاید اس سہولت کے بامقصد اور مفید استعمال کیلئے ہمیں تھوڑی سی تربیت کی ضرورت ہے، والدین کو چاہئے کہ بچوں کو موبائل فراہم کرتے وقت اس کے مثبت استعمال کی بھی تلقین کریں اور سب سے بڑھ کر تو ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے میں نیکی اور بدی کا شعور اجاگر کئے جائے، کیونکہ جب انسان کو اچھائی اور برائی کی تمیز ہوگی جب ہی وہ کسی ایجاد یا تحقیق سے مستفید اور اسکے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

☆☆☆

موبائل کے نقصانات

جو لوگ موبائل رکھتے ہیں ان میں اکثر فضول خرچی کرتے ہیں، ایک دو فیصد شاید ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو بقدر ضرورت موبائل کا استعمال کرتے ہوں، ایک سرسری اندازہ کے مطابق آج ایک شخص کا ماہانہ موبائل کا خرچ اس کے کھانے پینے سے زیادہ ہے، یعنی اگر ایک شخص کا تنہا کھانے پینے کا خرچ پانچ سو روپے مہینہ ہے تو اس کے موبائل کا خرچ اس سے کم نہیں، یہ ایک عمومی اندازہ ہے ورنہ ایسے افراد بھی ہمارے علم میں ہیں، جن کا موبائل کا خرچہ ان کی ماہانہ آمدنی کا آدھا یا اس سے بھی زائد ہوتا ہے۔

فضول خرچی اتنی بڑی بیماری ہے کہ اس کے کرنے والے کو قرآن پاک میں شیطان کا بھائی کہا گیا ہے اور پھر فرمایا کہ شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے۔

(دیکھئے سورہ بنی اسرائیل: ۲۷)

آج چھوٹے چھوٹے بچے موبائل سنبھالے ہوئے ہیں، گھر میں جتنے افراد ہیں اتنے ہی موبائل ہیں، لڑکے کیا لڑکیاں کیا، بہوئیں کیا، ہر ایک موبائل کو اپنی ضرورت سمجھے ہوئے ہے، حالانکہ دس سال قبل کیا پانچ چھ سال قبل تک بھی یہ موبائل

خال خال ہی کسی کی ضرورت تھی، اور بغیر موبائل سب کے کام پورے ہو رہے تھے، لیکن آج کسی سے بھی پوچھئے تو وہ یہی کہے گا کہ موبائل اس کی ضرورت ہے اب کس کی کتنی ضرورت ہے یہ ایک سنجیدہ اور صاحب عقل شخص بخوبی اندازہ کر سکتا ہے، ہر شخص کو چھوٹا ہو یا بڑا اس کا شوق ہے کہ موبائل اس کے پاس ہو، چنانچہ موبائل ضرورت سے نہیں بلکہ شوقیہ رکھا جا رہا ہے، اور یہ شوق ایسا عام ہو رہا ہے، کہ اچھا خاصہ پیسہ اس کی نذر ہو رہا ہے، ظاہر ہے جس کو بھی موبائل رکھنا ہے وہ اسے استعمال تو کرے گا ہی اور یقیناً اس میں پیسے ڈلوائے گا اور پھر یقیناً اس سے بات بھی کرے گا، معلوم ہوا کہ اس شوق نے گھر گھر پر ایسا اضافی بوجھ ڈال دیا کہ بہت سے لوگ اس بوجھ کو برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، مگر وہ اپنی اولاد اور گھر کے افراد پر قابو پانے سے بھی قاصر ہیں اور بہت سے گھروں میں آئے دن اسی کے جھگڑے نظر آتے ہیں۔

بلاضرورت موبائل کا استعمال

موبائل جو لوگ رکھتے ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو موبائل رکھنا ضروری ہوتا ہے، بہت سے لوگوں کی ضرورتیں اور معاملات ان سے وابستہ ہوتے ہیں، اگر وہ موبائل اپنے پاس نہ رکھیں تو ان سے متعلق لوگوں کو پریشانی ہو سکتی ہے، مثلاً اگر اہل علم لوگوں کو مسئلے مسائل یا دینی رہنمائی کرنے کے لئے موبائل رکھتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہے یا عوام الناس کی خدمت کرنے والے لوگ موبائل رکھیں تو یہ بات معقول ہے کیونکہ بہت سے لوگوں کی ضرورتیں ان سے وابستہ ہیں، اگر وہ موبائل نہیں رکھیں گے تو لوگوں کو پریشانی ہوگی، یا ایسے ہی وہ لوگ جو سفر میں رہتے ہیں ان کے لئے موبائل رکھنا بھی ضروری ہے یا ایسے افراد جن کا بزنس

وکاروبار پھیلا ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور اس طرح کے افراد کا تناسب ہر معاشرہ میں چند فیصد ہے لوگوں کی غالب تعداد ایسی ہے جو بلاضرورت موبائل رکھتی ہے۔

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بہت سے لوگوں کے گھر میں فون ہوتا ہے اور جہاں وہ ملازمت کرتے ہیں وہاں فون کی سہولت موجود ہوتی ہے اور ان کی زندگی کا روزمرہ کا معمول یہ ہوتا ہے کہ وہ گھر سے اپنی ملازمت کی جگہ پر اور ملازمت کی جگہ سے گھر پر اور بس...... اس کے باوجود وہ لوگ موبائل رکھتے ہیں، حالانکہ ان کو موبائل کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی اور ان کی ضرورت ڈیوٹی اور گھر کے فون سے پوری طرح ہو جاتی ہے، لیکن موبائل ایسے بہت سے لوگوں کی زندگی کا جز بن جاتا ہے، ہاں کبھی کبھار ایسے لوگ اپنی ذاتی ضرورت یا ملازمت کی غرض سے باہر جائیں تو بلاشبہ سفر میں موبائل ان کے لئے ضرورت کا درجہ لے سکتا ہے۔

موبائل اتنا عام ہوگیا ہے کہ ہر کس و ناکس کے پاس نظر آتا ہے، معقول آمدنی والا شخص موبائل رکھے اور موبائل رکھنا اس کی ضرورت ہو تو کوئی حرج نہیں مگر ایک ایسا آدمی کہ جس کی آمدنی اس قدر کم ہو کہ اس کی ضرورتیں بآسانی پوری نہ ہوتی ہوں اور پھر بھی وہ موبائل رکھے تو اس کو یہ زیب نہیں دیتا۔

موبائل کے ذریعہ دوسروں کو تکلیف

موبائل رکھنے والے عام طور پر جب چاہتے ہیں فون کر دیتے ہیں، یہ نہیں دیکھتے کہ ہم جس کو فون کر رہے ہیں اس کے آرام کا وقت ہے یا اس کے سونے کا وقت، یا یہ اس کی ڈیوٹی کا وقت یا نماز یا اور کسی عبادت کا وقت ہے، چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ رات کے دو بجے تین بجے موبائل کی گھنٹی بجتی ہے اور اس گھنٹی بجنے کے نتیجے میں فرد واحد ہی کی نیند خراب نہیں ہوتی بلکہ چھوٹے کیا، بڑے کیا سب ہی

کی نیند متاثر ہوتی ہے اور ایک شخص کا بے وقت فون کرنا کتنے لوگوں کی تکلیف کا ذریعہ بنتا ہے، کاش ہم اس دین کو سمجھتے جس میں کسی سونے والے کی نیند میں بھی خلل نہ آئے اس کا اس قدر خیال کیا جاتا تھا کہ سلام جو گھر میں داخل ہوتے وقت مسنون ہے اس کے بارے میں حکم ہے کہ اگر گھر میں سب افراد سو رہے ہیں تو اتنی آہستہ سلام کیا جائے کہ سونے والے کی نیند خراب نہ ہو۔ چنانچہ مسند احمد میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (دیر سے) تشریف لاتے، تو اتنا آہستہ سے سلام کرتے کہ اگر کوئی جاگ رہا ہو تو سن لے اور سو رہا ہو تو نیند میں خلل نہ پڑے۔ (مسند احمد، معجم کبیر للطبرانی، دلائل النبوۃ للبیہقی)

موبائل کے ذریعہ خیانت

موبائل کے ذریعہ کتنے لوگوں کی حلال کی کمائی میں حرام کی آمیزش وملاوٹ ہوگئی ہے وہ اس طرح کہ ڈیوٹی کے ٹائم میں فون آتے ہیں، اور فون جاتے ہیں، ڈیوٹی پر بیٹھے ہیں گھر والوں سے بھی کنکشن جڑا ہوا ہے، یار دوستوں سے بھی گپ شپ ہو رہی ہے۔ اور تنخواہ پوری وصول کی جا رہی ہے۔ اگر موبائل پر کی جانی والی اس گفتگو کو گھنٹوں پر جوڑا جائے تو ہر مہینہ کئی دن ایسے ضرور ہو جائیں گے جن میں ڈیوٹی پر کام کے بجائے وقت خارجی فون پر ضائع کیا گیا اور ظاہر میں ڈیوٹی پر موجود بھی ہیں مگر کام ملازمت کا نہیں بلکہ اپنا ذاتی کیا، یہ خیانت پہلے زمینی فون (لینڈ لائن) پر بھی ہوتی تھی تاہم موبائل نے اس میں خواب اضافہ کیا ہے۔

موبائل کے ذریعہ حرام کا ارتکاب

جب سے کیمرہ کے موبائل کا رواج ہوا ہے، تصویر کشی کا گناہ ایسا عام ہو گیا ہے اور اس کا تصور بھی ذہنوں سے نکل گیا ہے کہ تصویر کھینچنا گناہ ہے، حدیث شریف

میں فرمایا گیا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو تصویر کھینچتے ہیں:" ان اشد الناس عذابا عند الله يوم القيامة المصورون" (صحیح بخاری: باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، صحیح مسلم: باب تحریم صورۃ الحیوان)

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے: اس گھر میں (رحمت) کے فرشتے داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا بلی کی تصویر ہو۔ (صحیح بخاری: باب التصاویر)

بلا ضرورت تصویر کھینچنا کھینچانا حرام ہے، آج کل یہ گناہ ایسا عام ہو گیا ہے کہ ہر چھوٹا یا بڑا اس میں ملوث ہے، بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگ حج اور عمرہ جیسی عظیم عبادتوں کو تصویر کھینچ کھینچا کر آلودہ کرتے ہیں، مکہ اور مدینہ کی پاکیزہ سرزمین پر آکر بھی اس گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں، اس گناہ پر دوسرا گناہ یہ کرتے ہیں کہ بہت سے لوگ غیر محرم عورتوں کا فوٹو کھینچتے ہیں۔

موبائل کے ذریعہ بدکاری کا فروغ

فون گھر میں ہوتا تھا تو فون آنے پر ماں باپ فون وصول (رسیو) کرتے تھے، شریف گھرانوں میں کسی جوان عمر لڑکی کو اس کی اجازت نہ ہوتی تھی کہ وہ فون اٹھائے نہ معلوم فون کرنے والا کون ہو، مگر عصر حاضر میں موبائل ہر لڑکی کے ہاتھ میں ہے، وہ کسی سے بات کرتی ہے اس کا کس سے تعلق ہے کس سے فون پر اس کا رابطہ رہتا ہے یہ سب باتیں ماں باپ اور گھر کے سرپرستوں سے مخفی ہیں جس کا نتیجہ ہے کہ لڑکی موبائل کے ذریعہ ایسی آزاد ہے کہ اس کی آزادی کا تصور ہر باشعور آدمی کرسکتا ہے۔ وہ لڑکی جو کل تک اپنے گھر کی چار دیواری میں باعزت اور باعصمت تھی، آج موبائل نے اس کی عزت وعصمت کو تار تار کر دیا ہے وہ بظاہر گھر میں ہے مگر اس کی دوستی اور فرینڈ شپ موبائل پر فروغ پا رہی ہے، اور پھر یہ دوستی کہاں سے

کہاں لے جاتی ہے اس کا تصور وہ حضرات بخوبی کرسکتے ہیں جو آئے دن اخبارات میں ایسی خبریں پڑھتے یا ٹی وی پر ایسے نظارہ کرتے رہتے ہیں، جس میں اچھے اچھے گھرانوں کی عزتیں خاک میں مل چکی ہوتی ہیں، کاش کہ ہم ان خبروں سے عبرت پکڑیں، یادرکھیں کہ ماں باپ پر اپنی اولاد کی جہاں تعلیم کی ذمہ داری ہے وہیں ان کی اچھی تربیت اوران کی عصمت وعفت کی حفاظت کی ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے جس کے بارے میں کل روز حشر اللہ تعالیٰ کے یہاں سوال ہوگا خوب غور فرمالیں۔

موبائل کے ذریعہ لایعنی

موبائل کے غلط استعمال میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ اس کا استعمال لایعنی اور فضول میں خرچ کرتے ہیں، بیٹھے فلم دیکھتے رہتے ہیں، گیم کھیلتے رہتے ہیں اور بہت سا قیمتی وقت اس طرح ضائع کردیتے ہیں، ایک اچھا مسلمان ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ لایعنی سے بچتا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا:"من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه" (انسان کے اسلام میں اچھے ہونے میں سے یہ بات ہے کہ وہ لایعنی اورفضول کاموں سے بچتا ہے۔

موبائل کے ذریعہ بدگمانی

موبائل کے ذریعہ بہت سی بدگمانیاں پیدا ہوجاتی ہیں اوربعض بدگمانیوں کا نتیجہ خطرناک نکلتا ہے اوراس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ موبائل کے ذریعہ بدگمانیوں کے نتیجہ میں بھائی بھائی میں دشمنی ہوجاتی ہے دوست دوست میں جدائی ہوجاتی ہے۔اورمیاں بیوی میں طلاق تک کی نوبت آجاتی ہےاوراس قسم کے بہت سے مشاہدات اورخبریں آئے دن آخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں اسی قبیل کا ایک واقعہ ہمارے علم میں ہے وہ اس طرح کہ:

ایک بھائی نے اپنی بہن کو اس کی سسرال میں فون کیا، موبائل میں پیسے ختم ہو گئے، لیکن بات پوری نہ ہو سکی تھی، باقی باتیں بھائی نے اپنے دوست کے موبائل سے کیں، شام کو اس کا بہنوئی آیا اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی کے موبائل میں نیا نمبر ہے، جس کی وجہ سے اس نے اپنی بیوی پر شک کیا اور بالآخر اپنی بیوی کو ٹکٹ کرا کر اس کے میکے بھیج دیا، بات بہت آگے بڑھی قریب تھا کہ طلاق ہو جائیگی مگر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور گھر خاندان کے بڑوں نے بیچ میں پڑ کر معاملہ کو ختم کیا، اس واقعہ کے بعد بھی شوہر مسلسل اپنی بیوی پر شک کرتا ہے، یہ تو ایک واقعہ ہے جو ہمارے علم میں ہے، اس قسم کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں اور کتنے گھروں میں موبائل کی وجہ سے باہمی اختلاف اور انتشار پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

موبائل کے ذریعہ عبادت میں خلل اندازی

موبائل کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے بہت سی عبادتوں میں خلل واقع ہوتا ہے چنانچہ مسجد میں موبائل کی گھنٹی بجتی رہتی ہے جس سے نہ صرف یہ کہ موبائل والے کی نماز کا خشوع جاتا رہتا ہے بلکہ مسجد کے تمام نمازیوں کا دماغ منتشر ہو جاتا ہے، اور ان کا خشوع بھی ختم ہو جاتا ہے اور نماز ہی کیا تلاوت کلام پاک ہو یا ذکر واذکار، دعا و استغفار، جب بھی فون آجاتا ہے تو آدمی اپنی عبادت کو چھوڑ کر فون میں لگ جاتا ہے، بلکہ بات اب تو بہت آگے بڑھ چکی ہے، حج اور عمرہ کے جو خاص ارکان ہوتے ہیں مثلاً طواف، سعی، منیٰ، مزدلفہ، عرفات جن کی ادائیگی کے لئے لاکھوں روپئے خرچ کرتا ہے اب وہ ان عبادتوں کے کرنے میں بھی موبائل پر بات کرتا نظر آتا ہے، بیت اللہ کا طواف جیسی عظیم عبادت ہو، یا صفا و مروہ کی مقدس سعی، عرفات یا مزدلفہ کا وقوف ہو یا منیٰ کا قیام کچھ بھی موبائل کے

منفی اثرات سے محفوظ نہیں، واضح رہے کہ ان مقامات پر مناسک کی ادائیگی کا وقت نہایت محدود ہوتا ہے، انسان کوشش کرے کہ جن ارکان کی ادائیگی کیلئے گھر بار چھوڑا، اور ہزار ہا میل کا سفر کیا، لاکھوں روپے خرچ کئے، ان کو چاہئے کہ ان عظیم مناسک کی ادائیگی پر توجہ مرکوز کریں اور اپنے رب سے لولگائیں، موبائیلوں پر بات کر کے اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کریں، ہاں بقدر ضرورت بات کرنے میں کوئی حرج نہیں، رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی وہ مبارک راتیں جو سال میں ایک ہی مرتبہ آتی ہیں، جن میں ایک رات ایک ہزار مہینہ سے افضل ہے ایسے مبارک وقت میں بھی لوگ مسجدوں میں اعتکاف کرنے کے باوجود موبائل کا پیچھا نہیں چھوڑتے ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ موبائل ان کا پیچھا نہیں چھوڑتا، بظاہر اعتکاف میں بیٹھے ہیں (اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے کٹ کر کچھ دن یا کچھ وقت صرف اللہ کیلئے مسجد میں گذارا جائے) مگر موبائل کے ذریعہ سارے تعلقات معاملات باقی رہتے ہیں اور چل رہے ہوتے ہیں۔

موبائل کی گھنٹی میں فحش اور گانے والی گھنٹیاں

موبائل میں ایسی فحش اور بے حیائی عام کرنے والی گھنٹیاں ہوتی ہیں کہ شریف آدمی کے ہوش خراب ہو جائیں، یہ گھنٹیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ جو فون آنے پر سنائی دیتی ہیں اور ایک وہ جو فون ملانے پر فون کرنے والا سنتا ہے، دونوں قسم کی گھنٹیاں اگر سیدھی سادی نہ ہوں بلکہ گانوں پر یا موسیقی اور مزامیر پر مشتمل ہوں تو سراسر گناہ ہے، افسوس تو یہ ہے کہ بعض اچھے دینداروں کی گھنٹیوں کو جب سنایا جاتا ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ ان کو اس کا بھی ہوش نہیں کہ بلا وجہ وہ معاصی کا ارتکاب کر رہے ہوتے ہیں۔ آج مساجد جو صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی یاد

کے لئے بنتی ہیں ان میں ایسے گانوں کی آوازیں آتی ہیں کہ جن سے یقیناً شیطان خوش اور رحمٰن ناراض ہوتا ہے، نیز وہ گھنٹیاں جو موبائل کرنے والا جواب کے انتظار میں سنتا ہے وہ اور زیادہ تکلیف دہ ہے کہ موبائل پر جواب کے انتظار میں وہ کان لگائے ہوتا ہے اور مجبوراً کوئی گانا یا فحش و بیہودہ کلام سننے پر مجبور ہوتا ہے بلکہ بے حیائی کے جملے اور ناشائستہ باتیں عورت کی زبان میں اس کو سننے کو ملتی ہیں اور وہ بے چارہ فون پر جواب کے انتظار میں یہ سب سنتا ہے۔

موبائل کے ذریعہ کلام اللہ اور دینی ادعیہ کی بے حرمتی

کچھ دیندار اپنے موبائل میں کلام اللہ کی آیت کسی اچھے قاری کی آواز میں محفوظ رکھتے ہیں، بعض لوگ دعائیں محفوظ رکھتے ہیں، بعض الحمد للہ اور اللہ اکبر کے کلمات رکھتے ہیں، بعض حضرات عمدہ آواز میں کسی مؤذن کی اذان کو فیڈ رکھتے ہیں تو بعض دینی نعتیں اس میں محفوظ رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ......

اس طرح کے سب ہی حضرات ان مبارک کلمات کی بے حرمتی کرتے نظر آتے ہیں، یہ ایسے حضرات جب حمام یا بیت الخلاء میں ہوتے ہیں وہاں پر آیات قرآنیہ یا احادیث نبویہ یا دعا یا اذان کی آواز آتی ہے جو اللہ کے کلام کی نہایت ہی بے ادبی ہے اسی طرح یہ چیزیں موبائل میں جب فیڈ ہوتی ہے، فون آتا ہے تو آیت کے بیچ ہی میں بٹن دبا کر فون وصول کیا جاتا ہے یا کسی وجہ سے فوراً بٹن دبا کر موبائل بند کر دیا جاتا ہے جس سے قرآن کی آیات یا اللہ کے اسماء حسنیٰ کٹ جاتے ہیں ایسے ہی بعض لوگ اپنے موبائل فون کے اسکرین پر اللہ تعالیٰ کے اسماء یا کلمہ طیبہ یا کوئی آیت قرآنی لکھ لیتے ہیں، اور اسی کو لے کر حمامات و بیت الخلاء میں جاتے ہیں جب کہ ان کا ایسا کرنا ان مبارک اسماء اور آیات قرآنیہ کی بڑی ہی بے ادبی ہے،

آنحضرت ﷺ کی خاتم مبارک (انگوٹھی) پر صرف محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اس کے باوجود آپ ﷺ جب بھی قضائے حاجت کے لئے تشریف لے جاتے تو انگشت مبارک سے خاتم مبارک کو اتار کر تشریف لے جاتے۔ "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الخلاء نزع خاتمہ" (سنن ترمذی، سنن نسائی، باب نزع الخاتم عند دخول الخلاء)

موبائل کا خطرناک حد تک جنون

موبائل جو انسان کی ضرورت کا ایک آلہ ہے اور اس سے زیادہ اس کی کوئی اہمیت نہیں، انسانی زندگی میں بہت سی چیزیں انسان کی ضرورت کی ہیں، مگر کسی مشین کی اتنی دلدادگی اور معاشرہ میں اس کا جنون شاید ہی پایا جاتا ہو جس قدر موبائل کی دیوانگی اور اس کا جنون پایا جاتا ہے۔ آج کی زندگی میں عموماً موبائل کی اتنی فکر ہوتی ہے شاید بھوکے کو کھانے کی بھی اتنی فکر نہیں ہوتی اور یہ باتیں کسی مبالغہ آرائی پر نہیں لکھی جا رہی ہیں بلکہ واقعتاً آج کے انسان کو موبائل نے اپنا ایسا ہی دیوانہ اور عاشق بنا دیا ہے، قارئین کے علم میں موبائل کی دیوانگی کے بہت سے واقعات یقیناً ہوں گے بندہ کے علم میں دو واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو گئے: پہلا واقعہ تو سعودی عرب میں ایک ایکسیڈنٹ کے وقت پیش آیا کہ ایک نوجوان کار حادثہ کا شکار ہو گیا، جلدی سے لوگوں نے آکر اس کو کسی طرح گاڑی سے باہر نکالا اور اس کی حالت دیکھی تو وہ نزع کی سی حالت میں تھا، تاہم ہوش وحواس باقی تھے، لوگوں نے اس کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کی اور کہا کہ کلمہ پڑھ لو، مگر وہ نوجوان بجائے کلمہ پڑھنے کے یہ کہتا تھا: "میرا موبائل کہاں ہے؟ میرا موبائل کہاں ہے؟ بالآخر موبائل کہاں ہے کہتا کہتا ہی وہ اس دنیا سے رخصت ہوا اور اس کو کلمہ نصیب نہ ہو سکا۔ (ان للہ وانا الیہ راجعون) اسی طرح ایک لڑکی کا بھی یہی واقعہ ہوا کہ آخری

وقت میں اس کو کلمہ کی تلقین کی گئی مگر اس کی زبان سے موبائل موبائل ہی نکلتا رہا اور یہ کہتے کہتے ہی اس کی موت واقع ہوگئی، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ آمین!

درمیان گفتگو موبائل کی دخل اندازی

بہت سے دینی یا دنیاوی اجتماعات میں یہ موبائل تشویش پیدا کرنے کا ذریعہ ہے آپ نے کسی سے وقت لیا ہے، اور وہ اپنا وقت فارغ کرکے آپ کے پاس آیا ہے یا آپ اس کے پاس گئے ہیں، گفتگو ہو رہی ہے کہ آپ کے موبائل نے بجنا شروع کر دیا، بات ادھوری رہ گئی، مخاطب آپ کے فون پر بات کرنے سے دل ہی دل میں اکتا رہا ہے اور اس کو سخت اذیت پہنچ رہی ہے، مگر شرماً حضوری میں وہ کچھ کہنے سے قاصر ہے، ایسے بہت سے حالات سے ہمارا کیا بے شمار لوگوں کا یقیناً واسطہ پڑتا رہتا ہوگا۔ اس لئے یہ موبائل ایسے وقت میں نہایت تکلیف پہنچاتا ہے۔

موبائل کے ذریعہ جسمانی نقصانات

موبائل کی خطرناک شعائیں کان کے ذریعہ دماغ پر اثر انداز ہوتی ہیں اس سے بعض لوگوں کی وفات بھی ہو چکی ہے لوگوں کی قوت سماعت بھی متاثر ہو چکی ہے، اور موبائل کے ذریعہ حادثات کی خبریں آئے دن اخبارات میں آتی رہتی ہیں خاص طور پر گاڑی چلاتے وقت یا بعض دوسری مشینیں چلاتے وقت موبائل فون پر باتیں کرنا حادثات کا سبب بنتا ہے اور نہ جانے کتنے لوگ اس موبائل پر بات کرتے کرتے اس دنیا سے چلے گئے، بلکہ لوگوں نے گاڑی چلانے میں بات میں مشغولیت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی جانوں کے ضیاع کا سبب بن گئے، آئے دن اس طرح کے واقعات کی خبریں اخبارات میں آتی رہتی ہیں۔

موبائل کے ذریعہ ہروقت کا چین وسکون ختم

موبائل کے ذریعہ ہر وقت کا سکون جا تا رہا ہے، پہلے کچھ وقت ایسا ہوتا تھا جس میں ایک شخص بآسانی اپنا کچھ وقت ایسا گذار لیتا تھا جس میں کچھ سوچ وفکر کرسکے، اپنے رب کے لئے کچھ وقت نکال لیتا تھا، یا کم ازکم کچھ وقت نماز کے لئے تو فارغ کرہی لیتا تھا کہ خشوع وخضوع سے نماز پڑھی جاسکے، مگر آج نماز میں بھی بہت سوں کو یہی خیال لگا رہتا ہے کہ کسی کا فون آرہا ہوگا، اس چیز کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب ہم حرمین شریفین میں بے شمار لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ امام کے سلام پھیرتے ہی بجائے یہ کہ دعا اور استغفار میں مشغول ہوں فوراً جیب سے موبائل نکالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ شاید فون آیا ہو، یعنی نماز کے وقفہ کا بندرہنا بھی ان کے نفسوں پر گراں اور شاق گذرتا ہے۔(اللھم احفظنا من ھذا الجنون)

موبائل کی وجہ سے ہروقت ذہنی تناؤ کی کیفیت

موبائل پر آج ہرلمحہ اور ہر پل آدمی کا تعلق دنیا بھر سے جڑا ہوا ہے، اور وہ کسی وقت بھی اپنے کو تنہا محسوس نہیں کرتا، اس کا دماغ ہمہ وقت اسی میں متفکر اور مشغول رہتا ہے کہ کس کا فون آنا ہے، کسی کو فون کرنا ہے، سونے کے علاوہ بقیہ تمام اوقات ایسے مشغول ہوکر رہ گئے ہیں کہ بس ہر وقت انسان مشغول ہے، وہ کسی بھی حال میں پرسکون نہیں، بلکہ جوسکون کے اوقات تھے وہ بھی جاتے رہے، کبھی آرام کے وقت اچانک تکلیف دہ خبر آجاتی ہے تو کبھی اسی موبائل کی وجہ سے ہارٹ اٹیک ہوجاتا ہے، دماغی صدمہ پہنچنا، بیہوش ہوجانا اور دماغی توازن کھوبیٹھنا جیسے واقعات آئے دن سامنے آرہے ہیں۔

موبائل کے ذریعہ تعلیم کا نقصان

موبائل کے ذریعے اسکولس وکالجز حتی کہ یونیورسٹیز میں امتحانات وغیرہ میں خیانت کے بکثرت واقعات ہورہے ہیں، اسی طرح کلاس میں لکچرز کے وقت طلبہ موبائل کی گھنٹیوں تعلیم گاہ کے تقدس کو پامال کرتے نظر آتے ہیں، جس سے ایک طرف استاذ اور معلم کی بے ادبی ہوتی ہے، دوسری جانب اس کا ذہن منتشر ہوجاتا ہے اور وہ طلبہ کو وہ سب کچھ نہیں پڑھا پاتا جس کی وہ تیاری کرکے آیا تھا، کلاسوں اور تعلیمی درسگاہوں میں طلباء واساتذہ کے پاس موبائل ہوتا ہے، طلبہ بھی چپکے چپکے یا باہر نکل کر فون پر باتیں کرتے نظر آتے ہیں تو اساتذہ بھی اس میں بلاتردد کلاس ہی میں موبائل پر بات چیت کرتے ہیں اور ہر دونوں صورت میں تعلیم متاثر ہوتی ہے۔

موبائل رکھنے نہ رکھنے کے سلسلہ میں اتنی تفصیلات آنے کے بعد ہر شخص فیصلہ کرسکتا ہے کہ اس کا موبائل رکھنا ضروری ہے یا شوق؟ ظاہر ہے ضرورت پر رکھنے میں شرعاً کوئی پابندی نہیں لیکن اگر بلاضرورت موبائل رکھا جارہا ہے تو یقیناً یہ موبائل جو بظاہر ایک چھوٹا سا آلہ یا ایک ہلکی پھلکی مشین ہے زندگی کا ایک ایسا ناسور ہے جس سے پیچھا چھڑانا کچھ آسان نہیں ہے، یہ ایک ایسا شوق ہے جو پیسے کو اسی طرح کھاتا ہے جس طرح سوکھی لکڑی میں آگ کی کوئی چنگاری لگادی جائے کہ دیکھتے ہی دیکھتے لکڑیوں کا انبار ختم ہوجاتا ہے، ایسے ہی آپ موبائل میں چاہے جتنے پیسے ڈالئے مگر یہ موبائل آپ کو دیکھتے ہی دیکھتے ختم کردے گا اور کچھ بچا کر نہیں دے گا، بلکہ آج کل موبائل کمپنیاں بڑی ہوشیاری بلکہ کہنا چاہئے کہ چالاکی سے بعض پیش کش (Offer) پیش کرتی رہتی ہیں، اچھے اچھے سوجھ بوجھ رکھنے والے انکی چالاکی کا شکار ہوتے ہیں اور اپنے ہی پیسے کو اپنے ہی ہاتھ سے آگ لگاتے ہیں۔

کمپنیاں تھوڑا سا لالچ (Offer) آفر کا دے کر خوب لوگوں کی جیبوں سے پیسے نکلواتی ہیں، جن کے گھر کے خرچے موبائل سے پہلے آسانی سے پورے ہوتے تھے، آج ان گھروں میں موبائل کے اخراجات دوسرے تمام اخراجات سے بڑھ گئے ہیں۔ پھر موبائل کے اخراجات پورے کرنے کے لئے خیانت، چوری، جھوٹ، اور مکاریوں کا سہارا لیا جاتا ہے، جو ذرا خوشحال ہیں اگر وہ ان عیبوں سے بچے بھی رہتے ہیں تو ان کو موبائل کے اخراجات کسی کی مدد کرنے، کسی بیوہ کی ضرورت پوری کرنے، کسی یتیم کے سر پر ہاتھ رکھنے اور کسی محتاج اور پریشان حال کی پریشانی میں کام آنے، کسی دکھی انسان کے دکھ کو ختم کرنے کی، کسی بے سہارا کو سہارا دینے، یا دینی امور میں کچھ تعاون کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی مبارک عادت یہ تھی کہ صدقہ کرنے کیلئے کماتے تھے کاش ہم کچھ بچا کر ہی صدقہ کرنے والے بن جائیں، جتنا فضول پیسہ موبائل کی نذر ہوتا ہے اس کا کچھ حصہ اپنی آخرت کے بینک میں جمع کرا دیا کریں۔ واللہ الموفق وھو المعین۔

☆☆☆

موبائل فون کی خوبیاں اور خرابیاں

مفتی ابوالکلام قاسمی بھوپالی لکھتے ہیں کہ

موبائل فون کی تعریف وتوصیف کی جائے یا تنقید و تنقیص کیوں کہ موبائل فون سے اک پل میں کئی مشکلیں حل ہوتی ہیں اور کبھی کبھار کئی مشکلیں کھڑی ہوتی ہیں۔ اگر خطۂ ارض پر کسی سے بھی گفتگو کرنی ہے تو ایک بٹن دبانا کافی ہے۔ سیر حاصل گفتگو کر سکتے ہیں۔ مسافت وطوالت کی کوئی قید یا پابندی نہیں۔ کوہ جبل کی چوٹی سے تحت الثریٰ تک اگر نیٹ ورک ہو تو گفتگو کر سکتے ہیں، مشرق سے مغرب تک یا شمال سے جنوب تک عالم ناسوت میں کہیں بھی آپ فون کر سکتے ہیں۔ سوائے عالم بالا کے اگر کسی سے کچھ استفسار کرنا ہے یا کسی کو کچھ پیغام پہنچانا ہے خوشی کا ہو یا غم کا ایس ایم ایس کے ذریعے چشم زدن میں اس کی رسائی ہوتی ہے اور اس کو جواب بھی چند ثانیوں مل جاتا ہے۔

ماضی بعید میں لینڈ لائن ٹیلیفون ہی تھے جو صرف مقامی گفت وشنید کے لئے ہی موزوں تھے۔ بیرونی مقامات پر جب کسی سے گفتگو کرنی پڑتی تو ٹرنک کال ہی کے ذریعے کرنی پڑتی تھی۔ ٹیلیفون ایکس چینج میں نمبر بک کرانے کے بعد گھنٹہ بھر

انتظار کرنا پڑتا تھا۔ جب لائن ملتی تو گفتگو شروع ہوتی تھی۔ بات کی تکمیل بھی نہ ہونے پاتی کہ ایکسچینج والے قطع کلام کرنا شروع کر دیتے تھے کہ دو منٹ ہوئے تین منٹ ہوئے، اگر مزید وقت درکار ہو تو فلاں نمبر دباؤ وغیرہ۔ پھر رفتہ رفتہ ایس ٹی ڈی کا زمانہ آیا۔ ایس ٹی ڈی گھر کے فون سے نہیں کر سکتے تھے۔ ٹیلیگراف آفس جاؤ، نمبر لو اور گھنٹہ بھر انتظار کرو کیوں کہ وہاں ایس ٹی ڈی پر گفتگو کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ کچھ ترقی ہوئی تو ایس ٹی ڈی بوتھ کھلنے شروع ہوئے تاکہ عوام الناس جدھر سے چاہیں ایس ٹی ڈی کوڈ کے ذریعے کہیں بھی فون کر سکتے تھے۔ کچھ لوگ اس کا ناجائز فائدہ اٹھا کر طویل گفتگو کرتے تھے اور دوسروں کو انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اگر جلدی بات ختم کرنے کے لئے کہو تو تنازعہ کھڑا ہوتا ایس ٹی ڈی بوتھ کے مالک طویل گفتگو کرنے والوں کی حمایت کرتے تھے۔ کیوں کہ انہی کے باعث ان کا میٹر تیزی سے دوڑتا تھا۔ موبائل کی دنیا میں سب سے پہلی سیڑھی Motorola Paper ہی کی تھی۔ جب اس کا وجود عمل میں آیا تو کافی سہولت ہوئی۔ پیپر کے مالک سے اگر کسی کو گفتگو کرنی ہوتی تو موٹرولا ایکسچینج کو اس کا نمبر اور پیغام پیش کرتے جسے وہ پیپر کے مالک تک بذریعہ پیپر ہی پہنچا دیتا۔ پلک جھپکتے ہی اسے پیغام ملتا اور وہ ہم سے فون پر گفتگو کرتا۔ لیکن یہ سلسلہ بہت دیر تک نہ چل سکا۔ کیوں کہ یہ ذریعہ ابلاغ عام آدمی میں مقبول نہ ہو سکا۔

اب آئی باری موبائل فون کی۔ یہ جب ایجاد ہوا تو بہت کم لوگ اسے استعمال کرتے تھے۔ کیونکہ یہ کافی مہنگی چیز تھی۔ Incoming and Outgoin Calls دونوں بہت مہنگے تھے۔ تقریباً Rs. 16/= فی منٹ اس کی شرح تھی۔ یہ صرف مالداروں کے پاس ہوتا تھا۔ لیکن جب اس کی مانگ بڑھتی گئی تو شرح گھٹتی گئی۔ سب سے پہلے Airtel بازار میں آیا۔ رفتہ رفتہ اس کے حریف پاؤں پھیلانے

لگے۔ STD Booth بند ہونے شروع ہوئے۔ ٹرنک کال کا اختتام ہوا۔ Telegram قصہ پارینہ ہو گیا۔ کیونکہ اب SMS کے ذریعے ہر کام بحسن وخوبی انجام پارہا تھا۔ عید کارڈ دیوالی کارڈ کرسمس کارڈ New Year کارڈ وغیرہ بازار سے اوجھل ہونے لگے۔ ہر فرد بشر اپنی عید اور تہوار کی مبارکباد ایس ایم ایس کے ذریعے دینے لگا فی الوقت موبائل فون کی تعداد دنیا میں کروڑوں کی ہے۔ بچہ بچہ اسے استعمال کرتا ہے پہلے پہل تو یہ صرف متموّل سوداگروں کے پاس تھا۔ اب گداگروں کے پاس بھی ہے۔ زردار ہو یا نادار دونوں کے لئے یہ ضروریات زندگی میں شامل ہے۔ گھروں اور دکانوں میں Landline Telephone اب شاذ ونادر ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ موبائل فون ہر خاص وعام کی چیز بن کر رہ گئی ہے۔ موبائل فون کی خوبیاں یہ ہیں کہ اس میں گھڑی کیلنڈر، کیمرہ، ریڈیو، ٹی وی، کیل کولیٹر، ویڈیو، آڈیو وغیرہ ایسی بہت ساری چیزیں موجود ہیں۔ جو انسان کی ضرورت بن گئی ہے۔ موبائل فون قیمتی بھی ہے سستا بھی ہے جو چاہے خرید سکتے ہیں۔ یہ خریدار کی جیب پر منحصر ہے۔ جب آپ کسی کو ڈائل کرتے ہیں تو Hello Tune کے ذریعے اذان سن سکتے ہیں۔ آیات کلام پاک، حمد ونعت، علامہ اقبال کا کلام، فلمی گیت، قومی ترانے، بھجن وغیرہ سب اس میں صدا بند ہیں۔ اس طلسماتی ڈبے میں ہر چیز موجود ہے گو دیکھنے میں چھوٹا ہے لیکن کام بڑے کرتا ہے۔ اتنی ساری خوبیوں کے علاوہ اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں۔ یعنی ہر لمحہ غیر ضروری Miss Calls کا آنا مسلسل Messages اور Wrong Number کا آنا۔ ان سب کے علاوہ اور بھی کئی عیوب ہیں جنہیں ہر کوئی جانتا ہے۔

موبائل فون میں آپ اپنے اعزواقربا کے نام اور ان کے فون نمبر بھی محفوظ کر سکتے ہیں۔ جب کسی کا فون آتا ہے تو فوراً پہچان سکتے ہیں۔ کہ یہ کال کس کا ہے۔

آپ مصروف ہیں یا کسی سے بات کرنے کی آپ کی منشا نہیں تو فوراً کاٹ سکتے ہیں اوراگر فون پر کوئی کہے کہ وہ آپ سے ملنے کے لئے آنے والا ہے یا وہ تو آپ دروغ گوئی سے بھی کام لے سکتے ہیں کہ آپ شہر سے باہر ہیں، شہر میں ہونے کے باوجود عدم موجودگی کا بہانہ بنا سکتے ہیں۔ جھوٹوں کے لئے اس میں کافی سہولیات میسر ہیں۔ موبائل فون رکھنے کا ایک اور فائدہ بھی ہے ۔ آپ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، بھاگتے دوڑتے، کھاتے پیتے، ناچتے گاتے، یعنی آپ جس حالت میں بھی ہوں اپنے رفقاء سے گھنٹوں تک بے تکلف گفتگو کر سکتے ہیں کہ کوئی پابندی نہیں۔ آپ خواب گاہ سے خانقاہ تک آرام گاہ سے آماجگاہ تک معبد سے مطبخ تک مئے خانے سے بت خانے تک غسل خانے سے بیت الخلاء تک سفر میں ہوں یا حضر میں کہیں سے بھی کسی سے بھی گفتگو کر سکتے ہیں کوئی ممانعت نہیں۔ پیدل چلتے ہوئے سائیکل یا اسکوٹر کی سواری کرتے ہوئے آٹو رکشا، بیل گاڑی، موٹر کار، لاری بس جو بھی سواری ہے اس میں سے بات کر سکتے ہیں۔ اکثر اسکوٹر سوار یا موٹر سائیکل سوار گاڑی چلاتے ہوئے جان جوکھم میں ڈال کر موبائل پر گفتگو کرتے ہیں۔ کبھی کبھی سواری کرتے ہوئے بے خوف وخطر نمبر بھی ڈال کرتے ہیں انہیں اپنی جان کی پرواہ نہیں۔ گاڑی کہیں پہ روک کر بات کرنا کسر شان سمجھتے ہیں۔ کئی مرتبہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اسکوٹر سوار سواری کرتے ہوئے جو محو گفتگو ہیں ان کے ساتھ مزید چار افراد سوار ہیں۔ یعنی اسکوٹر سوار کے سامنے ایک بچہ پیچھے کی سیٹ پر برقعہ پوش بیگم صاحبہ ان دونوں کے درمیان ایک بچہ اور بیگم صاحبہ کی گود میں اور ایک اور بچہ ایسی حالت میں اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو ان کا گھر ماتم کدہ بن جائے گا۔

موٹر کار چلانے والے بھی کم نہیں، بلا تامل بلا اشتباہ کار چلاتے ہوئے یہ حضرات فون پر گفتگو کرنے میں مست رہتے ہیں آگے پیچھے کا خیال نہیں رکھتے۔

حالانکہ کئی مرتبہ حکومت کی جانب سے متنبہ کیا گیا ہے کہ سواری کرتے وقت موبائل پر گفتگو نہ کریں۔ اگر قانون شکنی کی گئی تو جرمانہ ادا کرنا پڑے گا۔لیکن موبائل کے خبطیوں کو نہ حکومت کی پرواہ ہے نہ جرمانہ ادا کرنے کی۔ موبائل فون کے موجد نے یہ سوچ کر اسے ایجاد کیا ہوگا کہ عوام الناس اس کا استفادہ صحیح طریقے سے کریں گے۔ ہر خاص و عام کو گفتگو کی سہولت ہوگی۔ وائے افسوس بنی نوع انسان نے اس کا غلط استعمال کیا۔

☆☆☆

موبائل فون کا استعمال

موبائل فون ایک آلہ ہے جس کے ذریعہ خیر وشر دونوں کو فروغ دیا جاسکتا ہے لیکن وہ انسان جس میں اخلاقیات ہیں وہ اسے خیر ہی کے کاموں میں استعمال کرے گا کیونکہ وہ ''خذ ما صفا دع ما کدر'' یعنی ہر اچھی چیز کو اختیار کرلو اور ہر بری چیز سے اجتناب کرو کے اصول پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں موبائل فون کمیونیکیشن کا بھی اہم ذریعہ ہے اگر کسی کے پاس موبائل فون ہے تو وہ اپنی ہر ضرورت کو علی الفور پوری کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج موبائل فون زندگی کا اہم حصہ بنتا جارہا ہے۔ ضروریات کی تکمیل، دینی مقاصد کا حصول، تجارتی امور کا فروغ اور عام وخاص افراد سے رابطہ، یہ سب آج موبائل فون کے ذریعہ انجام دیئے جاتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ آج موبائل فون کا استعمال غیر اخلاقی امور اور ناشائستہ افعال پر کچھ زیادہ ہی ہونے لگا ہے۔ آج ان غیر اخلاقی افعال اور نازیبا حرکات پر متنبہ کرنے کی شدید ضرورت ہے تاکہ موبائل فون کے غلط استعمال سے لوگ باز آجائیں، سید اظہر فلاحی کے شکریہ کے ساتھ یہاں چند معروضات پیش کی جارہی ہیں کہ موبائل فون کا استعمال کس نہج پر ہونا چاہیے۔

''ٹی وی اور انٹرنیٹ کے بعد اب موبائل بھی فحش کی ترویج واشاعت کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ موبائل فرینڈ شپ ایک عام سی بات ہوگئی ہے۔ جس میں کسی بھی اجنبی لڑکی سے دوستی کرلی جاتی ہے اور اس سے عشق لڑایا جاتا ہے۔ طلباء وطالبات کے مابین بھی موبائل فرینڈ شپ عام ہوتی جارہی ہے۔ ایس ایم ایس اور موبائل کیمرے کا استعمال بھی فحاشی کی ترویج میں ہورہا ہے۔ فحاشی کی ترویج واشاعت بہت بڑا گناہ ہے اور قرآن کریم میں فحاشی کی ترویج پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ **ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والآخرة .** ''بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مومنین کے درمیان فحاشی پھیلے ان کے لئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے''۔ (النور:۹)

وقت گذاری

موبائل کو بعض لوگ وقت گزاری کا آلہ سمجھتے ہیں اور اس سے نہ صرف اپنا بلکہ دوسروں کا وقت بھی ضائع کرتے رہتے ہیں۔ موبائل ہاتھ میں رکھ کر کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ اور انہیں خود پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کیا کررہے ہیں۔ وقت مومن کی زندگی میں بڑی اہم چیز ہوتی ہے، وہ اپنی جوانی کے سلسلہ میں بھی جوابدہ ہے اور اپنی پوری عمر کے سلسلہ میں بھی، اس کی ڈکشنری میں ''وقت فرصت'' کا لفظ ہی نہیں ہوتا کہ وہ اسے بیکار کے کاموں میں گنواتا پھرے، بلکہ اس پر تو ہر وقت یہ دھن سوار رہتی ہے کہ ''وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے'' وہ نبی کریم ﷺ کی اس تنبیہ سے کبھی غافل نہیں ہوتا جس میں آپ نے فرمایا ہے: **نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحة والفراغ .** دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے سلسلہ میں اکثر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں: ایک صحت اور دوسرا خالی وقت۔

موبائل فون کے سلسلہ میں یہ بات پیش نظر رہے کہ وہ نہ اپنا وقت ضائع کرنے کا ذریعہ بنے اور نہ دوسروں کا، موبائل پر کسی اجنبی کو پریشان کرنا بھی بعض لوگوں کا مشغلہ ہوتا ہے، اس سے وقت بھی بیکار ہوتا ہے اور گناہ بےلذت بھی لازم آتا ہے اور یہ چیز اخلاقیات سے کبھی میل نہیں کھاتیں۔

موبائل فون سے طویل گفتگو

موبائل فون کے استعمال کے وقت بہت سی غیر اخلاقی حرکتوں کا صدور ہوتا ہے اس سلسلہ میں چند باتیں ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئیں:

● طول کلامی سے اجتناب کیا جائے، گفتگو بقدر ضرورت ہو۔

● دوران گفتگو آواز درمیانی ہو، اس قدر بلند آواز میں گفتگو نہ ہو کہ ساری محفل آپ کی طرف متوجہ ہو جائے، اور نہ اپنی خلوت میں لوگوں کو شریک کرلیا جائے، آواز پست رکھنا قرآنی تعلیم ہے اور نہایت بلند آواز میں گفتگو انسانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ **واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر** (لقمان:۱۹) اور اپنی آواز پست رکھو، بلاشبہ سب سے بھونڈی آواز گدھے کی آواز ہے۔

● کسی سے گفتگو کے لئے اصرار نہ کیا جائے، اگر موبائل نہیں اٹھا رہا ہے تو اس سے احتراز کریں قرآن میں آیا ہے۔ "**و ان قیل لکم ارجعو فارجعو ھو ازکی لکم**" اگر تم سے لوٹنے کے لئے کہا جائے تو واپس ہو جاؤ یہی تمہارے لئے اچھا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی ملنا یا گفتگو کرنا نہیں چاہتا تو اس سے ملنے یا گفتگو کرنے پر مصروف نہ ہوں۔

● ایسے وقتوں میں فون نہ کیا جائے جس سے آرام میں خلل انداز ہو اور آپ کی اس کی نظر میں وقعت گھٹ جائے اور وہ آپ کو عقل عام سے عاری سمجھے۔

● آپ کی گفتگو دوسروں کی مصروفیات میں خلل نہ پیدا کرے۔آپ کسی اجتماع، میٹنگ، لائبریری یا مسجد وغیرہ میں ہوں تو باہر نکل کر اور لوگوں سے دور ہو کر گفتگو کریں اور دھیمی آواز میں گفتگو ہو، ہسپتالوں میں بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ● روایتی فون میں عموماً کالر آئی ڈی نہیں ہوا کرتا، اس کے برعکس موبائل میں کال کرنے والے کا نمبر آجاتا ہے۔اس وجہ سے بھی بہت سی غیر اخلاقی حرکتوں کا صدور ہوتا ہے مثلاً نمبر کسی قرض خواہ کا ہو تو فوراً کال رد کردی جاتی ہے، صحیح طریقہ یہ ہے کہ کال ریسیو کی جائے اور اس سے گفتگو کی جائے۔

ایس ایم ایس

ایس ایم ایس پیغام رسانی کا سستا اور آسان ذریعہ ہے۔اس کے استعمال کے سلسلے میں بعض باتیں پیش نظر رہنا چاہئیں:

● ایس ایم ایس کا بلاضرورت استعمال نہ ہو، غیر مدعو پیغامات بھیجنا ایک غیر اخلاقی عمل ہے اور اس سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔

● لیس ایم ایس فحاشی کی ترویج کا ذریعہ نہ بنے، فحش پیغامات اور فحش لطیفے وغیرہ کی ترسیل کا ذریعہ نہ بنے۔

● ایس ایم ایس کے ذریعہ عموماً ایسے لطیفے بھیجے جاتے ہیں جن میں کسی خاص طبقے کی تحقیر اور ان کا مذاق واستہزاء ہوتا ہے، یہ چیز اسلامی اخلاقیات سے فروتر ہے۔ کہ کسی کا مذاق اڑایا جائے، ایسے پیغامات بھیجنے سے بھی احتراز کرنا چاہیئے۔

● پیغام رسانی کی یہ سہولت دعوتی کام کے لئے ایک مفید چیز ہے۔اس کے ذریعہ اجتماعات وغیرہ کے پیغامات کو عام کیا جانا چاہیئے اور یہ چیز قرآن وحدیث کی تذکیر کا بھی ذریعہ بن سکتی ہے۔

موبائل کیمرے

موبائل کیمرہ آج کل بہت عام ہے اور اس کے ذریعہ اخلاقیات کی بڑی پامالی ہورہی ہے۔اس سلسلہ میں یہ دیکھیں کہ:

● موبائل کیمرے کا صحیح استعمال ہو، بلا اجازت کسی کی تصویر نگاری صحیح نہیں ہے۔خواہ تصویر مرد کی ہو یا عورت کی، اگر تصویر عورت کی ہو تو اس کی قباحت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

● کسی شخص کی نامناسب حالت میں تصویر لینا بھی ایک غیر اخلاقی عمل ہے، ہر شخص کی عزت و ناموس بہر حال اہم ہے لہٰذا اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

● کسی شخص کی تصویر میں تصرف کرنا اور اسے نامناسب بنانا بھی ایک غیر اخلاقی حرکت ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔آج کل نامناسب تصویر نگاری اور پھر اس کی ترسیل کا سلسلہ عام ہوتا جا رہا ہے۔یہ سراسر ایک غیر اخلاقی چیز ہے۔

رِنگ ٹون

● رِنگ ٹون گانے وغیرہ پر مشتمل نہ ہو۔اس سے آدمی کے رجحان کا پتہ چلتا ہے۔اور جو لوگ اس سے بچنا چاہتے ہیں وہ بھی مجبور ہوتے ہیں کہ اسے سنیں۔

● رِنگ ٹون شائستہ اور مہذب ہو، ایسے رنگ ٹونس سیٹ نہ کئے جائیں، جن سے آدمی کے چھچھورے پن یا بد مذاقی کا اظہار ہو۔ ● رِنگ ٹون کی آواز بھی بقدر ضرورت سیٹ کی جائے، اگر وہ آدمی بھیڑ بھاڑ والی جگہوں پر رہتا ہو تو آواز زیادہ رکھ سکتا ہے تاکہ آواز سنائی دے، گھر اور دفتر وغیرہ میں رہنے کی صورت میں جہاں عموماً خاموشی ہوتی ہے آواز تیز نہ رکھے۔تاکہ دوسروں کے کاموں میں خلل نہ ہو۔

● مساجد، اجتماعات، لائبریری اور اس طرح کے دیگر مقامات پر سائلنٹ موڈ یا وائبریشن موڈ میں رکھے تاکہ موبائل کے بجنے سے دوسروں کی مصروفیات میں خلل اندازی نہ ہو۔

مس کالس

● مس کال کسی چیز کی تذکیر و یاد دہانی کے لئے دی جاسکتی ہے مثلاً فجر میں بیدار کرنے کے لئے یا اجتماعات وغیرہ کی یاد دہانی کے لئے۔

● اگر کسی سے بات کرنا ہو تو مس کال دینے کی بجائے آدمی کال ہی کرلیا کرے، خود کال نہ کرکے دوسروں سے اس بات کی توقع کرنا کہ وہ کال کریں بخل کی علامت ہے جو اسلام میں ناپسندیدہ ہے۔

● مس کالس کی قباحت میں اس وقت اور اضافہ ہوجاتا ہے جب اپنی کسی ضرورت کے لئے دوسروں سے توقع رکھی جائے کہ وہ کال کریں، (روزنامہ منصف حیدرآباد)

موبائل فون کے استعمال یعنی رِنگ ٹون، کیمرے، ایس ایم ایس اور مس کالس کے سلسلے میں جو معروضات پیش کی گئی ہیں وہ سب کی سب اخلاقیات پر مبنی ہیں، حتی المقدور ان معروضات و ہدایات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جو باتیں اسلامی تعلیمات کے مغائر اور اخلاقیات کی روپ کو مجروح کرنے والی ہوں ان سے ہمیشہ اجتناب کرتے رہنا چاہئے۔ انشاء اللہ مذکورہ ہدایات پر عمل آوری دنیا و آخرت کی فوز و فلاح اور نیک نامی کا ذریعہ بنے گی اور یہی چیز ایک سنجیدہ انسان کے لئے ضروری ہے۔

☆☆☆

موبائل کی گفتگو

قابل قدر وقابل رشک طلبۂ کرام!

اگر تمام حضرات مجھ بے روح ڈھانچہ کو بہت قریب سے جانتے ہیں، بلکہ کچھ بعید نہیں کہ عین اس وقت بھی میرے بار گراں سے آپ کی سفید قبا بوجھل ہو رہی ہوگی، یقیناً مجھ جیسے ''برائیوں کے پلندے'' اور ''بدنام زمانہ'' کی کیا مجال کہ آپ جیسے نیک منش، سفید پوش ودستار بند علم وفضل سے آراستہ تقوی وپرہیز گاری سے پیراستہ بزرگوں کے سامنے کچھ لب کشائی کر سکوں اور ویسے بھی مجھے اپنے دلداروں اور عاشق زاروں کی خدمت گذاری سے فرصت کہاں؟ لیکن بڑی مشکل سے ہمت جٹا کر موقع نکال کر اپنی اخلاقی جرأت کا ثبوت دیتے ہوئے، ''**وشهد شاهد من اهلها**'' اور ''**وشهدوا على انفسهم**'' کا نمونہ بنتے ہوئے کچھ کھری کھری اور دوٹوک باتیں آپ ''طالبان علوم نبوت'' کی خیر خواہی ومحبت میں آپ کے گوش گذار کرنا چاہتا ہوں، امید ہے کہ دل کے کانوں سے سن کر عبرت حاصل کریں گے ۔

رکھیو غالبؔ مجھے اس تلخ نوائی میں معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا ہوتا ہے

حضرات! میری شخصیت کے کچھ مثبت پہلو یقیناً ایسے ہیں جن کی افادیت سے کسی کو شاید ہی اختلاف ہو، مثلاً میں مشرق و مغرب کے فاصلوں کو چشم زدن میں سمیٹ لیتا ہوں، میری برقی لہریں ہوا کے دوش پر سوار رہ کر حیات انسانی کو ہمہ وقت متحرک و فعال رکھتی ہیں، میں آڑے وقت میں لوگوں کے کام نکالتا ہوں، مگر بایں ہمہ میں اپنے چھوٹے سے وجود میں سینکڑوں برائیوں کا ایک طوفان بلا خیز لئے پھرتا ہوں، جس کی زد میں آ کر بے شمار لوگ ہلاکت و بربادی کی نذر ہو چکے ہیں، اور ان پر ''خسر الدنیا والآخرۃ'' کی مہر لگی چاہتی ہے، ان ہی ہلاکت خیزیوں کے باعث مجھے خواہی نہ خواہی یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ میں ''واثمھما اکبر من نفعھما'' کا صد فی صد مصداق ہوں تو لیجئے! آپ کا قیمتی وقت ضائع کئے بغیر مشتے از خروارے کے طور پر اپنی چند فتنہ سامانیاں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں، میری حقیقت سے نقاب کشائی کے لئے یہی بہت کافی ہیں۔

(۱) میں اپنے اندر عریانیت و بے حیائی کے وہ مناظر رکھتا ہوں جن سے بے شمار شریف کہے جانے والے لوگوں کی قبائے حیا تار تار ہو کر رہ گئی ہے۔

(۲) بہت سے وہ لوگ جو اپنے خدا سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کیلئے خلوتیں تلاش کرتے تھے وہ میرے دام تزویر میں ایسے پھنسے کہ اب وہ میری ہی معیت و رفاقت کی شراب سے اپنے کام و دہن کی لذت کا سامان کرنے لگے ہیں، اور شیطان ان پر قہقہے لگا رہا ہے۔ (۳) بہ ظاہر میں خاکی پتلے کا غلام اور انسانی انگلیوں کا تابع ہوں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسانوں کے قلب و دماغ پر میری حکومت و بالادستی کا ڈنکا بجنے لگا ہے، میری اداؤں کا جادو ان کے جسم و جان پر چھائے جا رہا ہے، جس سے مسحور ہو کر لاکھوں انسان اپنے مقصد و ہدف سے غافل ہو چکے ہیں، اور میرے عشق میں ڈوب کر افکار پریشاں اور احوال پراگندہ کو اپنی تقدیر بنا چکے ہیں۔

(۴) جس طرح ملک ہندوستان ''اکّال الامم'' کہلاتا ہے، اسی طرح آپ مجھے ''اکّال الاوقات'' کہہ سکتے ہیں، اس لئے کہ اب تک میں نوع انسانی کے بیش بہا اوقات کا اتنا بڑا حصہ ضائع کر چکا ہوں، جس کے شمار سے مشینیں عاجز ہیں، اگر وہی لمحے تعمیری ومفید کاموں میں صرف کئے جاتے تو دینی ودنیوی ترقی کی ان گنت منزلیں سر کی جاسکتی تھی۔

(۵) میرا ایک اہم مشن مسلمانوں کی جیبوں سے اسلامی تشخص کی حامل اشیاء کا بوجھ ہلکا کرنا ہے، چنانچہ جس جیب میں میرا آشیانہ ہوتا ہے وہاں سے تسبیح ومسواک اور ٹوپی جیسی گراں قدر چیزیں رخصت ہوجاتی ہیں، یہی نہیں، بلکہ بہت ساری جیبوں سے روپیوں کا بوجھ بھی کم کر دیتا ہوں، چنانچہ آپ نے مشاہدہ کیا ہوگا کہ میری برکت سے آپ کے اولیاء کی حلال وپاکیزہ کمائی، ''ریچارج'' اور ''انٹرنیٹ پیک'' کے سانچوں میں ڈھل کر بڑی آسانی سے فضاء آسمانی میں بکھر جاتی ہے۔

(۶) آپ میری زہرناکی کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ اب تک ہزاروں مرد وعورت کے درمیان ان گنت ناجائز بے حجابانہ تعلقات قائم کرنے میں میرا کردار کلیدی رہا ہے، کتنی ہی باحیاء دوشیزائیں میرے توسط سے بے حیائی میں مبتلا ہوکر اپنے دامن عصمت کو داغ دار کر بیٹھی ہیں، ان کے اولیاء کا رسوائی کے مارے گھر سے باہر قدم نکالنا دوبھر ہوچکا ہے، بے شمار شادی شدہ خواتین میرے ذریعہ غیروں کی آشنائی کا شکار ہوئی ہیں، ان کے ہنستے کھیلتے خاندان اجڑ گئے، کتنے ہی شوہر محض میرے وجود کی نحوست سے اپنی رفیقۂ حیات سے بدگمان بنے ہوئے ہیں۔

(۷) اور سنیے! میری اسکرین پر فحش فلموں اور عریاں تصویروں کے مزے لے کر بہتیرے بچے قبل از وقت غیر فطری طور پر بلوغ کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہیں، جب کہ لاتعداد نوجوان شہوانی خیالات سے بے قابو ہوکر ایسی حرام کاریوں میں مبتلا

ہیں کہ بس،.....خدا کی پناہ! اب ان کے کھاتے میں کبیرہ گناہوں اور بہہ جانے والی جوانی پر لا حاصل حسرتوں کے سوا کچھ نہیں بچا، شیطان اتراتا پھر رہا ہے کہ اس نے نوجوان مسلم کو جو کبھی سیف وسنان کا دھنی ہوا کرتا تھا، طاؤس ورباب کا رسیا بنا کر چھوڑا ہے۔

(۸) اور ہاں! میرا حلقۂ اثر اس حد تک وسیع ہو چکا ہے کہ مسجدیں، خانقاہیں، دینی مراکز اور مؤقر جلسے بھی میرے زیر اثر آ چکے ہیں، میں نے نمازیوں کا خشوع غارت کر دیا، خلوت گزیں صوفیوں کی خلوتوں پر ڈاکے ڈالے، ذاکرین کے ذکر میں رخنے ڈال کر اسے بے حقیقت بنایا، طلبہ سے توجہ وانہماک چھین کر انہیں علم کی لازوال دولت سے محروم ہونے پر مجبور کر دیا، پر وقار دینی مجلسوں کی سنجیدگی ومتانت کو اپنے دل کش ترانوں سے منتشر کر دیا۔

سفینۂ امت کے ملاحو! آپ ہی بتایئے کہ کیا زندگی کا کوئی شعبہ بھی بچا ہے، جسے میں نے اپنی فن کاریوں سے فساد اور بگاڑ کی آماجگاہ نہ بنایا ہو؟ عزیز طلبہ! مذکورہ تلخ حقائق خود میری زبانی سننے کے بعد بھی کیا آپ جیسے غیرت مند لوگوں کی رگ حمیت حرکت میں نہیں آ رہی ہے؟

میرے پیارو! آخر کوئی تو وجہ ہے کہ بہت ساری عصری تعلیم گاہوں نے، جن کا منتہاء مقصود دنیا اور مادہ ومعدہ کے سوا کچھ نہیں، میری تخریب کاریوں سے عاجز آ کر مجھے اپنے احاطوں سے باہر ڈھکیلنے پر اتفاق کر لیا ہے، عصری تعلیم میں مشغول بے شمار دور اندیش اور سود وزیاں سے باخبر طلبہ مجھے اپنا دشمن جان کر دور ہی سے سلام کرنے لگے ہیں، تا کہ ان کی تعلیم کا حرج نہ ہو، لیکن ہائے افسوس! پیارے بھائیوں! میرا کلیجہ منہ کو آتا ہے، جب میں یہ روح فرسا منظر دیکھتا ہوں کہ آپ جیسے سفید پوش طلبہ علم دین کے حصول سے غافل وبے زار ہو کر مجھے اپنے ہاتھوں کی زینت بنائے

ہوئے ہیں اور میرے وجود میں گم ہوکر اپنے خوابوں کی دنیا تلاش کرتے ہیں اس وقت میرا دل کڑھتا ہے، میری بے کلی، بے چینی کی کوئی انتہاء نہیں رہتی، اور بے ساختہ یہ دعاء زبان پر آجاتی ہے کہ بار الٰہی! مجھے اس ہونہار طالب علم ''جسے دنیا مہمانانِ رسول کے مقدس نام سے جانتی ہے'' کی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ نہ بنا، خدایا! اگر یہ ضائع ہوگیا تو تیرے حبیب کی امت کے رستے ہوئے زخموں پر مرہم رکھنے والا کون رہ جائے گا؟

مجھے امید ہی نہیں، بلکہ یقین ہے کہ آپ جیسے مہمانان رسول ﷺ کی مخلصانہ آمین سے یہ دعاء ضرور قبول ہوگی۔

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، اپریل ۲۰۱۳ء، ریاض الجنۃ، جون ۲۰۱۳ء ص: ۱۲ تا ۱۸)

☆☆☆

ناخنوں کی صفائی

اسلام نے امور فطرت میں ناخنوں کو کٹوانا بھی شامل کیا ہے۔
چنانچہ رسول اکرم ﷺ ہر جمعہ یا پندرہویں دن ناخن ترشواتے تھے۔

(شمائل نبوی)

ناخنوں کی صفائی کے بارے میں سوشیل میڈیسن میں ڈاکٹر سیل اور پارک نے بھی لکھا ہے کہ ناخن حیوانات میں شکار کرنے یا حملہ آور سے بچاؤ کے لئے بڑی قدر و قیمت رکھتے ہیں۔ لیکن نسل انسان میں اس کا استعمال محدود اور ان کا غیر صاف رہنا بڑا پر خطر ہوا کرتا ہے اس لئے حدود سے بڑھے ہوئے ناخن جراثیم کی پناہ گاہ اور اکثر متعدی بیماریوں مثلاً ٹائیفائیڈ، اسہال، پیچش، ہیضہ اور آنتوں کے کیڑے اور ورم پیدا کرنے والے جراثیم کے پھیلانے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر سیل لکھتے ہیں کہ بڑھے ہوئے ناخن مضر صحت ہوتے ہیں۔

بعض لوگ اپنے ناخن اپنے دانتوں سے کترتے ہیں۔ یہ ایک گندی عادت ہے کہ ناخنوں کو ہمیشہ انکے قدرتی حدود یعنی Mark of Demarcation پر قائم رکھنا چاہئے۔

کھانے سے پہلے ہاتھ کو دھونا

کھانا کھانے سے قبل ہاتھوں اور ناخنوں کو صابن سے خوب اچھی طرح صاف کرنا چاہئے خصوصاً ہندوستان میں جہاں غذا ہاتھوں سے کھائی جاتی ہے اور کاروبار کے آلات بھی اکثر دستی (Manual) ہوا کرتے ہیں اس لئے اس کا ایک دوسرے سے متاثر ہونا لازمی ہے بالخصوص جب کہ ناخن غلیظ اور غیر صاف رکھے جانے کے عادی ہوں اس لئے متعدد بار ہاتھوں کو صابن سے دھوتے رہنا چاہئے اسلئے شریعت نے کھانے سے قبل ہاتھوں کو دھونے کو لازمی اور سنت قرار دیا گیا ہے۔

ناخنوں کے امراض

ناخن انسانی ہاتھ اور پیروں کو نہ صرف خوبصورتی بخشتے ہیں بلکہ جسم کا کارآمد حصہ ہیں ان کی صفائی، دیکھ بھال اور بروقت ان کی تراش (کاٹنا) بھی نہایت ضروری ہے۔

ناخنوں کی فزیالوجی

ہر انگلی کے آخر پر مختلف سائز میں ناخن موجود ہیں۔ ناخن روزانہ ایک ملی میٹر بڑھتے ہیں ناخن تین ماہ میں دو میلی میٹر آجاتے ہیں۔ غذا کی کمی یا خرابی سے ناخن کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا البتہ ....اور خستہ ناخن کو پروٹینس اور جیلاٹین سے فائدہ ہوتا ہے۔

دراز ناخن کے خطرات

ویسے بھی بڑھتے ہوئے ناخن اوران کے کاروبار میں اور خواتین کو امور خانہ داری کی انجام دہی میں غیر مسطح ناہموار ہو کر تکلیف دہ اور ہرج کار کا باعث بن

جاتے ہیں اور جاہلوں میں بڑھتے ہوئے ناخن ان کے آپسی جنگ وجدال کے وقت خطرناک ہتھیار بن جاتے ہیں کہ ایک دوسرے کو نوچ کر تکہ بوٹی کرڈالیں اور لہولہان ہو جائیں اور اس کا زہر سرایت کر جائے۔

نیل پینٹ اور مصنوعی ناخن

نیل پینٹ آج کل فیشن میں داخل ہے مگر ان کو معلوم نہیں کہ کاسمیٹک پینٹ Cosmetic Paints کو بطور سنگار استعمال کرنے سے ناخن موٹے اور بے ڈھب ہو جاتے ہیں اور اگر مصنوعی ناخن Press on Tyden Nails اگر لگائے جائیں تو ان سے بھی ناخن کی جڑوں میں شگاف پڑ جاتے ہیں۔ نیل پالش کے استعمال سے خود ناخن کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچتا اس کے استعمال سے الرجک Allergic حساسی ری ایکشن (ردعمل) ہوتا ہے جس سے آنکھوں کے پپوٹوں اور گردن کے پیچھے کی جلد میں خراش سیاہ دھبے اور اگزیما پیدا ہو جاتا ہے۔

نقص وضو وغسل، نیل پینٹ اور لپ اسٹک

موجودہ دور میں دراز اور پینٹ شدہ ناخن رکھنا داخل فیشن ہے گویہ عمل ان کے دیوالیہ عقل پر دلالت کرتا ہے اسلئے کہ پینٹ کے کورنگ یا Coating کی وجہ سے پانی ناخن کے جرم اور سطح تک نہیں پہنچتا اس لئے پینٹ لگانے والوں کا غسل، وضو، طہارت سب ناقص اور باطل رہ جاتے ہیں جن سے بچنا لازم ہے جب کہ ان مقامات کے بال برابر جگہ خالی رہ جانے پر وضو اور غسل درست نہیں ہوتا ہے۔

مہندی

البتہ مہندی کی سرخی جو کسی قسم کے جرم یا تہہ سے خالی ہوتی ہے۔ عورتوں کے ہاتھ اور مردوں کے سفید داڑھیوں کو رنگ کر مزین کرنے کی تاکید فرمائی گئی اس لئے کہ اس میں جمالیاتی اور طبی افادیت ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر نڈ کرنی نے میٹریا میڈیکا جلد (۲۰) صفحہ ۳۰۷ میں مہندی کے بارے میں لکھا ہے کہ مہندی میں ۱۲ تا ۱۵ فیصد ٹینک ایسڈ ہے جو درد سر تلوؤں اور آنکھوں کی جلن اور وجع مفاصل میں اس کے لیپ سے بیحد فائدہ ہوتا ہے نیز مہندی سے عورتوں کے رحمی امراض دور اور مردوں کی داڑھی کے خضاب سے ان کی قوت باہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ (میٹریا میڈیکا انڈیکا)

''ناخن'' دایہ اور سرجن کے لئے خطرناک

ناخنوں کی عدم صفائی اور بے احتیاطی کے بارے میں ڈاکٹر قطب الدے سرجن، حیدرآباد نے اپنی قابل قدر تصنیف ''فلسفہ قطبی، میں مزاحیہ انداز میں حقائق آمیز نصیحت تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے یہ کہاوت تھی ''خدا گنجے کو ناخن نہ دے'' مگر ہمیں اس میں اضافہ کرنا ہوگا کہ ''خدا سرجن کو اور دایہ کو ناخن نہ دے'' اس لئے کہ دایہ کے ناخنوں کی عدم احتیاط اور ناکافی صفائی کی وجہ سے معصوم بچوں کی اور سرکے بال کے ناخنوں سے آپریشن شدہ مریضوں کی جان خطرہ میں رہا کرتی ہے۔

ہاتھ ڈوبا ہوا پانی مکروہ

اسلام کے انتہائی پاک وصاف اور سائنٹیفک مذہب ہونے کی ایک اور واضح دلیل یہ بھی ہے کہ وہ ایسے برتن کے پانی جس میں بغیر ہاتھ دھوئے انگلیاں ڈبودی

گئی ہوں، ''وضو'' کے لئے ناقص ہے، ''مکروہ پانی'' قرار دیا ہے کیونکہ ایسا پانی اسلام کی نظروں میں سپٹک یا ملوث ہوجاتا ہے اور ''مستعملہ'' کہلاتا ہے۔

اسی طرح وہ کپڑا جس سے منہ ہاتھ اور جسم پونچے جاتے ہوں نماز کے لئے بطور جا، نماز پاک قرار نہیں دیا جاسکتا۔ گویا سائنس کی زبان میں کپڑا ''مستعملہ'' ہونے سے سپٹک اور شریعت میں اور لغت میں 'مسبب الفساد'' کہلاتا ہے۔ (فلسفہ قطبی)

غسیل الرجل

ہاتھ کی انگلیوں کے درمیان درازوں کو دھونے پر خلال کرنے کو بھی ''امور فطرت'' میں داخل فرمایا ہے۔

ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کے درمیان خلاؤں کو نہ صرف دھونا اور دھوتے ہوئے ان کی جڑں پر اپنی بائیں ہاتھ کی کرون (چھوٹی) انگلی کو 'خلال' ادھر ادھر کرنا، ''امور فطرت'' میں داخل ہے۔ اور یہ عمل بھی انبیاء علیہم السلام کی سنت رہا ہے شارع علیہ السلام نے اس کی ترتیب اس طرح مقرر فرمائی کہ اولاً سیدھے پیر کی چھوٹی انگلی اور اس کے بازو انگلیوں کے درمیان سے اس کے بائیں طرف سے تین تین بار خلال کرتے ہوئے بائیں پیر کے انگوٹھے سے بائیں طرف کی انگلیوں کے درمیان اسی طرح خلال کرتے ہوئے بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر دائرہ کی شکل میں ختم کریں۔

انگلیوں میں خلال

صحت وصفائی کے نقطہ نظر سے انگلیوں کے درمیان خلال کرنا نہایت اہمیت رکھتا ہے اس لئے کہ انگلیوں اور خصوصاً پیر کی انگلیوں کے درمیان خلاؤں میں پسینہ، میل کچیل، مٹی، کیچڑ، اور دیگر گندگیاں خصوصاً غریب اور مزدور پیشہ اور برہنہ پاؤں

کام کرنے والے محنت کشوں میں جمع ہوتی رہتی ہیں جن میں اس طرح بار بار اور کامل احتیاط وصفائی کو بیحد اہمیت حاصل ہے اور تاوقتیکہ ان مقامات کو خاص توجہ سے صاف کرتے نہ رہیں جیسا کہ وضو میں حکم ہے تو حسب ذیل امراض سے انگلیوں کی جڑیں عموماً عدم توجہی کا شکار ہوتی رہیں گی اور جن کی وجہ مختلف امراض کے وائرس (Virus) فنگس (Fingus) اور نارو Guine Worm وغیرہ کے لاروئے و دیگر متعدی امراض کے جراثیم فوری اثر انداز ہوسکتے ہیں چونکہ یہ جراثیم پانی اور کیچڑ اور گندگی میں رہتے ہیں اور پرورش پاتے ہیں اس اہمیت کے پیش نظر ''دین فطرت'' کے علمبردار حضرت رسول اکرم ﷺ نے انگلیوں کے درمیان نہ صرف خود توجہ خلال فرمایا کرتے بلکہ اپنی محبوب امت کو ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور اس عمل کو بہت زیادہ اجر وثواب بھی قرار دیا ہے اور فرمایا ''میری امت کے بہتر وہ لوگ ہیں جو غذا کے بعد دانتوں میں خلال وضو میں انگلیوں میں بہتر خلال کرتے ہیں''۔ (مشکوۃ، طبرانی)

تمام رسولوں کی سنتیں

امور فطرت کے بارے میں حضرت ابی ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمام رسولوں کی سنتوں میں یہ چار چیزیں بھی داخل رہی ہیں۔

(۱) حیا اور ختنہ (۲) خوشبو لگانا (۳) مسواک کرنا (۴) نکاح کرنا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اربع من سنن المرسلين الحياء ويردى الختان' والتعطر ' والمسواک ' والنكاح' . (رواہ ترمذی، مشکوۃ)

☆☆☆

ناخن اور زینت

ناخن تراشنا

ناخن تراشنا سنت ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت میں داخل ہیں: ختنہ، موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھ کاٹنا، ناخن تراشنا، اور بغل کے بالوں کا نوچنا۔

(کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ، ۲۲۱/۱)

لڑکیوں کے لمبے ناخن

ناخنوں سے متعلق دو بیماریاں عورتوں اور خصوصاً نوجوان لڑکیوں میں وبا کی طرح عام ہوتی جارہی ہے۔ ایک ناخن بڑھانے کا مرض، دوسرے ناخن پالش کا مرض، ناخن بڑھانے سے آدمی کے ہاتھ درندوں جیسے ہوتے ہیں، ان میں گندگی بھی رہ سکتی ہے جس سے ناخنوں میں جراثیم پیدا ہوتے ہیں اور مختلف النوع بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

شرعی حکم یہ ہے کہ ہر ہفتہ نہیں تو پندرہ ہویں دن ناخن کاٹ لے، اگر چالیس روز گزر گئے اور ناخن نہیں کاٹے تو گناہ ہوگا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھ کاٹنے، کہ چالیس دن سے زیادہ نہ رہنے دیں۔

(مسلم کتاب الطہارۃ باب خصال الفطرۃ ۱/۲۲۱)

ناخن بڑھانے کا فیشن انسانی فطرت کے خلاف ہے، جس کو مسلم خواتین کافروں کی تقلید میں اپنا رہی ہیں۔ مسلم خواتین کو اس خلاف تقلید سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ (آپ کے مسائل ۲/۴۷)

ناخن تراشنے کا طریقہ

ناخن کاٹتے وقت پہلے ہاتھوں کے کاٹے اور شروعات داہنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے کرے، پھر انگوٹھے پر ختم کرے، پھر بائیں ہاتھ میں سب چھوٹی انگلی سے شروعات کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے، پھر پاؤں کے ناخن کاٹے اور شروعات داہنے پاؤں کی سب سے چھٹی انگلی سے کرے، اور بائیں پاؤں کی سب سے چھوٹی انگلی پر ختم کرے۔ (شرح صحیح مسلم از نووی، ص ۱۴۹)

نیل پالش

دوسرا مرض ناخن پالش کا ہے، حق تعالیٰ شانہ نے عورت کے اعضاء میں فطری حسن رکھا ہے ناخن پالش کا لبادہ محض غیر فطری ہے پھر اس میں ناپاک چیزوں کی آمیزش بھی ہوتی ہے وہی ناپاک ہاتھ کھانے وغیرہ میں استعمال کرنا طبعی کراہت کی چیز ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ناخن پالش کی تہ جم جاتی ہے اور جب تک اس کو صاف نہ کرلیا جائے پانی نیچے نہیں پہنچ سکتا۔ پس نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل۔ بدن ناپاک کا ناپاک ہی رہ جاتا ہے۔ (آپ کے مسائل: ۲/۴۷)

نیل پالش اور اس کے ساتھ نماز

وضو میں جن اعضاء کا دھونا ضروری ہے اگران پر ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو پانی کو جسم کی کھال تک پہنچ سے روکے تو وضو نہیں ہوتا۔ یہی حکم غسل کا ہے۔ نیل پالش لگی ہوئی ہو تو پانی ناخن تک نہیں پہنچ سکتا، اس لئے نیل پالش لگی ہوئی ہونے کی صورت میں وضو اور غسل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ فتاوی عالم گیری کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ''اگر اس کے ناخن کی جڑ سے خشک یا مرطوب مٹی چمٹی ہوئی ہو اور اس پر سے پانی گذار دیا جائے تو کافی نہ ہوگا۔ عورتیں فیشن کے طور پر نیل پالش اور سرخی لگاتی ہیں حالاں کہ ان چیزوں سے عورت کے حسن وزیبائش میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا بلکہ ذوق سلیم کو یہ چیزیں بدمذاق معلوم ہوتی ہیں، اور جب ان کی وجہ سے اللہ کا نام لینے کی توفیق سلب ہو جائے تو ان کا استعمال کوئی سلیم الفطرت مسلمان کیسے گوارا کرسکتا ہے؟ عورتوں کو زیب وزینت کی اجازت ہے: مگر اس کا بھی کوئی سلیقہ ہونا چاہئے۔ یہ تو نہیں ہے کہ جس چیز کا فیشن چل پڑے آدمی اس کو کرنے بیٹھ جائے۔

بعض فیشن ایبل عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ان سب چیزوں سے وضو اور نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نیت دیکھتا ہے تو انہیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ صرف نیت کو نہیں دیکھتا بلکہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ جو عمل کیا گیا وہ شریعت کے مطابق بھی ہے یا نہیں۔ مثلاً کوئی بے وضو نماز پڑھے اور یہ کہے کہ خدا نیت کو دیکھتا ہے۔ تو اس کا یہ کہنا خدا اور رسول کا مذاق اڑانے کے ہم معنی ہوگا۔ اور ایسے شخص کی عبادت عبادت نہیں رہتی۔ اس لئے فیشن ایبل خواتین کا یہ استدلال مہمل ہے کہ خدا نیت دیکھتا ہے، ناخن پالش اور ہونٹ پالش اگر بدن تک پانی کو نہ پہنچنے دے تو وضو نہ ہوگا اور جب وضو نہ ہوا تو نماز بھی نہیں ہوئی۔

(آپ کے مسائل اور ۲/۵۷، ۶/۷۷، ۱۳۷، ۱۳۸/ جدید فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی: کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

خوشی یا جبراً ناخن پالش لگانا

اگر شوہر کی خوشنودی کے لئے ناخن پالش لگائی جائے اور شوہر نہ لگانے پر سختی کرے تو ایسی عورت کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اس کا گناہ کس کے سر ہوگا۔

اگر ناخون پالش لگانے سے نمازیں غارت ہوتی ہیں اور شوہر باوجود علم کے اس سے منع نہ کرے تو مرد و عورت دونوں گنہ گار ہوں گے۔ اگر شوہر کی خوشنودی کے لئے ناخن پالش لگائے تو وضو کرنے سے پہلے اس کو صاف کر لے۔ اور پھر وضو کر کے نماز پڑھے، ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور ۲/۷۵)

ناخن پالش والی میت کی پالش صاف کر کے غسل دیں

اگر ناخن پالش والی عورت کا اسی حالت میں انتقال ہو جائے تو غسل دینے سے پہلے اس کی نیل پالش صاف کر لی جائے ورنہ اس کا غسل صحیح نہ ہوگا۔

(آپ کے مسائل اور ۲/۷۵)

ناخن پالش کو موزوں پر قیام کرنا

جس طرح وضو کر کے موزہ پہن لیا جائے تو دوسرے قیاس وضو کے وقت پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں پڑتی صرف جراب کے اوپر مسح کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح وضو کر کے ناخن پالش لگا لی جائے تو دوسرا وضو کرتے وقت اس کو چھڑانے کی ضرورت نہیں؟

چمڑے کے موزوں پر مسح بالاتفاق جائز ہے، جرابوں پر مسح امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ناخن پالش کو موزوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ اس لئے اگر ناخن پالش لگی ہو تو وضو اور غسل نہیں ہوتا۔ (آپ کے مسائل: ۲/۷۵)

عورتوں کے لئے کس قسم کا میک اپ جائز ہے؟

عورت کے لئے ایسا میک اپ کرنا جس سے اللہ کی فطری تخلیق میں تغیر کرنے کی کوشش ہو، جائز نہیں، مثلاً اپنی فطری اور خلقی بالوں کے ساتھ دوسرے انسانوں کے بالوں کو ملانا۔ ہاں انسانوں کے علاوہ دوسرے مصنوعی بالوں کو ملانا جائز ہے اس کے علاوہ میک اپ فطری تخلیق میں تغیر کرنے کے مترادف نہ ہو، وہ اس صورت میں جائز ہے جب کہ اس میک اپ کے لئے عورت غیر محرم مردوں کے سامنے نہ جائے، اس قسم کے میک اپ میں سرخی پوڈر شامل ہے ہاں البتہ ناخن پالش سے احتراز کیا جائے، کیوں کہ ناخن پالش دور کئے بغیر نہ وضو ہوتا ہے نہ غسل۔ ناخن پالش کو ہر وضو کے لئے ہٹانا کار مشکل ہے۔ اور جب ناخن پالش کو ہٹائے بغیر وضو یا غسل صحیح نہ ہوگا تو نماز بھی نہ ہوگی۔ اس لئے ناخن پالش کی لعنت سے احتراز ضروری ہے۔ (آپ کے مسائل: ۲/۷۵)

☆☆☆

حسد

نیکیوں کو ملیامیٹ کردینے والی برائی

حسد کا معنی ہے کسی شخص کی نعمت کے زوال کی تمنا کرنا اور یہ حرام ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے جس سے روحانی سکون ختم ہوجاتا ہے۔ یہ ایک ایسا مرض ہے کہ جس سے انسانوں میں جدائیاں پیدا ہوتی ہیں جو مقصد تخلیق کے خلاف ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''سب سے پہلا گناہ جو آسمان میں صادر ہوا وہ ابلیس لعین کا حسد تھا جو اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کیا اور دھتکارا گیا۔ اس طرح زمین پر جو سب سے پہلا گناہ ہوا وہ قابیل کا حضرت ہابیل سے تھا جس نے قتل وغارت کو جنم دیا۔'' اسی حسد نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو برسوں رلایا۔ اسی حسد نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے والد ماجد اور عزیزوں سے دور قید میں ڈالا۔ اسی حسد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کیا۔ حاسد گناہ کا مرتکب تو ہوتا ہی ہے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ غضب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔ حاسد کی شرانگیزی سے رب تبارک وتعالیٰ نے بچنے کا حکم فرمایا ہے اور

اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا ہے کہ کہہ دیجئے میں اپنے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے''۔ (سورہ فلق) ہمارے دین کی اساس و بنیاد اخوت اور بھائی چارگی پر ہے۔ مہاجرین جب مدینہ منور پہنچے تو انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے مال اور جائداد میں برابر کا شریک ٹھہرا دیا۔ یہاں تک کہ جس کے پاس دو بیویاں تھیں۔ اس نے ایک بیوی تک کی پیشکش کر دی کہ میں ان میں سے ایک کو جسے تم پسند کر لو تو میں طلاق دے دوں اور تم اس سے نکاح کر لو۔ اس طرح اخوت، بھائی چارگی، ہمدردی نے اسلام کو فروغ دیا کہ مسلمان اسی محبت واخوت کے رشتہ میں منسلک ہو کر ایک ایسی طاقت بن گئے کہ ساری دنیا پر چھا گئے۔ اس لئے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان آپس میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ لیکن جب خود غرضی اور حسد کا شکار ہو جائے تو پھر آپس میں قتال کیا اور مرنے لگے اور ذلت ورسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ سرکار روحی فداہ ﷺ نے فرمایا: پہلی امتوں کی بیماری تم میں سرایت کر چکی ہے، وہ بیماری حسد و بغض ہے اور یہ مونڈنے والی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈھتی ہے لیکن وہ دین کو مونڈھتی ہے۔''

انسان کے ظاہر و باطن کی اصلاح اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے ہی میں مضمر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور اللہ کے بندے، بھائی بھائی ہو جاؤ۔ ایک مسلمان کے لئے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔ (مسلم) علامہ قرطبی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حسد کی دو قسمیں ہیں۔ مذموم اور محمود۔ حسد مذموم یہ ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ تمہارے مسلمان بھائی پر جو اللہ کی رحمت ہے وہ زائل ہو جائے خواہ تم خود اس نعمت کے حصول کی تمنا کرو یا نہیں، اللہ تعالیٰ نے حسد کی اسی قسم کی قرآن مجید میں

مذمت فرمائی ہے: ام یحسدون النا س علی ما آتاھم اللہ من فضلہ. (نساء:۵۴) "یا وہ لوگوں سے اس نعمت پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دی ہے"۔ یہ حسد اس لئے مذموم ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ پر الزام آتا ہے کہ اس نے غیر مستحق کو نعمت دی ہے۔ حسد محمود یعنی رشک کی حقیقت ہے کہ تم یہ تمنا کرو کہ جو خیر اور نعمت تمہارے بھائی کو حاصل ہے وہ نعمت اس کے پاس بھی رہے اور تم کو بھی حاصل ہو جائے۔ اسی کو منافست بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون. (مطففین:۲۶) اور رغبت کرنے والوں کو اسی یعنی نیک جنتی لوگوں میں رغبت کرنی چاہیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف دو شخصوں پر حسد (رشک) کرنا جائز ہے۔ ایک جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمایا ہو اور وہ شخص دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے۔ اور آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی قرآن دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح دن رات قرآن مجید کی تلاوت کرتا۔ دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا ہو اور وہ شخص حق کے راستہ میں اس مال کو خرچ کرتا ہو تو آدمی یہ تمنا کرے کہ کاش مجھے بھی مال دیا جاتا تو میں بھی اس کی طرح مال خرچ کرتا۔ (صحیح بخاری) علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے۔ علماء نے کہا کہ حسد کرنے کا ضرر اس وقت ہوتا ہے جب حسد کرنے والا اپنے قول سے یا فعل سے محسود کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اور اس کی لغزشوں اور برائیوں کو تلاش کرے۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج۲) حسد اور اس کی آفتوں کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معلوم ہونا چاہیئے کہ غصہ سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور کینہ سے حسد اور حسد مہلکات سے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ ایک اور ارشاد اس سلسلہ میں ہے کہ تین

چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے کوئی انسان خالی نہیں ہے۔ایک گمان بد، دوسرے فال بد اور تیسرے حسد۔ میں تم کو سکھلاؤں کہ اس کا علاج کیا ہے۔ جب کوئی کسی کے بارے میں بدگمانی کرے تو اپنے دل میں اس کو سچ نہ سمجھے اور اس پر ثابت قدم نہ رہے۔اور جب بدفالی سنے تو اس پر اعتماد نہ کرو اور جب حسد پیدا ہو تو زبان اور ہاتھ کو اس پر عمل کرنے سے بچائے۔حضور اکرم ﷺ ایک اور ارشاد ہے کہ تمہارے اندر وہ بات پیدا ہونے لگی جس نے اگلی امتوں کو ہلاک کرایا تھا۔اور وہ حسد وعداوت ہے۔ قسم ہے اس معبود کی جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ تم بہشت میں نہ جاؤ گے۔جب تک تم صاحب ایمان نہ ہو گے اور صاحب ایمان نہ ہو گے جب تک تم ایک دوسرے کو دوست نہ رکھو گے۔میں تمہیں بتاؤں کہ یہ محبت کس طرح حاصل ہوگی۔تم ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہے، وہ میرے حکم پر خفا ہوتا ہے اور بندوں پر میری تقسیم کو پسند نہیں کرتا ہے۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: چھ قسم کے لوگ بغیر حساب وکتاب کے دوزخ میں جائیں گے۔امیر اپنے ظلم کے باعث،عرب تعصب کی بدولت، مال دار تکبر کے باعث،سوداگر اپنی خیانت کی وجہ سے، دہقان اپنی جہالت اور نادانی کے سبب سے اور علماء حسد کے باعث۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنے کام کے واسطے کسی پر غصہ کیا ہو۔حضور اکرم ﷺ نے جب مکہ فتح کیا اور ان کفار قریش پر آپ غالب آ گئے جنہوں نے آپ کو حد سے زیادہ ستایا تھا اور اس وقت ڈر رہے تھے اور سب کو اپنی جانوں کا خوف تھا۔حضور ﷺ کعبہ مشرفہ کے دروازہ پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔اس نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور اپنے بندہ کو نصرت عطا فرمائی اور

دشمن کو شکست دی۔تم اپنے بارے میں اے کفار قریش ! کیا سمجھتے ہو اور کیا کہتے ہو؟ کفار قریش کہنے لگے : یا رسول اللہ ﷺ ! سوائے خیر کے ہم کیا کہیں ، ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں ۔آج آپ کو سب کچھ اختیار ہے تب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں وہ بات کہوں گا جو میرے بھائی یوسف رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائیوں پر قابو پا کر کہی تھی ۔لاتثریب علیکم الیوم یعنی آج تم پر سرزنش نہیں ہے۔یہ فرما کر آپ نے سب کو فکر سے آزاد کر دیا اور فرمایا کسی کو تم سے تعارف اور سروکار نہیں ہے۔

علامہ ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں : حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ جس ترک تعلق کی مخالفت ہے اس سے مراد یہ ہے کہ لوگ حقوق معاشرت یا حقوق صحبت میں تقصیر کی بناء پر ایک دوسرے سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں یا کسی کے عیب نکالنے یا کسی دنیاوی معاملہ میں غضب ناک ہو کر ترک تعلق کر لیتے ہیں۔اس قسم کے معاملہ میں تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی شرعی عیب یا معصیت کی بناء پر ترک تعلق کیا جائے تو وہ جائز ہے کیونہ جب تک شرعی عیب یا معصیت کو ترک نہیں کیا جائے اور اس کا مرتکب اس سے توبہ نہ کرلے اس سے دائماً ترک تعلق رہے گا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت کعب بن مالک اور ان کے اصحاب (جو سستی کی وجہ سے غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے) سے ترک تعلق کیا جائے۔لہٰذا ان سے پچاس دن تک ترک تعلق رہا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور نبی ﷺ نے ایک ماہ تک ازواج مطہرات سے ترک تعلق رکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے ایک مدت تک ترک تعلق رکھا اور کئی صحابہ کا اس حال میں انتقال ہو گیا کہ انہوں نے ایک دوسرے سے ترک تعلق کر رکھا تھا۔ (اکمال العلم، ج۷) نبی کریم ﷺ کا ازواج مطہرات سے ایک ماہ تک اور حضرت کعب بن مالک سے پچاس دن تک ترک تعلق رکھنا بطور عتاب تھا جب ازواج مطہرات

نے مطالبہ نفقہ سے رجوع کرلیا اور حضرت کعب بن مالک اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول ہوگئی تو یہ عتاب اور ترک تعلق ختم ہوگیا۔ معلوم ہو کہ سوشل بائیکاٹ اور چیز ہے اور یہ صرف مرتدین یعنی دین سے خارج ہونے والوں کے ساتھ جائز ہے یا ان لوگوں کے ساتھ جو علانیہ معصیت کریں اور اس پر جم جائیں اور رجوع کرنے سے انکار کردیں۔ کراہت کسی مقام میں درست نہیں ہے البتہ اس مال میں جو کسی ظالم اور فاسق کو ملا ہوا اور وہ اس کو ظلم وفساد میں صرف کر رہا ہے تو اس مال کا زوال چاہنا درست وروا ہے کہ اس صورت میں حقیقتاً ظلم وفسق کا زوال چاہنا ہے نہ کہ زوال نعمت۔

حسد دل کی عظیم بیماری ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ انسان غور کرے کہ حسد دارین میں حاسد کے نقصان اور محسود کے نفع کا موجب ہے۔ حاسد کا دنیا کا نقصان تو اس طرح پر ہے کہ حاسد ہمیشہ رنج وغم میں مبتلا رہتا ہے کیونکہ کوئی وقت بھی ایسا نہیں ہوگا جس میں خداوند تعالیٰ کا فضل وکرم کسی بندہ کے شامل حال نہ ہو اور حاسد چاہتا ہے کہ اس کا دشمن مبتلائے رنج وغم رہے لیکن اس کے برعکس وہ خود گرفتار رنج وغم رہتا ہے۔ اسی طرح جو برائی اور مصیبت وہ دشمن کے لئے چاہتا ہے وہ خود اس کے حصہ میں آئی اور حسد سب سے بڑی برائی ہے اور اس غم سے عظیم کوئی اور غم نہیں ہے پھر اس سے زیادہ حماقت کیا ہوگی کہ دشمن کے سبب سے انسان خود رنجیدہ رہے حسد سے دشمن کا نقصان کچھ نہیں ہوتا کہ تقدیر الٰہی میں اس کو ملنے والی نعمت کی ایک مدت متعین ہے۔ اس میں پس وپیش اور کمی کو دخل نہیں ہے کہ سرنوشت ازلی۔ یہی تھی اور اس سرنوشت میں تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ حسد کا علاج یہ ہے کہ مجاہدہ سے حسد کے اسباب کو باطن سے نکال کر پھینک دے کیونکہ حسد کا سبب تکبر، غرور، عداوت اور مال وجاہ کی دوستی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے باطن کی اصلاح فرمائے۔ اور سارے مسلمانوں کو اتحاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ☆☆☆

لپ اسٹک زہریلی ہوسکتی ہے

کچھ عرصے پہلے انٹرنیٹ پر یہ افواہیں بہت تیزی سے گردش کررہی تھی کہ جو خواتین گہرے سرخ رنگ کی لپ اسٹک استعمال کرتی ہیں وہ اپنی صحت کو خطرے میں ڈال رہی ہیں کیونکہ اس قسم کی لپ اسٹک میں سیسہ شامل ہوتا ہے، امریکی نشریاتی ادارے سی این این نے اپنی ایک حالیہ رپورٹ میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ بعض سرخ لپ اسٹک میں سیسہ موجود ہوتا ہے۔ امریکی ادارے فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن اور ''کمپین فار سیف کاسمیٹکس'' نے بعض آزادانہ طور پر کیئے گئے طبی جائزوں میں اس بات کا سراغ لگایا ہے کہ بہت سی سرخ لپ اسٹک کے ٹیوب میں سیسے کی کمتر سطح موجود تھی اور سیسہ صرف سستی لپ اسٹک میں ہی نہیں بلکہ بہت مہنگے داموں فروخت ہونے والی برانڈ کمپنیوں کی لپ اسٹکس میں بھی یہ زہریلی دھات دریافت کی گئی ہے۔سیسہ خاص طور پر بچوں کے لئے بہت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے اس لئے خواتین کو اپنے پرس میں سرخ رنگ کی لپ اسٹک رکھنے سے گریز کرنا چاہیئے کہ سارا دن ان کی بچی یا بچہ نادانستگی میں خوشبودار لپ اسٹک چباڈلے یا نگل لیں، سیسہ ملی ہوئی لپ اسٹک سے خود خواتین کو بھی نقصان ہوسکتا ہے، اگر سیسے

کی قابل ذکر مقدار جسم میں جمع ہوتی رہے تو اس سے ہائی بلڈ پریشر اور خون کی کمی کی بیماری ہوسکتی ہے، علاوہ ازیں تولید اور اعصابی مسائل بھی سامنے آسکتے ہیں۔

تاہم خواتین کو اس سلسلے میں بہت زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ لپ اسٹک میں سیسے کی وجہ سے زہر خورانی کا کوئی واقعہ اب تک منظر عام پر نہیں آیا ہے، پھر بھی آپ یہ خطرہ کیوں مول لیں؟ اگر چہ لپ اسٹک میں سیسے سے کی مقدار سرکاری ملکوں سے فراہم کئے جانے والے پانی میں پائے جانے والے سیسے کی مقدار سے بھی کم ہوتی ہے تاہم اگر گہرے سرخ رنگ کی لپ اسٹک دن میں کئی بار لگانہ پسند کرتی ہے تو سیسہ آپ کے جسم میں جمع ہوسکتا ہے اور آپ کے لئے مسائل کا باعث بن سکتا ہے اس لئے پہلے مرحلے میں تو سستی قسم کی لپ اسٹک کا استعمال سرے سے ترک کردیں خواہ وہ کسی بھی رنگ کی قیمتی ہی ہو اور اگر سرخ رنگ کی قیمتی برانڈ لپ اسٹک آپ کی کمزورت ہے تو یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا وہ سیسے سے پاک ہے یا نہیں آپ اس کی ویب سائٹ پر جا کر اسے چیک کرسکتی ہیں۔

یومیہ ایک آدھ مرتبہ لپ اسٹک کا استعمال مضر صحت نہیں ،لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب گھر میں رہ کر شوہر کے لئے لگائی جائی۔ لیکن باہر اور غیر محرموں کے درمیان اپنے بناؤ سنگھار کے لئے لپ اسٹک کا استعمال بار بار کیا جاتا ہے جو مضر صحت تو ہے ہی لیکن سراسر گناہِ کبیرہ بھی ہے، شوہر کیلئے بناؤ سنگھار حلال ہے اور نامحرموں کے سامنے قطعاً حرام، لہٰذا اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ہمارے ہونٹوں کی سرخی جہنم کی آگ تو سرخ نہیں کررہی۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے، آمین!

☆☆☆

ویلنٹائن ڈے، مسلمان اور اسلام

ویلنٹائن ڈے کی حقیقت اور اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے اور کس طرح یہ طویل سفر طے کرتا ہوا مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہوا؟ اس کا اندازہ قارئین کو زیرِ نظر سطور کے مطالعے سے بخوبی ہو جائے گا، گزشتہ چند سالوں میں اس فتنے نے مسلم معاشرے میں جس انداز میں شب خون مارا ہے اس نے مسلم علماء کرام کی ذمہ داریوں کو بڑھا دیا ہے، اور انہیں یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کس طرح وہ کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا سدباب کرتے ہوئے متاثرہ مسلمانوں کو خبردار کریں تاکہ دین کا صحیح تصور ان کے اذہان میں قائم ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کے اس پرفریب فتنے اور اس کی سحر کاریوں کے چنگل سے وہ خود کو آزاد کرا کر اپنے آپ کو اسلامی شعار کا پابند اور ملتزم بنائیں۔

ویلنٹائن ڈے دنیا بھر میں ہر سال ۱۴ر فروری کو محبت کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے اس تہوار کے متعلق کئی روایات قدیم رومن تہذیب کے دور سے وابستہ ہیں، جس میں یہ تہوار روحانی محبت کے اظہار کے لئے مختص تھا، اس ضمن میں بہت سی دیومالائی کہانیاں اس سے منسوب ہیں، کہا جاتا ہے کہ روم کا بانی ''رومولوس''

نے ایک بار بھیڑیئے کی مادہ کا دودھ پیا تھا، جس کے باعث اسے طاقت اور عقلمندی حاصل ہوئی تھی، اہل روم اس واقعے کی یاد میں ہر سال وسط فروری میں جشن منایا کرتے تھے، جس میں ایک کتے اور ایک بکری کی قربانی دی جاتی تھی، جن کے خون سے دو طاقتور اور توانا نوجوان غسل کرتے تھے، اور پھر اس خون کو دودھ سے غسل کر کے دھویا جاتا تھا، اس کے بعد ایک عظیم الشان پریڈ کا آغاز ہوتا، جس کی قیادت وہ نوجوان کیا کرتے تھے، ان کے ہاتھوں میں چمڑے کا ہنٹر ہوتا تھا، جس سے وہ ہر اس شخص کو مارا کرتے تھے جوان کا راستہ کاٹنے کی کوشش کرتا تھا، رومن خواتین اس ہنٹر کی ضرب کو اپنے لئے ایک اچھا شگون سمجھتی تھیں کیوں کہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اس طرح وہ بانجھ پن سے محفوظ رہیں گی۔

مذکورہ بالا جشن کے دوران اہل روم ان لڑکیوں کے نام جو شادی کی عمر کو پہونچ جاتی تھیں پرچیوں پر لکھ کر ایک برتن میں ڈال کر وہ برتن ایک میز پر رکھ دیتے تھے اور پھر ان لڑکیوں سے شادی کے خواہش مند نوجوانوں کو دعوت عام دی جاتی تھی کہ وہ قرعہ نکالیں، پھر بذریعہ قرعہ اندازی جس نوجوان کے حصے میں جو لڑکی آتی تھی اس کی خدمت کے لئے وہ ایک سال تک اپنے آپ کو پیش کر دیا کرتا تھا تا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ لیں، پھر یا تو سال بھر کے بعد وہ شادی کے بندھن میں بندھ جاتے تھے یا پھر اگلے جشن کے موقع پر دوبارہ قرعہ اندازی میں شریک ہوتے تھے، اس وقت کی مذہبی عیسائی قیادت نے اس رسم کی یہ کہتے ہوئے سخت مخالفت کی تھی کہ یہ رسم نوجوان مردوزن میں اخلاقی بگاڑ کا موجب بن رہی ہے اسی طرح یہ رسم اٹلی میں منسوخ کر دی گئی، جہاں یہ راسخ و رائج ہو چکی تھی، پھر اس بھولی بسری رسم کو اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں دوبارہ زندہ کیا گیا اور کچھ مغربی ممالک میں کتاب محبت کے نام سے عشقیہ نظموں پر مشتمل ایسی کتابیں شائع کی گئیں

جن میں سے مختلف اشعار کا انتخاب کر کے ایک عاشق محبوبہ کو بھیج سکے، ان کتابوں میں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے لئے عشقیہ خطوط لکھنے کے طریقے اور ترغیبات بھی شامل ہوتی تھیں۔

ویلنٹائن ڈے کے تہوار کے وجود میں آنے کے حوالے سے یہ روایت بھی مشہور ہے کہ جب رومن اپنے قدیم مذہب کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرنے لگے اور یہ مذہب تیزی سے پھیلنے لگا تو اس وقت کے رومن شہنشاہ ''کلاڈیوس دوئم'' نے تیسری صدی میں رومن نوجوانوں کی شادی پر پابندی عائد کر دی، کیونکہ شادی کے بندھن میں بندھنے کے بعد وہ جنگی مہمات میں شریک ہونے سے گریزاں ہونے لگے تھے۔ سینٹ ویلنٹائن (ایک پادری کا نام) نے اس شاہی فرمان کی مخالفت کرتے ہوئے نوجوان جوڑوں کی خفیہ شادیوں کا اہتمام کرنا شروع کر دیا، جب شہنشاہ کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے سینٹ کو پھانسی کی غرض سے گرفتار کر کے جیل بھیج دیا، جیل میں اسے جیلر کی بیٹی سے محبت ہوگئی جو کہ خفیہ ہی رہی، کیونکہ عیسائی قانون کے مطابق پادری ساری عمر شادی یا محبت نہیں کر سکتے، مگر چونکہ وہ ایک راسخ العقیدہ عیسائی اور معروف عیسائی مبلغ تھا اسلئے شاہِ روم نے اسے یہ پیشکش کی کہ اگر وہ عیسائیت کو چھوڑ کر رومن دیوتاؤں کی عبادت کرے تو نہ صرف اسے معاف کر دیا جائے گا بلکہ شہنشاہ اپنی بیٹی کی شادی بھی اس سے کر دے گا، مگر سینٹ ویلنٹائن نے اس کی پیشکش ٹھکرا دی اور عیسائیت کو ترجیح دی، جس کے بعد ۱۴ر فروری ۲۷۰ء کو پھانسی دے دی گئی۔ اس طرح یہ دن اس سینٹ کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔

برطانیہ میں ویلنٹائن ڈے سردیوں کے اختتام پر جنگلوں میں پرندوں کے ملاپ کی علامت کے طور پر منایا جاتا تھا، اس موقع پر نوجوان ان لڑکیوں کی کھڑکیوں کی چوکھٹ پر پھولوں کے گلدستے رکھتے تھے جن سے وہ محبت کرتے تھے، پھر ان

کے پوپ نے اس دن کو سینٹ ویلنٹائن کی قربانی سے منسوب کرتے ہوئے ۱۴ر فروری کو محبت کے تہوار کے نام دیا جو کہ خالصتاً عیسائیوں کا ایک مذہبی تہوار ہے جس کے تانے بانے قدیم رومن کی غیر اسلامی تہذیب سے جڑے ہوئے ہیں اور جسے آج مسلمان بڑے فخر وانبساط کے ساتھ مناتے ہیں اور عیسائیوں کی پیروی کرتے ہوئے غیر محرم لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو تحفے میں گلاب کے پھول اور کارڈز وغیرہ دیتے ہیں، اس موقع کی مناسبت سے ہمارے ٹی وی چینلز خصوصی پروگرام تیار کرتے ہیں اور مسلمان ناظرین عیسایوں کی طرح بڑی رغبت سے ان پروگراموں کو دیکھتے ہیں اور ذہن وقلب کے کسی گوشے میں یہ احساس تک پیدا نہیں ہوتا کہ کیا کفار کا یہ مذہبی تہوار ہماری تہذیب، ہماری ثقافت اور ہمارے دین اسلام کی تعلیمات اور مذہبی شعائر سے مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟

آج ہماری بدقسمتی سے یہ تہوار کم وبیش ہر اسلامی ملک میں اپنی جڑیں مضبوط کر چکا ہے، اور مسلم قوم کی نوجوان نسل (الا ماشاء اللہ) نے کھلے دل وذہن سے نہ صرف اسے قبول کر لیا ہے بلکہ وہ یہود ونصاریٰ سے زیادہ گرم جوشی اور رواداری کے ساتھ اسے منانے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، کئی مسلم ممالک میں ویلنٹائن ڈے پر فلاور شاپس (Flower Shops) پر گلاب کے پھول یا تو ناپید ہو جاتے ہیں یا ان کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہیں اور لوگ زیادہ قیمتیں ادا کر کے بھی گلاب کے پھول خرید کر اپنے ویلنٹائن کے تحفہ دیتے ہیں، فائیو اسٹار ہوٹل اور بڑے ریسٹورنٹس اس موقع پر خصوصی پروگراموں اور خصوصی ڈشوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ویلنٹائن جوڑوں کا انتخاب کر کے انہیں قیمتی انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

مسلم معاشرے میں اس غیر اسلامی تہوار کی پذیرائی اور قبولیت کی ذمہ داری جہاں سٹلائٹ چینلز، انٹرنیٹ اور ان مسلم ممالک کے میڈیا پر عائد ہوتی ہے

وہاں والدین اور اساتذہ بھی اس شر کے فروغ میں برابر کے ذمہ داری ہیں، اگر والدین اپنی اولاد کی صحیح خطوط پر تربیت کریں اور انہیں دشمنان اسلام کے ان حملوں سے آگاہ کرتے رہیں اور اسی طرح اساتذہ بھی اپنے شاگردوں میں دینی تشخص بیدار کریں اور ان میں دین کا صحیح شعور پیدا کریں تو پھر یہ ممکن ہی نہیں رہے گا کہ اسلام کے دشمن ان چور دروازوں سے مسلمانوں کی صفوں میں شب خون مارسکیں ،اسی طرح ائمہ کرام اور علمائے دین کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ عصر حاضر کے تمام فتنوں اور خصوصاً ایسے فتنے جو مسلمانوں کے اخلاق، ان کی دینی حمیت اور ان کے عقائد کی سلامتی کیلئے خطرے کا باعث ہوں ان کی انہیں نہ صرف پوری شدت کے ساتھ مخالفت کرنی چاہئے بلکہ مسلم قوم میں ان خطرات کے خلاف بیداری کی بھرپور مہم کا آغاز کرنا چاہئے اور اس کام کے لئے تمام دستیاب وسائل سے بھرپور استفادہ کرنا چاہئے۔

آخر میں مسلم نوجوانوں، بھائیوں اور بہنوں، ماؤں اور بیٹوں سے التجا ہے کہ خدارا کفار کی پیروی کر کے اپنے آپ کو تباہی کے گڑھوں میں مت دھکیلو، ان کو خوش کر کے اللہ تعالیٰ کے غضب کو آواز مت دو، کیوں کہ جو اللہ کے دشمنوں کو خوش کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی درحقیقت اخروی بربادی ہے وقتی خوشی کے خاطر دائمی رنج والم سمیٹنا، یقیناً شدید خسار کا سودا ہوگا، اگر محبت ہی کرنی ہے تو خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں فنا کرلو، محبت کا حقیقی مفہوم پالو گے، محبت کی معراج حاصل ہوجائے گی، شیطان کے ناپاک چنگل سے نکل جاؤ گے، اور اللہ تعالیٰ تمہیں دنیا اور آخرت کی حقیقی اور دائمی خوشیوں سے سرفراز فرمائیں گے۔

سورہ محمد ﷺ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لائے ہوئے دین کے معاملے میں منافقت اختیار کرنے والوں کا کوئی عمل بھی اللہ

کے یہاں مقبول نہیں ہوگا۔ مسلمانوں کو اپنا رویہ صاف رکھنا چاہئے کہ آیا وہ حق کے ساتھ ہیں یا باطل کے ساتھ؟ وہ اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے دنیاوی مفاد کو عزیز رکھتے ہیں یا اس حق کو جس پر ایمان لانے کا بانگ دہل اعلان کرتے ہیں اگر وہ شیطانی طاقتوں کے زیر اثر اپنی انا کو خوش کرنا چاہتے ہیں تو وہ مومن ہی نہیں۔ ایمان لانے کا مقصد یہ ہے کہ انسان کے عقائد، خیالات، اخلاق واعمال، اللہ کے دین اور محمد ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات کے مطابق ہوں اور ہر اس برائی سے پاک رہیں، جس کی قرآن وضاحت کرتا ہے، مسلمانوں کو اپنا ذہن بدلنا ہے، سوچ بدلنا ہے خیالات بدلنا ہیں، غلط عقائد بدلنا ہیں، سیرت وکردار بدلنا ہے اور ہر معاملے میں اس حق کی پیروی کرنا ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے آئی ہے اور وہ جو وحی الٰہی کے امین اور جو ملائکہ کے مسجود بنے وہی اگر اللہ کے احکام سے بے رخی برتنے لگیں تو اس کو بغاوت کے علاوہ کون سا نام دیا جاسکتا ہے؟ اور اس بغاوت کا انجام قوم اپنی آنکھوں سے روز افزوں ذلت ورسوائی کی شکل میں دیکھ رہی ہیں۔

وہ زمانہ کیا ہوا کہ میری آہ میں اثر تھا
یہی چشم خوں فشاں تھی یہی دل یہی جگر تھا

اب مسلمانوں کی سب سی بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ پہچانے نہیں جاتے۔ اور ظاہری حیثیت یکلخت اس طرح مسخ ہوگئی ہے کہ:

چال انگریزی ڈھال انگریزی — سر کا ایک ایک بال انگریزی
جسم ہندی میں جان انگریزی — منہ کے اندر زبان انگریزی
دل کے اندر چراغ انگریزی — سر کے اندر خیال انگریزی

الامان الامان ،الحذر الحذر.

چلتے چلتے!

ذرا اس نفسیاتی تعمیق پر بھی ایک نظر ڈالئے ، مردوں میں بہت سی بیماریاں بشمول نفسی طور پر بے اطمینانی ،جسمانی طور پر بے فعالی ، اور غیر صحتمند زندگی کے اسباب ،عورتوں کا ہیجان انگیز لباس پہننا اور اشتعال انگیز رویہ ہے۔اس تحقیق کے مطابق ساٹھ سال سے زیادہ عمر کے مغربی ممالک کے مردوں کی ساٹھ فیصد تعداد جن مختلف بیماریوں کا شکار ہیں اس میں سب سے بڑی بیماری مثانے کے غدود کا کینسر (Prostate Gland Cancer) جس کا ایک بڑا سبب عورتوں کا عریاں حصہ دیکھنا باریک ومختصر لباس اور منی سکرٹ (جیسے ہماری اسکول جانے والی لڑکیاں یونیفارم پہنتی ہیں) مردوں کو ہیجان سطح پر سخت متاثر کرتے ہیں ،عورتوں کی جدید فیشن مردوں کی جنسی بھوک میں مبتلا کرتے ہیں ،ایسے لباس تو بس ایک حیوانی ڈرامہ ہی ہے جو مردوں کی قبریں کھودتی ہیں اور معاشرے کو تباہ کر رہی ہیں ۔یہ کھلے ہتھیار بڑے پیمانے پر معاشرے میں تباہی پھیلانے کا کام کر رہی ہیں۔

چلتے چلتے ذرا یہ بھی نوٹ کریں کہ نئے سال کی خبروں کے ساتھ یہ خبر بھی شائع ہوئی ہے کہ یہودی پارلیمنٹ نے سال نو سے نیا قانون نافذ کیا ہے کہ یہودی عورتیں پورے حجاب کے ساتھ رہیں ،اور اپنی عبادت گاہوں میں مردوں اور عورتوں کی نشست بھی علیحدہ ہوں۔

اب ذرا اس لباس کے بے ہودہ ڈرامے کو برداشت کرنے والے مسلمان حضرات غور کریں کہ انہیں اللہ کی طرف لوٹنا ہے اور اپنے کردار کا جواب دینا ہے۔

☆☆☆

بسنت اور پتنگ بازی

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن سہارنپوری نے لکھا ہے کہ

ایک انسان جب خالق حقیقی کو اپنا معبود و مسجود مان لے گا تو پھر اس کی تمام ہدایات اور احکامات کو اپنے لئے حرز جان بنالے گا، اس کے اوامر کی تعمیل ہی اس کے لئے باعث نجاح وفلاح ہوگی، اور اس معبود حقیقی کے منہیات سے اجتناب ہی میں اس کا تشخص و امتیاز ہوگا اور سعادت و کامرانی کی معراج ہوگی، اوامر ونواہی کی تعمیل اگر ایک موحد کی زندگی سے نکل جائے تو بغیر وح کے جسم کی مانند ایک لاشئہ بے گور وکفن رہ جائے گا۔

آج کے دور میں کچھ ایسا ہی نظر آتا ہے، موسم بہار کی آمد تو نوید جانفزا لاتی ہے کہ سبزہ زاروں اور مرغزاروں کی شادابی و ہریالی، نت نئے شگوفوں اور کونپلوں کا وجود خالق اکبر جل مجدہ کی وحدانیت اور خالقیت کو اور آشکارا کرتی ہے، ایک موحد کے ایمان میں تازگی لاتی ہے لیکن خرافات اور اغیار کی تہذیب ومعاشرت سے متاثر ہوکر خاص طور سے برصغیر کے مسلمان لایعنی افعال میں منہمک ہوجاتے ہیں اور اللہ ورسول کی ایذارسانی کا باعث بنتے ہیں۔

اغیار کا ایک تہوار بسنت ہے جو خاص انہیں ایام میں منایا جاتا ہے، پتنگ بازی اس تہوار کی خصوصی علامت ہے مسلمانوں کی ایک جماعت اس پتنگ میں زور وشور کے ساتھ شرکت کرتی ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں: اس کے پیچھے کیا ذہن کارفرما ہے؟

غیر مسلم سکھ مورخ ڈاکٹر بی، ایس، نجار (Dr. B.S. Nijjar) نے اپنی کتاب ''پنجاب آخری مغل دور میں'' (Punjab under the later Mughals) میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے ''حقیقت رائے باگھمل پوری، سیالکوٹ کے کھتری کا پندرہ سالہ لڑکا تھا جس کی شادی پٹالہ کے کشن سنگھ بھٹہ نامی سکھ کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی، حقیقت رائے کو مسلمانوں کے اسکول میں داخل کیا گیا تھا، جہاں ایک مسلمان ٹیچر نے ہندو دیوتاؤں کے بارے میں کچھ توہین آمیز باتیں کیں، حقیقت رائے نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور اس نے بھی انتقاماً پیغمبر اسلام اور سیدہ فاطمہ الزہراہ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کئے، اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کرکے عدالتی کاروائی کے لئے لاہور بھیجا گیا، اس واقعہ سے پنجاب کی ساری غیر مسلم آبادی کو شدید دھچکا لگا، کچھ ہندو افسر زکریا خان، جو اس وقت گورنر لاہور تھا، کے پاس پہنچے تاکہ حقیقت رائے کو معاف کردیا، لیکن زکریا خان نے کوئی سفارش نہ سنی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کردیا۔ جس کے اجرا میں پہلے مجرم کو ایک ستون سے باندھ کر اسے کوڑوں کی سزا دی گئی، اس کے بعد اس کی گردن اڑا دی گئی۔ یہ سال ۱۷۳۴ء کا واقعہ ہے۔ جس پر پنجاب کی تمام غیر مسلم آبادی نوحہ کناں رہی، لیکن خالصہ کمیونٹی نے آخر کار اس کا انتقام مسلمانوں سے لیا اور سکھوں نے ان تمام لوگوں کو جو اس واقعہ سے متعلق تھے، انتہائی بے دردی سے قتل کردیا، ڈاکٹر صاحب آگے چل کر ص: ۲۷۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ ''پنجاب میں بسنت کا میلہ اسی حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے''۔

کیا ہمارے مسلمان بھائی ان حقائق وواقعات کے سامنے آنے کے بعد بھی گستاخ رسول اور گستاخ جگر گوشہ رسول کو خراج عقیدت پیش کرنے والوں کے شانہ بشانہ پتنگیں اڑا کر گناہ عظیم کے مرتکب ہوتے رہیں گے۔ ہماری بربادی وتباہی پہلے ہی کیا کم تھی، ہم نے غیر قوموں کی تہذیب وثقافت اپنا کر دینی ودنیاوی ہلاکت کو اپنا مقدر بنالیا ہے، اب ہندو قوم تو بسنت پر پتنگ اڑانے کی بنیاد بھی بھول چکی مگر مسلمان بسنت منا کر اسلام کی رسوائی کرتے رہتے ہیں۔

بسنت غیر مہذب، بے دین، بددین، لا مذہب قوم کا شیوا ہے، ہمیں کب زیبا دیتا ہے کہ مردود وملعون، بے ضمیر قوم کے طرز عمل کو اپنا مشغلہ بنائیں، ہمس ے تو نعمت عظمی ''ہدایات نامہ انسانیت'' عطا ہوا تا کہ ہدایت کے روشن چراغ سے دوسری قوم وملل کے گھرانوں کو روشن کریں نہ کہ اپنے گھروں کی ایمانی شمع کو گل کر کے ظلمت کدہ کفر بنالیں۔ ویسے بھی پتنگ بازی بہت سے مفاسد اور گناہوں کا ذریعہ ہے مثلاً فضول خرچی، دوسروں کو اذیت پہنچانا، جان ومال کا تلف اور ضائع کرنا، ضیاع وقت، آلۂ علم (کاغذ) کی بے حرمتی، شیطانی کام، ناگفتی باتوں کا استعمال، جماعت کا چھوٹنا اور بعض مرتبہ تو نماز بھی جاتی رہتی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اصلاح الرسوم میں پتنگ بازی کی جو خرابیاں اور مفسدے بیان فرمائے ہیں وہ قدرے تغیر کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

پتنگ کے پیچھے دوڑنا

پتنگ کے پیچھے دوڑنے والے کا وہی حکم ہے جو کبوتر کے پیچھے دوڑنے والے کا، جس کی مذمت کے لئے یہی کافی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے پیچھے دوڑنے والے کو شیطان قرار دیا ہے۔ (مسند احمد)

دوسروں کی پتنگ لوٹنا

ہر شخص اس خواہش میں رہتا ہے کہ پتنگ کٹے بعد میں میرے ہاتھ میں پہلے آجائے حالانکہ نبی پاک ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ،نہیں لوٹتا کوئی شخص اس طرح کہ لوگ اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوں ،اور وہ پھر بھی مومن رہے۔ (بخاری ،مسلم)

دوسروں کی ڈور لوٹنا

اس میں پتنگ لوٹنے سے بھی زیادہ قباحت ہے کیونکہ پتنگ تو صرف ایک آدمی کے ہاتھ آتی ہے جب کہ ڈور متعدد کے، اور وہ سب لوگ گناہگار ہوتے ہیں ،اور حدیث شریف کے مطابق اڑانے والے کو ان تمام لوگوں کے برابر گناہ ملے گا۔ (مسلم)

دوسروں کو نقصان پہنچانا

ہر پتنگ اڑانے والا اس تک ودو اور کوشش میں رہتا ہے کہ دوسرے کی پتنگ کاٹ دوں ،جس سے اس کا نقصان اور تکلیف ہوتی ہے شرعی رو سے یہ دونوں باتیں حرام ہیں اس صورت میں دونوں گناہگار ہوں گے۔ (احزاب:۵۸)

آپسی رنجش

جب کوئی کسی دوسرے کی پتنگ یا ڈور لوٹتا ہے تو آپس میں دشمنی اور بغض وعداوت پیدا ہوتی ہے اور شیطان یہی چاہتا ہے کہ آپس میں کڑواہٹ پیدا کردے، جس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ موجود ہے۔ (مائدہ:۹۱)

نماز اور یاد الٰہی سے غفلت

جب آدمی پتنگ اڑاتا ہے تو نہ اس کو جماعت یاد رہتی ہے اور نہ نماز، ہر چیز سے بے پرواہ وہ تو ٹکٹکی باندھے آسمان پر پتنگوں کو دیکھتے رہتا ہے اور یہی وہ بات ہے جو حق تعالیٰ شانہ نے قرآن کریم میں شراب اور جوئے کے حرام ہونے کی علت بیان کی ہے۔ (مائدہ:۹۱)

بے پردگی

بالعموم پتنگ چھتوں پر اڑائی جاتی ہے، جس سے اڑوس پڑوس کی بے پردگی اور بے حجابی ہوتی ہے اور ان کو تکلیف ہوتی ہے یہ بھی حرام کام ہے۔ (نور:۳۱-۳۰)

جانی نقصان

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اکثر پتنگ بازی چھتوں پر ہوتی ہے پتنگ باز پتنگ آسمان میں لگانے کی جستجو میں پیچھے کو ہٹتا رہتا ہے اور پیچھے کے حال سے بے خبر ڈھڑام سے نیچے جا گرتا ہے۔ اسی طرح پتنگ اور ڈور لوٹنے کے چکر میں سڑکوں گلیوں میں ایکسڈینٹ ہونا مشاہدے کی بات ہے۔ جس کی خبریں اخبارات کی زینت بنتی رہتی ہیں اور ماں سے زیادہ مشفق مہربان پالنہار رب العالمین فرماتا ہے اپنی جانوں کو خود ہلاک نہ کرو۔ (نساء:۲۹) مشفق نبی کریم ﷺ نے تو بے منڈیر چھت پر سونے سے بھی منع فرمایا ہے، ممکن ہے وہ چھت سے نیچے گر جائے یا اچانک اٹھ کر چلنے سے نیچے گر پڑے۔

وقت کا ضائع کرنا

پتنگ اڑانے میں بے حساب وقت برباد ہوتا ہے اور لا حاصل ہوتا ہے حالانکہ قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں متعدد جگہ وقت کی قدر و قیمت پر متنبہ فرمایا ہے اور اس کی حفاظت کرنے کی تلقین کی ہے۔ (الشمس ۳-۴، شعب الایمان للبیہقی)

مشابہت غیر

پتنگ بازی میں غیر قوموں کی نقالی اور ان کے ساتھ مشابہت لازم آتی ہے، مخالفین کے رسم و رواج پر عمل پیرا ہونا ہے، جب کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے بڑے تاکیدی اور وعیدی انداز میں اس کی قباحت و شناعت کو یوں بیان فرمایا ہے، جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں ہوگا۔ (ابوداود)

نبی کریم ﷺ کے امتیو!

آپ ﷺ کے نام لیواؤ! نبی پاک ﷺ کے متوالو! عشق رسول ﷺ میں تن من دھن کی بازی لگانے کا دعوی کرنے والو! کل روز قیامت آقاء مدنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ شافع محشر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شفاعت کیسے نصیب ہوگی؟ محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کل حوض کوثر پر چہرہ مبارک پھیر لیا تو کیا ہوگا؟

ان بہت سارے مفاسد اور نقصانات کے ہوتے ہوئے خالص غیروں کی تہذیب اپناتے ہوئے ہمیں ذرا بھی خیال نہیں آتا ہم خیر البشر ﷺ کی امت خیر الامم ہیں، قرآن کریم نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہمارا شیوہ بتایا ہے ہمیں

حالات وزمانے کی گمراہیاں اور خرابیاں ختم کرنا ہے اور عظیم الشان کارنامے انجام دینے ہیں۔ جوخوشنودی الٰہی کا سبب نہیں۔

انسانی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ عظیم کارنامے ہمیشہ انہی لوگوں نے انجام دیئے ہیں جو حالات کی رو پر بہنے کی بجائے ان کے مقابلے کے لئے اٹھے ہیں، زندگی پر ان مٹ نقوش انہوں نے چھوڑے جو مرغ بادنما کی طرح ہوا کے رخ پڑتے اور دوسروں کی نقالی کرتے رہے بلکہ ان لوگوں نے چھوڑے جو ہوا کے رخ سے لڑے ہیں اور زندگی کے دھارے کو موڑ کر رکھ دیا، قابل تقلید وہ نہیں جو گرگٹ کی طرح صبح وشام بدلتا ہے، بلکہ وہ ہے جو خود کوئی اپنا رنگ پیدا نہیں کیئے گئے، بلکہ وہ پوری انسانیت کی فلاح واصلاح کا ذریعہ بنائے گئے ایک مسلمان کے لئے اس سے بڑی ذلت اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ وہ خدا کا نائب، سنت نبوی کا مدعی اور دینی روایات کا امین ہونے کے باوجود جدیدیت کو اپنے دین کے مطابق بدلنے کے بجائے اپنے ہی دین کو مسخ کرنا شروع کردیئے، یہ بزدل اور کم نظر لوگوں کا طریقہ ہے جنہیں ہوائیں خش وخاشاک کی طرح اڑائے پھرتی ہیں اور جن کی اپنی بنیاد نہیں کہ وہ اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہ سکیں۔ مسلمان کا یہ شیوہ ہے کہ۔

زمانہ باتو نہ سازو تو بازمانہ ستیز

☆☆☆

سگریٹ نوشی

مولانا حذیفہ وستانوی لکھتے ہیں کہ

اللہ رب العزت نے انسان کو عقل عطا کی تا کہ وہ اپنے نفع ونقصان میں تمیز کر سکے، نفع بخش وسائل وذرائع کو استعمال میں لائے اور ضرر رساں ونقصان دہ ذرائع سے اجتناب کرے، مگر آج کا انسان عجیب ذہنیت کا شکار ہو چکا ہے، کیا پتہ اس کی عقل کو کیا ہو گیا ہے؟ اور اس کی قوت تدبر وتفکر پر کیسا زنگ چڑھا ہوا ہے کہ زندگی کے کسی بھی شعبہ میں، مذہب سے لے کر تفریح تک، ہر شعبہ حیات میں اندھا دھن بھیڑ کی طرح مغرب کی پیروی میں لگا ہوا ہے۔ حالاں کہ مغرب نے سوائے چند مادی فوائد کے کوئی روحانی فائدہ انسان کو نہیں دیا بلکہ مغرب کے مظالم اور انسان سوز سازشوں کے مقابلے میں وہ فوائد بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

خلاصہ یہ کہ مغرب کی پیروی سوائے خسر الدنیا والآخرۃ یعنی دنیوی واخروی خسارے اور گھاٹے کے کچھ نہیں۔

مغرب نے مخلوق کو خالق سے جدا کیا، عابد کو معبود سے توڑا، روحانیت کا انکار کیا، مذہب کو پس پشت ڈال دیا، اور ایک سازش اور ماسٹر پلان کے ذریعے محض

اپنے مادی فوائد کے خاطر ساری انسانیت کو ذہنی وفکری اور ہر طرح کی غلامی کے شکنجے میں جکڑ کر رکھ دیا، جس کی تفصیل مقصود نہیں، منجملہ سنن شیعہ کے، مغرب نے انسان کو سگریٹ نوشی جیسی مہلک عادت سے بھی دوچار کیا، یہاں جدید تحقیقات کی روشنی میں اسی کے نقصانات اور مہلک اثرات کو بیان کیا جا رہا ہے۔

میں سگریٹ نوشی، بیڑی نوشی، تمباکو اور گٹکھا کھانے والوں کو لجاجت کے ساتھ درخواست کروں گا کہ وہ ذیل میں دی جاری ہی تحقیقات کو دل سے پڑھیں اور عزم مصمم کریں، انشاء اللہ ہر حالت میں ہم اپنی اس بری عادت سے دست بردار ہو جائیں گے اور دنیوی واخروی خسارے سے نجات حاصل کریں گے۔

سگریٹ نوشی کی تاریخ

۱۴۹۲ء میں کوسٹفر کولمبس ''نئی دنیا کی دریافت'' کے لئے تین جہازوں میں اپنے رفقاء کو سوار کر کے نکلا تو سمندری سفر کے دوران برودت کی شدت میں خفت پیدا کرنے کے لئے انہوں نے سگریٹ اور بیڑی نوشی کا آغاز کیا، اس سے پہلے ایسی کوئی چیز متعارف نہیں تھی، مگر اس میں آئے دن تبدیلیاں ہوتی رہی اور اب مارکیٹ میں طرح طرح کی سگریٹ متعارف ہوگئی ہے، پھر جب انگریز سترھویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی میں دنیا کے دیگر خطوں پر چھاگئے تو اس ''وبا'' کو بھی ساتھ لے گئے اور اس طرح دنیا کے دیگر خطوں میں بھی یہ عام ہوگئی۔

سگریٹ کے متعدی نقصانات

کویت سے شائع ہونے الامجلّہ ''التقدم العلمی'' کے بیان کے مطابق دنیا کے مختلف تحقیقی اداروں نے سگریٹ پر تحقیقات کے بعد یہ انکشاف کیا ہے کہ

سگریٹ اور بیڑی میں ۴۷۰۰ زہریلے اجزاء پائے جاتے ہیں، جس سے صرف سگریٹ اور بیڑی پینے والے ہی کو نقصان نہیں ہوتا، بلکہ اس کے اطراف میں موجود لوگوں کو بھی شدید نقصان ہوتا ہے بلکہ سگریٹ بیڑی کے دھوئیں جہاں تک پہنچتے ہیں وہاں تک سب کو نقصان پہنچاتے ہیں، خاص طور پر حاملہ کے پیٹ میں موجود جنین کے لئے تو انتہائی خطرناک ہویت ہیں، بلکہ بعض سگریٹ کے دھوؤں سے تو حمل بھی گر جاتا ہے، بعض مرتبہ مہلک بیماریوں کا شکار ہو کر پیدا ہوتا ہے، بہر حال جنین اور صغار یعنی دودھ پیتے بچے اور کم عمر بچوں پر تو اس کے اثرات انتہائی ہلاکت خیز ہوتے ہیں۔ (التقدم العلمی، عدد ۸، ۶ر فروری ۲۰۱۰ء)

سگریٹ نوشی سے پیدا ہونے والے امراض

گجراتی اخبار ''سندیش'' کے بیان کے مطابق سگریٹ اور بیڑی کے ایک کش کے ساتھ دس لاکھ بیکٹر یا بدن میں داخل ہوجاتے ہیں او رانسان کے پھیپھڑے، غذا کی نالی، انتڑیوں پر قابض ہوجاتے ہیں، اور اس پر مہلک اثرات ڈالنا شروع کر دیتے ہیں اور عام طور پر تمباکو میں پائے جانے والے زہریلی مادے کی وجہ سے کینسر کا مرض لاحق ہوتا ہے، صرف کینسر ہی نہیں بلکہ خون کی کئی بیماریاں بھی اس سے جنم لیتی ہیں۔ اسی طرح السر، دمہ، ایسی ڈی ٹی، پیٹ کی بیماری بھی اسی سے پیدا ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ بیڑی سگریٹ وغیرہ پینا گویا اپنے آپ کو موت کے طرف لے جانا ہے، یا کم از کم بیماریوں میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ (سندیش: ص ۷، تاریخ ۲۵ر۱ر۲۰۱۰ء)

التقدم العلمی نے عالمی ادارہ صحت .W.H.O کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ دنیا میں ہر سال کم از چالیس لاکھ افراد محض سگریٹ نوشی

اور بیڑی نوشی سے موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ اگر اب بھی دنیا کی حکومتیں سگریٹ اور بیڑی نوشی وغیرہ کے خلاف شدید اقدام نہیں کرتی ہے تو آئندہ سالانہ ایک کروڑ سے زائد لوگ اس کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔

سگریٹ، بیڑی، تمباکو وغیرہ، نام ہے ''مجمع الامراض'' کا، اس سے پورے معاشرے کو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں اور معاشرہ بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق مرد اور عورت کو قوت جنسیہ بھی اس سے متاثر ہوتی ہے۔ انسان کا جمال اور خوبصورتی بھی تیزی سے ختم ہو جاتی ہے اور بدن کی ہڈیاں کمزور ہو جاتی ہیں۔ دنیا کی بڑی بڑی لیبرٹریوں نے تحقیقات و تجربات کے بعد واضح کیا ہے کہ سگریٹ وغیرہ میں جو ۴۰۰۰ر مہلک اجزا پائے جاتے ہیں اس میں سے ۴۳ر اجزاء ایسے ہیں جو سو فیصد کینسر کا سبب بنتے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

- نیکوٹین: اس سے دم کی بیماری دماغ اور قلب میں ضعف طاری ہوتا ہے۔
- اکسید کربون: جو انتہائی مفاسد کا حامل ہوتا ہے۔
- زرنیخ: جو حشرات الارض کیڑے مکوڑوں کو مارنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔
- کادمیون: زہر آلود ہوتا ہے جو عام طور پر بیڑیوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔
- فوزمالوہید: مردہ لاشوں کو تعفن سے بچانے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔
- D.D.T: کیڑے مار دوا۔
- امونیا: زمین اور فرش اور ٹائلس وغیرہ صاف کرنے کیلئے مستعمل ہوتا ہے۔
- استیون: ناخون پالس ختم کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔
- تولوین: پھٹاکوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔
- سیائیڈ ہیڈروجن: انتہائی زہریلہ مادہ ہوتا ہے۔ (التقدم العلمی)

یہ ہے سگریٹ نوشی وغیرہ کے نقصانات، کیا ایک عقلمند اور ذی ہوش اس کے بعد بھی ہوش میں نہیں آئے گا!! اتنے نقصانات کے بعد بھی اگر سگریٹ نوشی وغیرہ کو کوئی ترک نہیں کرتا تو اس سے زیادہ کم عقل کوئی نہیں۔ جب اسے علم ہو گیا کہ یہ چیز سوائے خطرے اور نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں رکھتی تو ایسا ہی ہو گیا جیسے کسی کو کہا جائے کہ آگے مت جانا پورا جنگل شیروں اور پھاڑ کھانے والے جانوروں سے بھرا ہوا ہے مگر پھر بھی چلتا رہے یہاں تک کہ وہ کسی جانور کا شکار بن جائے اور موت کا پروانہ حاصل کر لے۔ کیا ایسے آدمی کو کوئی عقل مند کہے گا؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، اللہ سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ اور بری عادتوں کو چھوڑنا آسان کر دے۔ آمین!

☆☆☆

سود کی حرمت سے متعلق چالیس حدیثیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ایسی چیزوں سے بچو جو ہلاک کرنے والی ہیں، صحابہ (کرام رضی اللہ عنہ) نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سات چیزیں کون سی ہیں؟ حضرت نے فرمایا:

۱-اللہ کیساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، ۲-جادو کرنا، ۳-ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، ۴-سود کھانا، ۵-اور یتیم کا مال کھانا، ۶-اور لڑائی کے روز پیٹھ دکھا کر بھاگنا، ۷-اور بھولی بھالی پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا، اس حدیث کو بخاری مسلم اور ابوداؤد، نسائی نے روایت کیا ہے۔

شرک کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات باصفات میں غیر خدا کو خدا کا شریک ٹھہرانے کو، مثلاً خدا تعالیٰ کی طرح کسی کو قابل عبادت سمجھے۔ یا اس کے نام کی نذریں مانے یا کسی کے علم یا قدرت کو خدا تعالیٰ کے علم وقدرت کے برابر سمجھے، یا ایسے اعمال وافعال جو عبادت کیلئے مخصوص ہیں جیسے رکوع، سجدہ، سجود، طواف وغیرہ یہ افعال سوائے خدا تعالیٰ کے، کسی اور کیلئے کرے، یہ سب شرک ہیں، قرآن کریم نے اعلان کردیا ہے کہ جو شخص بحالت شرک بغیر توبہ کے مرگیا اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو ایک مقدس سرزمین کی طرف لے چلے، یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے اس کے درمیان میں ایک شخص کھڑا تھا، اور نہر کے کنارے پر ایک شخص ہے، اس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں، نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارہ کی طرف آتا ہے کہ وہ جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارہ والا شخص اس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر کر اپنی جگہ جا پہنچتا ہے، پھر جب کبھی نکلنا چاہتا ہے اسی طرح اس کے منہ پر پتھر مار مار کر اسکو اپنی پہلی جگہ لوٹا دیتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ کون شخص تھا، جس کو میں نے نہر میں دیکھا، فرمایا سود خور اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے یعنی سود لینے والے اور سود دینے والے پر، اس کو مسلم اور نسائی، ابوداؤد اور ترمذی، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ایک روایت میں اس کے ساتھ سود کی شہادت دینے والوں اور کتابت کرنے والوں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے و دینے والے، سودی تحریر (یا حساب) لکھنے والے اور سودی شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کبیرہ گناہ سات ہیں، ان میں پہلا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور (دوسرا گناہ) ناحق کسی شخص کو مار ڈالنا اور (تیسرا گناہ) سود کھانا اور (چوتھا گناہ) یتیم کا مال ناجائز طور پر کھالینا اور (پانچواں گناہ) جہاد سے بھاگنا اور (چھٹا گناہ) پاک دامن عورتوں

کو تہمت لگانا اور (ساتواں گناہ) ہجرت کرنے کے بعد اعراب (دیہات) کی طرف لوٹ جانا اس کو بزار نے عمر بن ابی شیبہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

حضرت عون بن حجفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی عورت اور گدوانے والی عورت پر اور سود لینے والے اور سود دینے والے پر لعنت بھیجی ہے اور کتے کی قیمت اور رنڈی کی کمائی سے ممانعت فرمائی ہے اور تصویر کھینچنے والوں پر لعنت بھیجی ہے اسکو بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا سود کھانے اور کھلانے والا اس کے دونوں گواہ اور دونوں کے کاتب جب کہ جانتے ہوں کہ یہ معاملہ سود کا ہے اور خوبصورتی کے لئے گودنے والی اور گدوانے والی عورت اور صدقہ کو ٹالنے والا، اور ہجرت کے بعد اپنے وطن کی طرف واپس ہو جانے والا یہ سب بزبان صلی اللہ علیہ وسلم (بروز قیامت) معلون ہوں گے، اس کو احمد اور ابو یعلی نے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر لازم کرلیا ہے کہ ان کو جنت میں نہ داخل کریں گے، اور نہ ان کی جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے۔ (ایک تو) عادی شرابی اور (دوسرے) سود کھانے والا۔ (تیسرے) ناحق یتیم کا مال اڑانے والا (چھوتے) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا، اس کو حاکم ابراہیم بن عارج الخ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح الاسناد کہا ہے۔

حضرت عبد اللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سود کے وبال تہتر قسم کے ہیں، سب سے ادنی قسم ایسی ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے، اسکو حاکم نے روایت کیا اور بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

انہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ سود کے مفاسد کچھ اوپر ستر ہیں اور شرک اس کے برابر ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے مفاسد کی ستر قسمیں ہیں ان میں سے ادنی ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ایک درہم کوئی سود سے حاصل کرے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود تینتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے اس کو طبرانی نے کبیر بن عطا خراسانی کی سند سے عبداللہ کے واسطے سے راویت کیا ہے۔ (الخ)

حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ نے (جن کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا) فرمایا کہ حضور نے فرمایا سود کا ایک درہم کھانا چھتیس زنا سے زیادہ شدید ہے، بشرطیکہ اس کو معلوم ہو کہ یہ درہم سود کا ہے اس روایت کو امام احمد وطبرانی نے روایت کیا ہے اور مسند امام احمد مثل سند صحیح بخاری کے ہے اور حضرت حنظلہ کو غسیل ملائکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس وقت غزوۂ احد کا اعلان ہوا اور صحابہ کرام جہاد کے لئے نکلنے لگے انہوں نے دعوت جہاد میں اتنی دیر تک رکنا بھی پسند نہ کیا کہ غسل پورا کر کے فارغ ہو جاتے، بلکہ اسی حالت میں فوراً باہر آئے اور مجاہدین کے ساتھ شریک ہو گئے اور اتفاقاً اسی حالت میں یہ شہید ہو گئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور سود کا بہت اہتمام سے ذکر فرماتے ہوئے یہ فرمایا کہ کسی شخص کا ایک سودی درہم کھانا اللہ کے نزدیک چھتیس زنا کرنے سے زیادہ سخت گناہ ہے اور

پھر فرمایا کہ سب سے برا سود یہ ہے کہ کسی مسلمان کی آبرو پر حملہ کیا جائے اس روایت کو بیہقی اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی ظالم کی خلاف حق حمایت کی تا کہ حق والے کا حق ضائع کر دے تو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری الذمہ ہیں اور جو شخص سود کا ایک درہم کھائے تو یہ تینتیس زنا کے برابر ہے اور جس شخص کا گوشت حرام مال سے پیدا ہو وہ دوزخ کے قابل ہے۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے بہتّر (۷۲) دروازے ہیں ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے ستر گناہ ہیں ان میں سے ادنی ایسا ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بستی میں سود اور زنا پھیل جائے تو گویا بستی والوں نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر اتار لیا اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل فرمائی جس میں یہ ہے کہ جس قوم میں زنا اور سود پھیل گیا وہ یقیناً قحط سالی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور جس قوم میں رشوت پھیل جائے وہ مرعوبیت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

☆☆☆

تمباکو، گٹکا اور گُل

سوال: ایک عالم صاحب ایک مسجد میں امامت کرتے ہیں، لیکن عوام کا کہنا ہے کہ ان کو تمباکو کھانے اور گُل گھسنے کی عادت ہے، جب کہ وہ پانچ وقت کی امامت کرتے ہیں اور صبح مکتب بھی پڑھاتے ہیں اور مکتب پڑھاتے وقت بھی تمباکو اور گٹکھے کا استعمال کرتے ہیں تو کیا ان کا نماز اور مدرسہ پڑھانا درست ہے؟

(۱) گٹکھا کھانا (فارغ وقت میں) کیسا ہے؟

(۲) تمباکو اور تپکیر کا استعمال شرعاً کیسا ہے؟

(۳) گُل کا گھسنا کیسا ہے؟

(۴) دانتوں کے درد پر ایک مَلہم دانتوں پر گھسا جاتا ہے اس میں نشہ ہوتا ہے اس کی شریعت میں اجازت ہے یا نہیں؟

(۵) گٹکھا، تمباکو، تپکیر، گل اور نشہ والا پان جس میں تمباکو ہو، مدرسہ، یا ڈیوٹی کے اوقات میں کھانا کیسا ہے؟

جواب: تمباکو کی اقسام واغراض اور خواص مختلف ہوتی ہیں، اس لئے اس کے استعمال میں مختلف اقوال ہیں، لیکن غالباً اس کا استعمال غرض صحیح یعنی علاج وغیرہ

کے لئے نہیں ہوتا ہے اور شریعت اسلامیہ اپنے ماننے والوں کو ہر ایسی چیز کھانے اور پینے سے منع کرتی ہے جو اسے فوراً یا آہستہ آہستہ ہلاک کر دے، ارشاد باری تعالیٰ: ''اپنے آپ کو قتل مت کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے۔'' (سورہ النسا: ۲۹) اور ''اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو''۔ (سورہ بقرہ: ۱۹۵) اس پر شاہد ہے۔

اسلئے اگر تمباکو کے استعمال سے نشہ ہو تو اس کا استعمال حرام ہے کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہر نشہ آور چیز حرام ہے''۔ (صحیح مسلم: ۲/۱۶۷، ابوداؤد: ۲/۵۱۸، صحیح بخاری: ۲/۹۰۴)

۱/۲/۳ تمباکو اور گٹکھا کھانا، یا گل کا دانتوں پر گھسنا، گرچہ اس میں نشہ نہ ہو تب بھی اس میں مال کو ضائع کرنا دوسروں کو تکلیف پہنچانا، دونوں چیزیں لازم آتی ہیں، اور نبی علیہ السلام نے ہر دو چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

اور جو امام تمباکو کھاتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے لیکن بدبودار منہ لے کر مسجد میں آنا اور نماز پڑھانا مکروہ تحریمی ہے اس لئے وضو اور مسواک کے ذریعہ منہ خوب صاف کر کے مسجد میں آئے، ورنہ فرشتوں کو بھی تکلیف ہوگی۔ اگر واقعی نشہ آور مرہم کے گھسنے سے دانتوں کا درد زائل ہوتا ہو اور اسکے علاوہ کوئی مفید دوا (جو اس کے قائم مقام ہو) میسر نہ ہو تو شریعت مطہرہ ضرورتاً، بقدر ضرورت اس کی اجازت دیتی ہے، حتی الامکان بغیر نشہ والی دوا استعمال کرنی چاہئے۔

مدرسین اور تمام ملازمین کا معاملہ مدرسہ یا کسی ادارے کے ساتھ عقد اجارہ کا ہے، مدرسین چونکہ وقت کے پابند ہوتے ہیں، اس لئے وہ اجیر خاص ہیں، اور اجیر خاص کے لئے وقت متعین میں مفوضہ کام کے علاوہ دوسرے کام میں مشغول ہونا درست نہیں، لہٰذا ہر ایسا کام جو مدرسین کے فرائض منصبی میں کسی بھی قسم کی کوتاہی اور حرج کا باعث بنے وہ شرعاً ناجائز ہوگا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اجیر خاص کے لئے وقت متعین میں نوافل پڑھنے کی عدم اجازت پر علماء کا اتفاق نقل کے ہے، چہ جائیکہ سوال میں مذکورہ چیزیں جائز ہوں۔ (بخاری: ۳۲۴/۱، ابن ماجہ: ص، ۱۶۹، التمہید: ۲۸۴/۴، مشکوۃ ص: ۶۸، شامی: ۴۳۵/۲، صحیح مسلم: ۲۰۹/۱) فقط

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ العبد: محمد جعفر علی رحمانی: ۱۴۲۹/۰۴/۱۳ھ

(فتویٰ نمبر: ۵۴-ج: ۱)

(بشکریہ دارالافتاء جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کواں)

☆☆☆

ریاکاری اوراس کی تباہ کاریاں

حضرت امام بخاریؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب بخاری شریف کی ابتداء اس حدیث شریف سے فرمائی ہے:

”انما الاعمال بالنیات“ (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) یعنی کسی بھی عمل کے عند اللہ مقبول یا مغضوب ہونے کے لئے انسان کی نیت کو بہت بڑا دخل ہے، اسی لئے بعض وہ کام جو دیکھنے میں بظاہر معمولی اور غیر دینی معلوم ہوتے ہیں وہ نیت کی درستگی کی وجہ سے مومن کو اجر عظیم کا مستحق بنا دیتے ہیں، اور بعض وہ کام جو حقیقت میں بڑے بڑے ثواب اور نیکیاں کمانے کا سبب اور ذریعہ معلوم ہوتے ہیں وہ صرف نیت کی خرابی کی وجہ سے بندے کو اللہ کے غیظ وغضب اور جہنم کا مستحق بنا دیتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث پاک اس پر شاہد ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اخلاص کے ساتھ کیا جانے والا چھوٹے سے چھوٹا کام بھی انسان کے بلند درجات اور اللہ رب العزت کے قرب وخوشنودی کا ذریعہ بن جاتا ہے اور ریاکاری کے لئے انجام دیا جانے والا دین کا بڑے سے بڑا کام بھی انسان کے لئے دنیا کی ذلت اور رسوائی اور آخرت میں جہنم کا سبب بن جاتا ہے۔

اخلاص کہتے ہیں کوئی کام محض اللہ رب العزت کی خوشنودی اور رضا کے لئے کرنا اور جب اللہ کی رضا وخوشنودی والے اعمال ظہور پذیر ہوں گے تو ان کا لازمی نتیجہ ہوگا کہ معاشرتی استحکام حاصل ہو۔

اخلاص کے مقابلے میں انسان کے اندر جو مہلک مرض پایا جاتا ہے اس کو ریا کہتے ہیں اور یہ ریا کاری انسانی افراد کے مابین عدم توازن اور غیر معتدلانہ طرز معاشرت کو جنم دیتا ہے اور اس کے ساتھ ریا کاری انسانوں کے نیک اعمال کو غارت کر دیتا ہے۔

شیطان جو انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے اس کی سب سے پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی کوششوں سے بندے کو نیک عمل سے محروم کر دے۔ لیکن جب وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو پاتا اور بندہ کو اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے نیک عمل کی توفیق ہو جاتی ہے تو اب شیطان مردود کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ بندہ عمل تو کرے لیکن اس پر آخرت میں ملنے والے اجر عظیم سے وہ محروم ہو جائے، لہٰذا وہ آخرت کے لازوال اجر سے بندے کی نگاہ ہٹا کر دنیا کی حقیر اور بے حیثیت چیزوں پر مرکوز کرا دیتا ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اخلاص اور ریا کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ تمہیں اپنے نیک عمل کا پوشیدہ رہنا محبوب ہو اور برے اعمال کا پوشیدہ رہنا محبوب نہ ہو، پھر اگر اللہ تعالیٰ تمہارے اچھے اعمال لوگوں پر ظاہر فرما دیں تو یہ کہو کہ اے اللہ! یہ سب آپ کا احسان ہے میرے عمل وکوشش کا اثر نہیں۔ (معارف القرآن: ۵/ ۶۶۳) حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عبات میں ریا کاری کو گناہ کبیرہ بتلایا ہے اور فرمایا کہ اولیاء اللہ کے نزدیک ریا کاری دل کی سب سے بڑی بیماری ہے۔ (آسان تفسیر پ:۱۶ص:۲۰)

بعض حکیموں سے سوال کیا گیا کہ مخلص کون ہے؟ تو فرمایا کہ مخلص وہ شخص ہے جو نیکیوں کو کرے اور چھپائے جس طرح برائی کر کے چھپاتا ہے۔ (شرک:ص:۲۹)

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ ریا کاری کی تین علامتیں ہیں۔ (۱) جب اکیلا عبادت کرے تو کاہلی وسستی اس پر چھائی ہوئی ہو (۲) عبادت کرتے وقت جب لوگوں کو دیکھے تو خوش ہو کہ لوگ مجھے عبادت کرتا ہوا دیکھ رہے ہیں (۳) جب لوگ اس کی عبادت وعمل کی تعریف کریں تو عبادت وعمل زیادہ کرے اور جب اس کی عبادت وعمل کی مذمت کی جائے تو اس عبادت وعمل کو کم کر دے۔ (آسان تفسیر ص:۳۰)

بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ آج ہم نیک اعمال کر کے چھپائیں گے تو کیا بلکہ مختلف حیلوں بہانوں سے ان کا مجلسوں اور محفلوں میں بیٹھ کر اظہار کرتے ہیں اور جب تک ہمارا نیک عمل لوگوں پر ظاہر نہ ہو جائے تو دل بے چین رہتا ہے۔ **(اللھم احفظنا منه)**

حجۃ الاسلا حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہمارے لئے قابل غور اور مشعل راہ ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے ''اگر دو حرف علم کی تہمت محمد قاسم کے نام پر نہ ہوتی تو دنیا کو پتہ بھی نہ چلتا کہ قاسم کہاں پیدا ہوا اور کہاں مر گیا۔ (ارشادات اکابر،ص:۲۰۸)

ہمارے ان اکابرین کی اس سلسلہ میں اس قدر حد درجہ احتیاط کی ایک اہم وجہ یہ بھی کہ ریا کاری انسان کے بڑے سے بڑے عمل کو اکارت اور برباد کر دیتی ہے انسان خود اپنے آپ کو خوب نیکیاں کرنے والا اور بڑی بڑی دینی خدمتیں کرنے والا سمجھتا رہتا ہے حالانکہ اس کے پاس سوائے چھوٹی کوڑیوں کے کچھ بھی نہیں بچتا جس کو اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی پر حکمت تمثیل سے واضح فرمایا ہے کہ جو ہر کم وبیش عقل وفہم رکھنے والے کی سمجھ میں آسکتی ہے۔

چنانچہ ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص شہرت اور ریاکاری کے لئے عمل کرتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو اپنی تھیلی میں کنکر بھرتا ہے پھر اس تھیلی کو لے کر بازار ضروری سامان خریدنے جاتا ہے جب دوکان پر وہ تھیلی کھولتا ہے تو دینار و درہم (روپئے پیسے) کی جگہ کنکریاں نکلتی ہیں دوکان دار اس کی تھیلی کو اس کے چہرہ پر مار دیتا ہے اور تھیلی میں بھری ہوئی چیز اس کے لئے فائدے مند نہیں ہوتی اس کے بدلے میں اس کو لوگوں کی طعن و تشنیع کے سوا کچھ نہیں ملتا۔

اسی طرح جو شخص ریا اور شرک کے طور پر عمل کرتا ہے اس کو اس کے عمل سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا وہ ثواب آخرت سے بالکل محروم رہتا ہے۔ (شرک، ص: ۲۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا کو شرک اصغر (چھوٹے شرک) سے تعبیر فرمایا۔ چنانچہ آقائے نامدار حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہیکہ مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف شرک اصغر کا ہے۔ حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا شرک اصغر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ریاکاری۔ (ابن کثیر ۳/۱۷۷-۲/۱۷۷، الترغیب والترہیب، بحوالہ اللہ سے شرم کیجئے، ص: ۲۴)

اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس حدیث کو نقل کر کے اس میں یہ زیادتی بھی نقل کی ہے کہ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کی جزا عطا فرمائیں گے تو ریاکار لوگوں سے فرمادیں گے کہ تم اپنے عمل کی جزا کے لئے ان لوگوں کے پاس جاؤ جن کو دکھانے کے لئے تم نے یہ عمل کیا تھا، دیکھو کہ ان کے پاس تمہارے لئے کوئی جزا ہے یا نہیں! ایک دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے کہ شرک خفی یہ ہے کہ آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور جب یہ دیکھے کہ کوئی شخص اسے دیکھ رہا ہے تو اپنی نماز خوب اچھی کردے۔ (ابن ماجہ) ریاکاری انسان اور اس کے اعمال کے لئے کتنا بڑا فتنہ ہے اس کا اندازہ حدیث ذیل سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاکاری کو دجال سے بھی بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس باری باری آتے اور رات گذارتے ،ایک رات ہم آپس میں کچھ باتیں کررہے تھے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا کھسر پھسر کررہے ہو؟ ہم نے جواب دیا یارسول اللہ! ہم مسیح دجال کا ذکر کررہے تھے اور دل ہمارے خوفزدہ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اس سے بھی زیادہ دہشت ناک بات بتلاؤں؟

وہ پوشیدہ شرک ہے کہ انسان کو دکھانے کیلئے نماز پڑھے۔ (ابن کثیر، پ:١٦، ٣/١٦)

انسان کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اگر اس کے عمل میں ذرہ برابر بھی کھوٹ یعنی ریاکاری آگئی تو اللہ رب العزت کی گرفت اور پکڑ سے وہ بچ نہیں سکتا چنانچہ مشہور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے چند بڑی اہم نصیحتیں فرمائی تھیں، جن میں ایک نصیحت یہ بھی تھی، ''اے ابوذر! عمل اللہ کے لئے کر، پرکھنے والے کی نظر بڑی تیز ہے'' وہ اندر کے بھید اور دل کی خیانتوں سے بھی واقف ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ رونے لگے لوگوں نے پوچھا آپ کیوں رورہے ہیں؟ فرمانے لگے ایک حدیث یاد آگئی اس نے رلادیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ ڈر شرک اور پوشیدہ شہوت کا ہے، میں نے دریافت کیا یارسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ آپ نے فرمایا، ہاں، سنو! وہ سورج، چاند، پتھر، بت کو نہ پوجے گی بلکہ اپنے اعمال میں ریاکاری کرے گی۔ (اور) پوشیدہ شہوت یہ ہے کہ صبح روزے سے ہے اور خواہش سامنے آئی روزہ چھوڑ دیا۔ (ابن ماجہ، مسند احمد، بحوالہ ابن کثیر، ص:١٧)

آیئے! آج ہم اپنا احتساب کریں، کتنے افسوس اور شرمندگی کا مقام ہوگا کہ آدمی نے دنیا میں بڑی محبت ومشقت کے بعد چند نیکیاں اکٹھی کی ہوں گی، لیکن ان

کے اجز سے بندہ صرف اس لئے محروم کر دیا جائے گا کہ ان نیکیوں کے پس پردہ چند دن کی بے سود واہ واہی کارفرما تھی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو ریاکاری اور دکھلاوے سے محفوظ رکھے اور ہر دین کا کام صرف اور صرف اپنی رضا وخوشنودی کے لئے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

☆☆☆

سودی کاروبار ایک گناہ عظیم

خالق کائنات اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسانوں کی فلاح و بہبود اور اس کے دونوں عالم کی کامیابی وکامرانی کے لئے رسولوں اور انبیاء کرام کو آفاقی تعلیم دے کر مبعوث فرمایا تاکہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی معرفت حاصل کرے اور اس کی اطاعت وفرمانبرادیر میں لگا رہے۔ اور اللہ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر چل کر آخرت میں جنت کا مستحق قرار پائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو شکر گذاری اور کفران نعمت کے دونوں راستے بتا دیئے اور زندگی گذارنے کے لئے وسائل وذرائع پیدا کر دیا اور اس میں حلال وحرام کو واضح کر دیا۔ تجارت، صنعت وحرفت، زراعت اور باغبانی کے ذریعہ حلال روزی کمانے کی تلقین فرمائی۔ چوری، غصب اور دھوکہ کے ذریعہ حاصل شدہ روزی کو حرام قرار دیا۔ آج کل حرام وحلال کی تمیز ختم کی جارہی ہے۔ سود معاشرہ میں عام ہو چکا ہے جب کہ قرآن کریم میں متعدد جگہ ذکر ہے: ''اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا '' اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت (بیع وشراء) کو حلال کیا اور سود کو حرام۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ: ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ

تُفۡلِحُوۡنَ. وَاتَّقُو النَّارَ الَّتِیۡۤ اُعِدَّتۡ لِلۡکٰفِرِیۡنَ" ترجمہ: اے ایمان والو! کئی گنا (ڈبل) کر کے سود نہ کھاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو کامیاب رہو گے، اور اس جہنم سے بچو جو کافروں کے لئے ہے"۔

اس آیت کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک قول نقل کیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں یہ آیت زیادہ خوف دلانے والی آیت ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اس جہنم کی دھمکی دے رہا ہے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ قیامت کے دن سودی کاروبار کرنے والوں کی حالت زار کی عکاسی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔"اَلَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا کَمَا یَقُوۡمُ الَّذِیۡ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ. (سورہ بقرہ:۲۷۵) سود خور لوگ نہیں کھڑے ہوں گے مگر اس شخص کی طرح جس کو شیطان سوار ہو کر خبطی بنادے۔ سود خور کی یہ حالت قبر سے اٹھتے وقت یا میدان محشر میں ہوگی۔(تفسیر احسن البیان)

معلم قرآن محسن انسانیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث پاک میں اس مہلک وظلم و بربریت پر مبنی نظام سود کی ہولناکیوں کی وضاحت فرمائی ہے۔ "درھم ربا یاکله الرجل وھو یعلم اشد من ست وثلاثین زینة" (رواہ احمد بسند صحیح) سود کا ایک درہم بھی اگر آدمی جانتے ہوئے کھاتا ہے تو ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بھی بھاری ہے۔ اب اندازہ لگائیں کہ شریعت اسلامیہ میں زنا کے مرتکب کی سزا جو متعین ہے وہ کتنی سخت سزا ہے۔

ایک دوسری حدیث اس ظالمانہ کام کی قباحت بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"الربا ثلاثة وسبعون بابا، ایسرھا ان ینکح الرجل امه" (رواہ حاکم) سود کے ۷۳ درجے ہیں اور معمولی درجہ یہ ہے کہ انسان اپنی ماں سے نکاح کرے۔"(اعاذنا اللہ منه)

اسلام نے جب سود کو حرام قرار دیا تو اس وقت عربوں کو بہت ناگوار خاطر محسوس ہوا اس لئے آپ ﷺ نے سود سے اجتناب کرنے کے لئے سود کی قباحت اور اس کی شرمناکی کے درجات کو بتایا تاکہ ان کا احساس غیرت بیدار ہو جائے اور اس وبا سے لوگ اپنے آپ کو بچالیں چوں کہ سودی کاروبار ایک بہت ہی ظالمانہ نظام ہے جو ظلم و بربریت اور حرص و طمع پر مبنی ہے جس کی قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ میں اس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں، اسی لئے بعض علماء کرام اور ائمہ دین سود کو اکبر الکبائر کہتے ہیں۔ قرآن پاک کی آیت کریمہ: ''يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ'' (سورہ بقرہ:۲۷۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے خوف کرو اور سود جو باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اور سچے مومن ہو جاؤ اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہاں اگر توبہ کر لو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے''۔

مذکورہ آیت کریمہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اتنی سخت وعید کسی اور معصیت کے ارتکاب پر نہیں دی گئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سودی کاروبار کرنے والا اگر اسلامی مملکت میں قیام پذیر ہے اور اس سے اجتناب نہیں کرتا تو خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے کہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑا دے۔ (ابن کثیر) معلوم ہوا کہ سود خور کا انجام دنیا میں کیا ہونا چاہئے جب کہ آخرت میں اس کا انجام اور بھی برا ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سود خور قیامت کے دن پاگل ہو جائے گا۔ بعض ائمہ اسلام نے فرمایا ہے کہ روز

قیامت سود خود کا پیٹ حاملہ عورتوں کی طرح پھولا ہوا ہوگا وہ لوگ جب بھی کھڑے ہو کر چلنا چاہیں گے تو گر پڑیں گے اور لوگ ان کو روندتے ہوئے چلیں گے۔

اسلام کی تعلیمات منزل من اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق ارض وسماوات ہے، اس کو معلوم ہے کہ بندے کے لئے کون کون سی چیزیں سود مند ہیں اور کس طرح کی چیزیں اس کے لئے نقصاندہ ہیں۔ آپ اس کو ایک مثال سے یوں سمجھ سکتے ہیں جس کو ایک بڑے داعی اسلام نے بیان کیا کہ ''دنیا میں کمپنیاں جو سامان بناتی ہیں اور اس کو پیک کر کے بازار میں بھیجتی ہیں تو ساتھ ہی میں رہنمائی اور طریقہ استعمال کے لئے ایک ہدایت نامہ یا پرچہ بھی رکھ دیتی ہیں تاکہ خریدار کو استفادہ کے لئے آسانیاں پیدا ہوجائیں۔ موجودہ دور میں ہر موبائل سیٹ کے ساتھ بھی یہی طریقہ اپنایا گیا ہے کہ ایسے کھولئے، سم داخل کرنے اور چارج کرنے وغیرہ کے ہدایات انگریزی، عربی اور مقامی زبانوں میں تحریر ہوتی ہیں۔ اب کوئی سم الٹا لگا دے یا اس کو بیٹری کو ۲۲۰ سے زائد وولٹ سے چارج کرے تو یقیناً موبائل کام نہیں کرے گا اور بیٹری اور سیٹ دونوں خراب ہوجائیں گے۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی نجات وخوشحال زندگی کے لئے قرآن کریم اور احادیث میں نسخہ متعین کر دیا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانی اس کی تشریح و تفصیل احادیث پاک کی شکل میں دے دیا ہے۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا آیات سود کی حرمت اور اس کی قباحت کے قرآنی احکام اور احادیث پاک میں بیان کردہ وعیدیں واضح کرتی ہیں کہ سودی کاروبار اور سود خور شریعت اسلامیہ کی نظر میں کس درجہ کا گنہگار ہوتا ہے چونکہ سود ایک ظالمانہ اور استحصال نظام ہے جو معاشرہ کے مجبور و بے کس لوگوں کے خون چوسنے کا سبب بنتا ہے۔ اسلامی تعلیمات مسلمانوں کو نجات اور کاروبار کے بارے میں بھرپور رہنمائی

کرتی ہیں۔ موجودہ دور میں یورپی ممالک بھی سودی نظام سے متنفر ہو رہے ہیں۔ چند سالوں پہلے پوری دنیا میں جو معاشی واقتصادی بحران پیدا ہوا تھا خاص کر امریکہ اور بعض مغربی ممالک جو پوری دنیا کے لئے سود پر مبنی نظام فراہم کرنے والے ہیں اور طرح طرح کی مختلف اسکیمیں لانچ کراتے ہیں اس شدید بحران سے وہ بھی اپنے آپ کو نہ بچا پائے۔ اور اب وہ معاشیات اور اقتصادیات کے تئیں اسلامی نظام معیشت کے اصول وضوابط کو اپنانے کے لئے کوشاں ہیں، بعض یوروپی ممالک اس نظام کو نافذ بھی کر چکے ہیں۔ ایسی صورت میں جب ہم معاشرے یا مسلم ممالک میں رائج کاروباری اصولوں کو دیکھتے ہیں تو تعجب ہوتا ہے کہ اسلام کے دیئے ہوئے اصولوں کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے۔ آج ہمارے ملک ہندوستان میں شہروں سے لے کر گاؤں تک ہر چھوٹے بڑے بینکوں کے ایجنٹ مختلف طرح کی لبھاؤ اسکیموں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں۔ بینکوں کے نمائندے مسلم گھرانے کی ماؤں کو خاص کر کے یہ باور کراتے ہیں کہ موجودہ دور میں بچیوں کی شادیاں مشکل ہوتی جارہی ہیں۔ آپ کی بچی جب تک بالغ ہوگی بینک کی اسکیم کے مطابق اس کی شادی پر خرچ ہونے والی رقم بھی مل جائے گی۔ ضرورت ہے کہ وارثین انبیاء اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں کو سودی نظام کی تباہ کاریوں اور اس کے نقصانات سے واقف کرائیں۔ اور برباد و ہلاک کر دینے والے اس قبیح فعل سے لوگوں کو خبردار کریں اور دینی مدارس میں پڑھانے والے وہ حضرات جو حکومتوں سے تنخواہیں وصول کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ بھی اپنے کردار وعمل میں اسلامی تعلیمات کو ملحوظ رکھیں کیوں کہ آپ ایک آئینہ کی طرح ہیں جس میں مسلمان اسلامی تعلیمات اور اس کی خوبیوں کو دیکھنا چاہتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار.

☆☆☆

قبر کے عذاب کا عام لوگوں کو مشاہدہ

مولانا محمد سلمان منصور پوری مدظلہ لکھتے ہیں کہ

اگر چہ اللہ کا عام دستور یہی ہے کہ عذاب قبر کا مشاہدہ عام جناتوں اور انسانوں کو نہیں ہوتا، لیکن کبھی کبھی عبرت کیلئے بعض احوال ظاہر کر دیتے ہیں، چنانچہ مواعظ وعبر کی کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات موجود ہیں جن میں قبر کے حالات کے مشاہدہ کا ذکر ہے اور قدرت خداوندی سے یہ امر بعید بھی نہیں ہے کیوں کہ وہ بعض لوگوں پر حالات منکشف کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔ ذیل میں ہم اس طرح کے چند واقعات نقل کرتے ہیں تا کہ ان کے مطالعہ سے عبرت حاصل ہو سکے۔

دھوکے باز کو عذاب قبر

عبد الحمید ابن محمود مغولی کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھا، تو کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم حج کے ارادے سے نکلے ہیں، جب ہم دار الصفاح (ایک مقام کا نام) پہنچے تو

ہمارے ایک ساتھی کا انتقال ہوگیا، چنانچہ ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی، پھر قبر کھودنے کا ارادہ کا، جب ہم قبر کھود چکے تو ہم نے دیکھا کہ ایک بڑے کالے ناگ نے پوری قبر کو گھیر رکھا ہے۔اس کے بعد ہم نے دوسری جگہ قبر کھودی تو وہاں بھی وہی سانپ موجود تھا، اب ہم میت کو ویسے ہی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں کہ اب ہم کیا کریں؟ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ سانپ اس کا وہ بد عمل ہے جس کا وہ عادی تھا، جاؤ اس سے اسی قبر میں دفن کر دو، اللہ کی قسم اگر تم اس کے لئے پوری زمین کھود ڈالو گے پھر بھی وہ سانپ اس کی قبر میں پاؤ گے۔ بہر حال اسے اسی طرح دفن کر دیا گیا۔سفر سے واپسی پر لوگوں نے اس کی بیوی سے اس شخص کا عمل پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کا یہ معمول تھا کہ وہ غلہ بیچتا تھا اور روزانہ بوری میں سے گھر کا خرچ نکال کر اس میں اسی مقدار کا بھس ملا دیتا تھا۔ (گویا دھوکہ سے بھس کو اصل غلہ کی قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ (بیہقی فی شعب الایمان، بحوالہ شرح الصدور: ۲۳۹)

غسل جنابت نہ کرنے کی سزا

ابان ابن عبداللہ الجبلی کہتے ہیں کہ ہمارے ایک پڑوسی کا انتقال ہوگیا، چنانچہ ہم اس کے غسل اور تجہیز و تکفین میں شریک رہے، مگر جب ہم اسے قبرستان لے کر پہنچے تو اس کے لئے جو قبر کھودی گئی تھی اس میں بلی جیسا ایک جانور نظر آیا، لوگوں نے اسے وہاں سے نکالنے کی بہت کوشش کی مگر وہ وہاں سے نہیں ہٹا مجبور ہو کر دوسری قبر کھودی گئی تو اس میں بھی وہی جانور موجود ملا۔ تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا، عاجز آ کر لوگوں نے اسی کے ساتھ اس شخص کو دفن کر دیا ابھی قبر برابر ہی کی گئی تھی کہ قبر سے ایک زبردست دھماکہ کی آواز سنی گئی لوگوں نے اس کی بیوی کے پاس آ کر اس شخص کے حالات معلوم کئے تو پتہ چلا کہ وہ جنابت سے غسل نہیں کرتا تھا۔ (شرح الصدور: ۲۴۴)

نماز چھوڑنے اور جاسوسی کرنے کی سزا

عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ مدینہ میں رہنے والے ایک شخص کی بہن کا انتقال ہو گیا، بھائی نے کفن دفن کا انتظام کیا، پھر اسے یاد آیا کہ دفن کرتے وقت اس کی ایک تھیلی قبر میں رہ گئی ہے چنانچہ وہ اپنے ایک ساتھی کو لے کر قبرستان گیا اور قبر کھود کر اپنی تھیلی نکالی پھر اپنے ساتھی سے کہا کہ تم ذرا ہٹ جاؤ میں بغلی قبر کی اینٹ ہٹا کر اپنی بہن کو دیکھنا چاہتا ہوں اس نے جیسے ہی اینٹ ہٹائی تو اس نے دیکھا کہ پوری قبر آگ کے شعلوں میں بھری ہوئی ہے اس نے جلدی سے قبر بند کی اور اپنی والدہ کے پاس آکر بہن کا حال معلوم کیا تو والدہ نے بتایا کہ وہ نماز دیر کر کے پڑھتی تھی اور بلا وضو بھی ٹرخا لیتی تھی، اور جب پڑوسی سو جاتے تو وہ کمروں کے دروازے پر کان لگا کر ان کے چھپے ہوئے راز حاصل کیا کرتی تھی۔ (شرح الصدور:۲۴۴)

ابوجہل کو عذاب قبر

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے قریب سے گزر رہا تھا میں نے اچانک دیکھا کہ ایک شخص زمین سے نکلا جس کی گردن میں ایک زنجیر ہے اور اس کے ایک سرے کو ایک کالے شخص نے تھام رکھا ہے، وہ نکلنے والا آدمی مجھ سے خطاب کر کے پانی مانگنے لگا مگر کالے شخص نے فوراً کہا کہ اسے پانی مت پلانا یہ کافر ہے پھر اسے کھینچ کر زمین میں داخل کر دیا، میں نے حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر پورا قصہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا واقعی تم نے اسے دیکھا ہے یہ اللہ کا دشمن ابوجہل تھا قیامت تک اس کو یہی عذاب ہوتا رہے گا۔

(التذکرہ:۱۵۴، شرح الصدور)

قبر میں جاری نفع بخش امور

قبر کے زمانہ میں نفع پہچانے والے امور دو طرح کے ہیں، ایک تو وہ خاص اعمال صالحہ ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے، جناب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ارشاد ہے:

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولدصالح يدعو له. (مسلم شریف:۲/۴۱)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس سے عمل کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے لیکن تین اعمال کا ثواب بعد میں بھی جاری رہتا ہے: (۱) صدقہ جاریہ (۲) نفع بخش علم (۳) نیک اولاد جو والدین کے لئے دعائے خیر کرے۔

اس حدیث میں صدقہ جاریہ مثلاً مساجد و مدارس کی تعمیر، اور علم نافع جس میں علمی تصنیفات اور شاگردوں کے ذریعہ علمی فیضان کی تمام صورتیں داخل ہیں اور صالح اولاد کو مسلسل خواب کا سبب قرار دیا گیا ہے جو نہایت اہم بات ہے، ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیئے کہ وہ ان اعمال کو اختیار کرے تاکہ تاقیامت اس کے لئے ثواب جاری رہنے کا انتظام ہوسکے، اسی طرح ایک اور روایت میں آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من غير ان ينقص من اجورهم شيئى. (مسلم شریف:۱/۳۲۷)

جو شخص کوئی اچھا طریقہ اختیار کرے تو اس کو اس کا بدلہ ملے گا اور جو لوگ اس دینی طریقہ پر عمل کریں گے ان کے ثواب میں کسی کٹوتی کئے بغیر اس موجد خیر کو بھی اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے امت کے ہر فرد کو تلقین فرمائی ہے کہ وہ خیر کے دروازے کو کھولنے والا اور شر کے دروازے کو بند کرنے والا بن جائے۔

ایصال ثواب

دوسری چیز جو میت کو قبر میں نفع دیتی ہے وہ میت کو غیروں کی طرف سے پہنچنے والا ثواب ہے۔ جس طرح زندگی میں کسی تحفے تحائف سے آدمی کو مسرت اور بشاشت حاصل ہوتی ہے اور وہ ان سے دنیا میں نفع اندوز ہوتا ہے اسی طرح قبر میں جب میت کے پاس روحانی تحفے بصورت اجر وثواب پہنچتے ہیں تو اسے مسرت حاصل ہوتی ہے اور وہ ان تحائف سے لطف اندوز ہوتا ہے، دعائے خیر، صدقہ خیرات اور حج کا ثواب میت کو پہنچنے پر امت کا اتفاق ہے۔ (نووی علی مسلم مقدمہ:۱/۱۲)

علامہ شامی نے البحر الرائق اور بدائع الصنائع سے نقل کیا ہے کہ:

من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابه لغيره من الاموات الاحياء جاز يصل ثوابه اليهم عند اهل السنة والجماعة . (شامی:۲/۱۴۲)

جو شخص روزہ رکھے، یا نماز پڑھے، یا صدقہ دے اور اس کا ثواب دوسرے مردہ یا زندہ شخص کو پہنچا دے تو یہ جائز ہے اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان اعمال کا ثواب مذکورہ لوگوں تک پہنچتا ہے۔

بہر حال میت کو ثواب پہنچانے کی فکر کرنی چاہئے، تاہم اس میں کسی عمل یا وقت کی تخصیص نہ ہو، بلکہ جب موقع ہو اور جیسی ضرورت ہو ثواب کی نیت کر لی جائے مثلاً روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو آپ نے آنحضرت ﷺ سے آکر عرض کیا کہ حضرت میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے تو ان کے لئے کونسا صدقہ افضل رہے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی (یعنی ان

کی طرف سے عام مسلمانوں کے لئے پانی کا نظم کردیا جائے) چنانچہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور پھر اعلان کردیا کہ اس کا ثواب ان کی والدہ ام سعد رضی اللہ عنہا کے لئے ہے۔ (مسند احمد، سنن اربعہ، رح الصدور: ۳۹۸)

جیسی ضرورت ہو ایصال ثواب کردیا جائے آج کل جو جاہلوں نے ایصال ثواب اور نیاز کے خاص طریقوں کی تعیین کررکھی ہے ان کا شرعاً ثبوت نہیں ہے، مروجہ تیجے، دسویں، اور چالیسویں تیرہ کی رسمیں یقیناً بدعت ہیں ان کا ترک لازم ہے ایصال ثواب بلا التزام اور بغیر کسی تعیین و تخصیص کے ہونا چاہئے۔

بعض مشائخ اور علماء نے قبر پر حاضری کے وقت بعض سورتیں مثلاً سورہ یس، سورہ فاتحہ، سورہ اخلاص، سورہ تکاثر وغیرہ پڑھ کر ثواب پہنچانے کی تلقین فرمائی ہے۔ لیکن ان سورتوں کی تعیین بھی لازم نہیں بلکہ کچھ بھی پڑھ کر ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے۔

قیامت ضرور آئے گی

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو خاص وقت کے لئے آباد کیا ہے، ایک دن وہ ضرور آنے والا ہے جب دنیا کی ساری رونق سکنڈوں میں کافور ہوجائے گی، اور سارا نظام کائنات لپیٹ دیا جائے گا، ذرات کا تو کہنا نا قابل تسخیر، بڑے بڑے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑے اڑے پھریں گے، سورج اور چاند اور ہزاروں سال سے روشنی دینے والے ستارے بے نور ہوجائیں گے، اس وقت کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور بدن پر کپکپی چڑھ جاتی ہے، قرآن وحدیث میں قیامت کے تعارف اور اس پر یقین رکھنے پر بہت زور صرف کیا گیا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ قیامت کا استحضار اور تصور ہی انسان کو برائیوں سے محفوظ رکھنے پر مجبور کرسکتا ہے، جب کہ قیامت سے غفلت شعاری انسان کو بے راہ روی کا شکار بنادیتی ہے۔ بہت

سے اہل مذاہب اسی لئے گمراہ ہوئے کہ ان کے یہاں قیامت کا تصور ہی قائم نہ کیا تو اس کے لئے تیاری کے بھی کوئی معنی باقی نہ رہے، اسی لئے اسلام کے بنیادی اور اہم ترین عقائد میں سے قیامت اور آخرت پر ایمان لانا بھی ہے۔ قرآن کریم کی آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ اس سلسلہ کی تفصیلات سے بھری پڑی ہیں۔

قیامت کب آئے گی؟

قیامت کا یقینی وقت تو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ان اللہ عندہ علم الساعۃ** (لقمان)

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم۔

اور حدیث جبرئیل میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ''قیامت کب آئے گی؟'' تو آپ نے فرمایا ''اس بارے میں میرا علم سائل سے زیادہ نہیں ہے''۔ (یعنی جس طرح پوچھنے والے کو اس کی خبر نہیں اس طرح مجھے بھی اس کا حقیقی وقت معلوم نہیں۔ (مسلم شریف: ۲۹/۱) تو ظاہر ہے کہ جب حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تو دنیا میں اور کس کو یہ علم ہوسکتا ہے؟۔

قیامت کی دس قریبی علامتیں

البتہ احادیث شریفہ میں قیامت سے پہلے کی بہت سی علامتیں بتلائی گئی ہیں، ان میں دو طرح کی علامتیں ہیں ایک تو مطلق مثلاً معاشرہ میں پھیل جانے والے منکرات، بے حیائیاں، فحاشی، بددیانتی، اور نااہلوں کا حکومتوں پر قبضہ وغیرہ۔ اور دوسرے قریبی علامتیں، جن کے وجود کے بعد بس دنیا کی زندگی اب اور تب کی رہ جائے گی، اور ان سب کے تحقیق کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ حضرت

حذیفہ ابن اسید غفاری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ اسی دوران نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے اور سوال فرمایا کہ کیا گفتگو چل رہی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت! ہم قیامت کے متعلق تذکرہ میں مشغول تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس علامتیں نہ دیکھ لو وہ علامتیں یہ ہیں:

(۱) دخان: (یہ ایک خاص قسم کا دھواں ہوگا جو مشرق و مغرب میں ۴۰ دن تک برابر پھیلا رہے گا جس کے اثر سے کافروں پر مدہوشی طاری ہو جائے گی اور اہل ایمان کو صرف نزلہ زکام جیسی تکلیف ہوگی)۔ (مرقاۃ: ۵/۱۸۷)

(۲) دجال: (ایک آنکھ سے کانا، کریہہ صورت دجال ظاہر ہوگا، جس کی پیشانی پر ک، ف، ر، لکھا ہوگا جسے ہر شخص پڑھ لے گا چاہے پڑھا ہوا ہو یا نہ ہو۔ یہ عجیب و غریب شعبدے دکھا کر لوگوں کو گمراہ کرے گا، اور مکہ کے علاوہ پوری دنیا میں گھوم جائے گا۔ سارے شیاطین اور اسلام دشمن طاقتیں اس کے ساتھ ہوں گی، وہ ۴۰ دن دنیا میں رہے گا، جن میں پہلا دن ایک سال کے برابر دوسرا ایک مہینہ کے برابر، تیسرا ایک ہفتہ کے برابر اور بقیہ عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کا پیچھا کریں گے اور ان کو دیکھ کر وہ ایسا پگھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں پگھلنے لگتا ہے۔ تا آنکہ "باب لد" پر جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے قتل کر ڈالیں۔ (مسلم شریف وغیرہ)

(۳) دابۃ الارض: یہ ایک محیر العقول جانور ہوگا اس کی اصل صورت و کیفیت اللہ کو ہی معلوم ہے جو صفا پہاڑی سے نکل کر پوری دنیا میں گھوم جائے گا، اس کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ انگوٹھی سے ہر مومن کے چہرے پر ایمان کی مہر لگا دے گا اور عصا سے کافر پر کفر کا نشان لگا دیا اس کے بعد کافر الگ اور مومن بالکل الگ ہو جائے گے۔ کسی کا ایمان کفر چھپا ہوا نہ

رہے گا۔ (روح المعانی: ۲۰/۲۲،۲۴، المفہم: ۷/۲۴۳) (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا: قیامت کے بالکل قریبی زمانہ میں ایک دن سورج مشرق سے نکلنے کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا اور پھر لوٹ کر مغرب ہی میں غروب ہو جائے گا۔ اس علامت کے ظہور کے بعد توبہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا کیوں کہ ایمان بالغیب نہیں رہے گا۔ (مسلم شریف: مع المفہم للقرطبی ۷/۲۴۳، فتح الباری ۴۳۴)

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول: حضرت عیسی علیہ السلام کے متعلق متواتر نصوص سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، اور وہاں زندہ موجود ہیں اور مقرر وقت پر دنیا میں نزول فرمائیں گے۔ اور شریعت محمدیہ کے مطابق امت کی رہنمائی فرمائیں گے۔ اور آپ کے ہاتھوں کانا دجال جہنم رسید ہوگا۔ (مسلم شریف: ۲/۴۰۱)

(۶) یاجوج وماجوج کا خروج: یہ بھی اللہ کی عجیب وغریب مخلوق ہے، دجال کے قتل ہو جانے اور پوری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرانے کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام ہی کی حیات میں کروڑوں کی تعداد میں یاجوج ماجوج پوری دنیا کے چپہ چپہ پر اتر آئیں گے۔ یہ اتنی بڑی تعداد میں ہوں گے کہ تمام میٹھے پانی کے چشمے پی پی کر بالکل صاف کر دیں، اور تمام دنیا کے جانوروں کو کھا جائیں گے اور جب انہیں کوئی نظر نہ آئے گا تو اپنے تیر آسمان کی جانب چلا کر یوں کہیں گے کہ ہم نے سب دنیا والوں کو ختم کر دیا اب آسمان والوں کا نمبر ہے اللہ تعالیٰ ان تیروں کو خون کے رنگ میں رنگ کر واپس لوٹا دے گا جس پر وہ اس غلط فہمی میں میں پڑ جائیں گے کہ ہم نے آسمان والوں کو بھی ختم کر ڈالا پہلے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے حق میں بددعا کریں گے جس کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ایک خطرناک بیماری میں مبتلا کر ڈالے گا اور پوری زمین ان کی نعشوں سے پٹ جائے گی اور سخت بدبو اٹھ پڑے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش سے روئے زمین کو دھوڈالے گا اور زمین اپنے تمام خزانوں کو اگل دے گی حتی

کہ ایک ایک انار ایک بڑی جماعت کے لئے اور ایک اُنٹنی کا دودھ تمام گھر والوں کے لے کافی ہوجائے گا روئے زمین پر سوائے کفار کے کوئی باقی نہ رہے گا۔

(کتب الفتن ۳۵۶، ۳۶۸، التذکرہ: ۷۸۹، مسلم شریف: ۲/۴۰۲/۹۸۷)

(۷، ۸، ۹) زمین دھنسنے کے تین واقعات: جن میں سے ایک واقعہ مشرق میں دوسرا مغرب میں تیسرا جزیرۃ العرب میں پیش آئے گا۔

(۱۰) اور سب سے اخیر میں یمن کی جانب سے ایک آگ اٹھے گی جو لوگوں کو سمیٹ کر محشر کی جانب لے جائے گی۔ (بعض روایتوں میں اس آگ کے حجاز سے نکلنے کا ذکر ہے تو ممکن ہے کہ دونوں جگہ سے آگ نکل کر لوگوں کو سمیٹ دے اور یہ واقعہ اس وقت پیش آئے گا جب روئے زمین پر کوئی مسلمان باقی نہ رہے گا)۔

(مسلم شریف مع اکمال المعلم لقاضی عیاض: ۸/۴۴۲)

حدیث بالا میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ بالترتیب نہیں ہیں بعض دیگر احادیث میں بالترتیب علامات بیان ہوئی ہیں مگر ان میں بھی اختلاف ہے اس لئے اس موضوع کی تمام روایات کو سامنے رکھ کر محققین علماء نے یہ رائے قائم فرمائی ہے کہ یہ علامات دو طرح کی ہیں۔

اول تمہیدی علامات ہیں جن کی ابتداء زمین دھنسنے کے واقعات سے ہوگی اس کے بعد دجال کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، دخان اور یاجوج و ماجوج کی آمد کے واقعات پیش آئیں گے۔

دوسرے وہ علامتیں ہیں جن کا تعلق نظام کائنات کی تبدیلی سے ہے اس سلسلہ کی ابتداء سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے ہوگی اس علامت کو دیکھ کر چوں کہ ہر آدمی کو اللہ کی قدرت پر یقین آجائے گا اسلئے اب توبہ اور ایمان کا دروازہ بند ہوجائے گا، اور اسی دن شام کو دابۃ الارض نکلے گا جو کافر اور مومن کے درمیان حتمی

طور پر امتیاز کر دے گا پھر کچھ عرصہ کے بعد ایک خاص ہوا چلے گی جسے محسوس کر کے ہر مومن وفات پا جائے گا اور روئے زمین پر کوئی مومن باقی نہیں رہے گا اس کے بعد سب سے آخری علامت کے طور پر ایک آگ کا ظہور ہوگا جو تمام باقی ماندہ انسانوں کو سمیٹ کر سرزمین شام میں جمع کر دے گی، یہیں میدان محشر ہوگا۔ واللہ اعلم۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے: **واخر ذلک نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرھم.** (مسلم شریف)

اور ان دس علامتوں میں سے آخری علامت ایک آگ ہوگی جو یمن سے نمودار ہوگی اور لوگوں کو اس کے محشر (ملک شام) کی طرف کھدیڑ دے گی۔

مذکورہ بالا ترتیب سے کافی حد تک روایات کا تعارض ختم ہو جاتا ہے۔

(مستفاد فتح الباری: ۱۴/۴۲۹، المفہم شرح مختصر مسلم للقرطبی: ۷/۲۳۹، ۲۴۳)

☆☆☆

اپریل فول

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی لکھتے ہیں کہ

مغرب کی بے سوچے سمجھے تقلید کے شوق نے ہمارے معاشرے میں جن رسموں کو رواج دیا، انہی میں سے ایک رسم ''اپریل فول'' منانے کی رسم ہے، اس رسم کے تحت یکم اپریل کی تاریخ میں جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دینا اور دھوکہ دے کر اسے بیوقوف بنانا نہ صرف جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے ایک کمال قرار دیا جاتا ہے، جو شخص جتنی صفائی اور چابک دستی سے دوسرے کو جتنا بڑا دھوکہ دے، اتنا ہی اسے قابل تعریف اور یکم اپریل کی تاریخ سے صحیح فائدہ اٹھانے والا سمجھا جاتا ہے۔

یہ مذاق جسے درحقیقت ''بدمذاقی'' کہنا چاہئے نہ جانے کتنے افراد کو بلا وجہ جانی اور مالی نقصان پہنچا چکا ہے، بلکہ اس کے نتیجے میں بعض اوقات لوگوں کی جانیں چلی گئی ہیں کہ انہیں کسی ایسے صدمے کی جھوٹی خبر سنادی گئی جسے سننے کی وہ تاب نہ لاسکے اور زندگی ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

یہ رسم جس کی بنیاد جھوٹ، دھوکے اور کسی بے گناہ کو بلا وجہ بیوقوف بنانے پر ہے، اخلاقی اعتبار سے تو جیسی کچھ ہے، ظاہر ہی ہے لیکن اس کا تاریخی پہلو بھی ان

لوگوں کے لئے انتہائی شرمناک ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس پر کسی بھی اعتبار سے ایمان رکھتے ہیں۔

اس رسم کی ابتداء کیسے ہوئی؟ اس بارے میں مورخین کے بیانات مختلف ہیں، بعض مصنفین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی سے پہلے سال کا آغاز جنوری کے بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس مہینے کو رومی لوگ اپنی دیوی وینس (Venus) کی طرف منسوب کر کے مقدس سمجھا کرتے تھے، وینس کا ترجمہ یونانی زبان میں Aphrodite کیا جاتا تھا اور شاید اسی یونانی نام سے مشتق کر کے مہینے کا نام اپریل رکھ دیا گیا۔ (برنانیکا پندرھواں ایڈیشن، ص ۲۹۲، ج: ۸)

لہٰذا بعض مصنفین کا کہنا ہے کہ چوں کہ یکم اپریل سال کی پہلی تاریخ ہوتی تھی اور اس کے ساتھ ایک بت پرستانہ تقدس وابستہ تھا، اس لئے اس دن کو لوگ جشن مسرت منایا کرتے تھے اور اسی جشن مسرت کا ایک حصہ ہنسی مذاق بھی تھا جو رفتہ رفتہ ترقی کر کے اپریل فول کی شکل اختیار کر گیا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس جشن مسرت کے دن لوگ ایک دوسرے کو تحفے دیا کرتے تھے ایک دن کسی نے تحفے کے نام پر کوئی مذاق کیا جو بالآخر دوسرے لوگوں میں بھی رواج پڑ گیا۔

برنائیکا میں اس رسم کی ایک اور وجہ بیان کی گئی ہے کہ ۲۱/ مارچ سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہوتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ (معاذ اللہ) قدرت ہمارے ساتھ مذاق کر کے ہمیں بیوقوف بنا رہی ہے، لہٰذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بیوقوف بنانا شروع کر دیا۔ (برنائیکا، ص: ۲۹۶، ج: ۱)

یہ بات اب بھی مبہم ہی ہے کہ قدرت کے اس نام نہاد "مذاق" کے نتیجے میں یہ رسم چلانے سے "قدرت" کی پیروی مقصود تھی، یا اس سے انتقام لینا منظور تھا؟

ایک تیسری وجہ انیسویں صدی عیسوی کی معروف انسائیکلوپیڈیا ''لاروس'' نے بیان کی ہیکہ اوراسی کو صحیح قرار دیا ہے، وہ وجہ یہ ہے کہ دراصل یہودیوں اور عیسائیوں کی بیان کردہ روایات کے مطابق یکم اپریل وہ تاریخ ہے جس میں رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنایا گیا، موجودہ نام نہاد انجیلوں میں اس واقعے کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، لوقا کی انجیل کے الفاظ یہ ہیں:

''اور جو آدمی اسے (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو) گرفتار کئے ہوئے تھے اس کو ٹھٹے میں اڑاتے اور مارتے تھے اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس کے منہ پر طمانچے مارتے تھے اور اس سے یہ کہہ کر پوچھتے تھے کہ نبوت (یعنی الہام) سے بتا کہ کس نے تجھ کو مارا؟ اور طعنے مار مار کر بہت سی اور باتیں اس کے خلاف کہیں''۔ (لوقا ۲۲: ۶۳ تا ۶۵)

انجیلوں میں ہی یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کو یہودی سرداروں اور فقیہوں کی عدالت عالیہ میں پیش کیا گیا، پھر وہ انہیں پیلاطیس کی عدالت میں لے گئے کہ ان کا فیصلہ وہاں ہوگا، پھر پیلاطیس نے انہیں ہیروڈیس کی عدالت میں بھیج دیا اور بالآخر ہیروڈیس نے دوبارہ فیصلے کے لئے ان کو پیلاطیس ہی کی عدالت میں بھیج دیا۔

لاروس کا کہنا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک عدالت سے دوسری عدالت میں بھیجنے کا مقصد بھی ان کے ساتھ مذاق کرنا اور انہیں تکلیف پہنچانا تھا اور چوں کہ یہ یکم اپریل کو پیش آیا تھا اس لئے اپریل فول کی رسم درحقیقت اسی شرمناک واقعے کی یادگار ہے۔ اپریل فول منانے کے نتیجے میں جس شخص کو بیوقوف بنایا جاتا ہے، اسے فرانسیسی زبان میں Poisson d'avril کہا جاتا ہے جس کا انگریزی ترجمہ April Fish یعنی اپریل کی مچھلی (برٹانیکا، ص: ۴۹۶، ج: ۱) گویا جس شخص کو بیوقوف بنایا گیا ہے وہ پہلی مچھلی ہے جو اپریل کے آغاز میں شکار کی گئی لیکن لاروس نے اپنے مذکورہ

بالا موقف کی تائید میں کہا ہے کہ Poisson کا لفظ جس کا ترجمہ ''مچھلی'' کیا گیا ہے درحقیقت اسی سے ملتے جلتے ایک اور فرانسیسی لفظ Poision کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس کے معنی ''تکلیف پہنچانے'' اور ''عذاب دینے'' کے ہوتے ہیں، لہٰذا یہ رسم درحقیقت اس عذاب اور اذیت کی یاد دلانے کے لئے مقرر کی گئی ہے جو عیسائی روایات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچائی گئی تھی۔

ایک اور فرانسیسی مصنف کا کہنا ہے کہ دراصل Poisson کا لفظ اپنی اصل شکل ہی پر ہے، لیکن یہ لفظ پانچ الفاظ کے ابتدائی حروف کو ملا کر ترتیب دیا گیا ہے جن کے معنی فرانسیسی زبان میں بالترتیب عیسیٰ، مسیح، اللہ، بیٹا اور فدیہ ہوتے ہیں۔ (اس تفصیل کے لئے دیکھئے فرید وجدی کی عربی انسائیکلوپیڈیا، دائرۃ معارف القرآن، ص:۲۱، ۲۲، ج:۱) گویا اس مصنف کے نزدیک بھی اپریل فول کی اصل یہی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑانے اور انہیں تکلیف پہنچانے کی یادگار ہے۔

اگر یہ بات درست ہے (لاروس وغیرہ نے اسے بڑے وثوق کے ساتھ درست قرار دیا ہے اور اس کے شواہد پیش کئے ہیں) تو غالب گمان یہی ہے کہ یہ رسم یہودیوں نے جاری کی ہوگی اور اس کا منشاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تضحیک ہوگی، لیکن یہ بات حیرت ناک ہے کہ جو رسم یہودیوں نے (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہنسی اڑانے کے لئے جاری کی، اسے عیسائیوں نے کس طرح ٹھنڈے پیٹوں نہ صرف قبول کر لیا بلکہ خود بھی اسے منانے اور رواج دینے میں شریک ہو گئے، اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عیسائی صاحبان اس رسم کی اصلیت سے واقف ہی نہ ہوں اور انہوں نے بے سوچے سمجھے اس پر عمل شروع کر دیا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عیسائیوں کا مزاج و مذاق اس معاملے میں عجیب و غریب ہے، جس صلیب پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے خیال میں سولی دی گئی، بظاہر قاعدے سے ہونا تو یہ چاہئے تھا

کہ وہ ان کی نگاہ میں قابل نفرت ہوتی کہ اسکے ذریعے حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسی اذیت دی گئی۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ عیسائی حضرات نے اسے مقدس قرار دینا شروع کر دیا اور آج وہ عیسائی مذہب میں تقدس کی سب سے بڑی علامت سمجھی جاتی ہے۔

لیکن مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ خواہ اپریل فول کی رسم وینس نامی دیوی کی طرف منسوب ہو یا اسے (معاذ اللہ) قدرت کے مذاق کا ردعمل کہا جائے، یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذاق اڑانے کی یادگار، ہر صورت میں اس رسم کا رشتہ کسی نہ کسی تو ہم پرستی یا کسی گستاخانہ نظریئے یا واقعے سے جڑا ہوا ہے اور مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے یہ رسم مندرجہ ذیل بدترین گناہوں کا مجموعہ ہے۔

(۱) جھوٹ بولنا (۲) دھوکہ دینا (۳) ایک ایسے واقعہ کی یاد منانا جس کی اصل یا تو بت پرستی ہے یا تو ہم پرستی، یا پھر ایک پیغمبر کے ساتھ گستاخانہ مذاق۔

اب مسلمانوں کو خود فیصلہ کرنا چاہئے کہ آیا یہ رسم اس لائق ہے کہ اسے مسلمان معاشروں میں اپنا کر اسے فروغ دیا جائے؟

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے ماحول میں اپریل فول منانے کا رواج بہت زیادہ نہیں لیکن اب بھی ہر سال کچھ نہ کچھ خبریں سننے میں آ ہی جاتی ہیں کہ بعض لوگوں نے اپریل فول منایا، جو لوگ بے سوچے سمجھے اس رسم میں شریک ہوتے ہیں وہ اگر سنجیدگی سے اس رسم کی حقیقت، اصلیت اور اس کے نتائج پر غور کریں گے تو انشاء اللہ اس سے پرہیز کی اہمیت تک ضرور پہنچ کر رہیں گے۔

مغرب کی اندھی تقلید کی وجہ سے بہت سی رسمیں مسلم معاشرہ میں رواج پا گئی ہیں۔ جیسے یوم محبت (Valantine Day) یوم پیدائش (Birth Day) شادی کی سالگرہ (Wedding Anniversary) وغیرہ انہیں میں سے ایک رسم 'اپریل فول' (April Fool) ہے، جو یکم اپریل کو منائی جاتی ہے، اس دن جھوٹ

بول کر کسی کو دھوکہ دینا اور دھوکہ دے کر اسے بے وقوف بنانا نہ صرف جائز سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے ایک قابل فخر کارنامہ تصور کیا جاتا ہے، جو شخص جتنی صفائی کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے اور جتنا بڑا دھوکہ دیتا ہے وہ اتنا ہی قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔

اپریل فول کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے اور اسلام نے جھوٹ کو کبھی گوارا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے پرہیز کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''پس تم بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو''۔ (سورہ الحج: ۲۲-۳۰) ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: 'کیا مومن بخیل ہوسکتا ہے؟ فرمایا: ''ہاں، ہوسکتا ہے۔'' پھر پوچھا گیا: 'کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟' فرمایا: نہیں''

(بیہقی باب فی حفظ اللسان: ۲۰۷/۴)

جھوٹ کی قباحت وشناعت اور اس کی اخروی سزا کا اندازہ صحیح بخاری (کتاب الجنائز: ۱۳۸۶) کی ایک طویل حدیث کے اس ٹکڑے سے لگایا جاسکتا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ بولنے والے کے انجام بد کی منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص اپنے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا لئے کھڑا ہے اور وہ اس آنکڑے کو بیٹھے ہوئے شخص کے کلّے میں ڈالتا ہے اور اسکو چیرتا ہے، یہاں تک کہ اس کی گدّی تک چیرتا چلا جاتا ہے، پھر وہ دوسرے کلّے کے ساتھ اسی طرح کرتا ہے (یعنی اس کو بھی گدّی تک چیرتا ہے) جب وہ کلّے اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں تو پھر پہلے کی طرح وہی حرکت کرتا ہے''۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یکم اپریل کو ہنسی مذاق کے طور پر جھوٹ بولنا جائز ہے، حالانکہ اسلام نے ہنسی مذاق کے طور پر بھی جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس آدمی کیلئے ہلاکت ہو جو لوگوں کو ہنسانے کیلئے جھوٹ بولے، ہلاکت ہو اس کیلئے بربادی ہو اس کیلئے۔'' (جامع الترمذی، کتاب الزہد، ۲۳۱۵، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، ۴۹۹۰)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''بندہ اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ جھوٹ کو بالکل ترک نہ کردے خواہ ہنسی مذاق میں ہو''۔ (مسند احمد)

آدمی اپنے بھائی کو Fool (بیوقوف) بنانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اور اس کا بھائی اس کی بات کو سچ مانتا ہے یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات اس طرح کہو کہ وہ تمہیں سچا جان رہا ہو حالانکہ تم جھوٹ بول رہے ہو''۔ (سنن ابوداوٗد، کتاب الادب، ۴۹۷۱)

اسی طرح آدمی اپنے بھائی کو Fool (بیوقوف) بنانے کیلئے مذاق کے طور پر ایسا کوئی خوفناک یا غمناک جھوٹ بول دیتا ہے جو اس کی ایذاء رسانی کا سبب بنتا ہے، یہ جائز نہیں ہے، ایک مرتبہ چند حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ کسی سفر میں تھے، ان کا ایک ساتھی سو گیا، جس کیساتھ اس کی رسی تھی، اس کے ایک ساتھی نے مذاق کے طور پر اس کی رسی کو اٹھالیا، جب اس کی آنکھ کھلی اور دیکھا کہ رسی غائب ہے تو گھبرا گیا، آپ ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ کسی دوسرے مسلمان کو ڈرائے''۔ (سنن ابوداوٗد، کتاب الادب: ۵۰۰۴)

اپریل فول منانے میں بے دینوں کے ساتھ مشابہت بھی ہے، رسول اللہ ﷺ نے بے دین لوگوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **من تشبه بقوم فهو منهم** (سنن ابوداوٗد، کتاب اللباس: ۴۰۳۱) ''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا اس کا شمار اسی قوم میں ہوگا''۔

الغرض اپریل فول منانے میں کئی طرح کے گناہ ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں۔ جھوٹ، دھوکہ، خیانت، اذیت رسانی، بے دینوں کے ساتھ مشابہت وغیرہ۔ لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے اپریل فول منانا اور اس میں حصہ لینا ناجائز وحرام ہے۔

یہ واضح رہے کہ اسلام کوئی خشک مذہب نہیں ہے اسلام نے بھی ہنسی مذاق اور خوش طبعی کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ وہ مذاق جھوٹ، غلط، خلاف واقعہ یا

دوسروں کے پریشانی کا سبب نہ ہو، خود آپ ﷺ کی زندگی میں مزاح کے کئی نمونے موجود ہیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سواری مانگی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں''۔ سائل نے عرض کیا: 'اونٹنی کے بچہ کا بھلا میں کیا کروں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر اونٹ اونٹنی ہی کا بچہ تو ہوتا ہے''۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الادب: ۴۹۹۸، جامع الترمذی، کتاب البر والصلۃ: ۱۹۹۱)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! دعا کیجئے کہ میں جنت میں چلی جاؤں'۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں کوئی بوڑھی نہیں جائے گی''۔ وہ عورت یہ سن کر رو پڑی اور جانے لگی۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا: ''اسے بتادو کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت میں نہ جائے گی، جوان ہو کر جائے گی۔''

(شمائل الترمذی، باب ما جاء فی صفت مزاح رسول اللہ ﷺ، ص: ۱۶)

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ بھی کبھی آپ ﷺ کے ساتھ ہنسی مذاق کرلیا کرتے تھے۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا: ''داخل ہو جاؤ'' وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''کیا میں پورا اندر داخل ہو جاؤں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں پورے ہی آجاؤ''۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الادب، ۵۰۰۰) اسلام نے بے شک ہنسی مذاق کی اجازت دی ہے لیکن جھوٹ بہر صورت ناجائز ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ روزانہ سینکڑوں جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر بھی بعض لوگوں کی سیری نہیں ہوتی اور اس کیلئے باضابطہ ایک دن مناتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ ہم بھی نادانستہ طور پر بے دینوں کی تقلید کر رہے ہیں اور اپنے سروں پر گناہوں کا بوجھ لاد رہے ہیں۔ خدا ہمیں اس سے بچنے کی توفیق دے آمین! ☆

''اپریل فول''

مذاق کا ایک لایعنی طریقہ

مولانا ابوعمار ضیاء الحق فیضی لکھتے ہیں کہ آج مسلمانوں کی اکثریت غیروں کی تقلید میں فخر محسوس کرتی ہے، خواہ وضع قطع ہو یا رہائش وبود باش کے طریقے ہوں، نشست وبرخاست ہو یا بات چیت کا اندازہ یہی وجہ ہے کہ اسلامی اقدار خود مسلمانوں کے ہاتھوں پامال ہورہی ہیں۔

خوشی وغمی کے اظہار، جشن وتقریبات کی محفلیں، شادی بیاہ ہو یا تجہیز وتکفین ہر ایک میں آج مسلمان غیروں کی نقالی کرتے نظر آتے ہیں حد تو یہ ہے کہ آج مسلمان ان معاملات میں اپنی اسلامی تعلیمات سے بے خبر وجاہل ہیں اور مذہبی امور اور عبادات میں بھی غیروں کی نقالی کے خواہاں ہیں۔

انہیں میں سے ایک رسم ''اپریل فول'' ہے جو سراسر کفار کی نقالی اور ایک بیہودہ مذاق ہے اس میں لوگ خوشی سے جھوٹ بولتے ہیں اور ایک غلط رسم کی ادائیگی کی خاطر غلط بیانی کرتے ہیں۔ کسی کو حیرت میں ڈالنے کے لئے کسی کو ڈرانے کے

لئے اور کوئی محض مذاق کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے اور بعد میں بتا دیتا ہے کہ اس نے تو محض ''اپریل فول'' ہی منایا تھا۔

جب کہ آج کے مسلم نوجوانوں کو بالخصوص اور مغربی تہذیب کے پرستاروں کو بالعموم یہ معلوم نہیں کہ ''اپریل فول'' کی حقیقت کیا ہے اگر انہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے تو یقیناً اپنی اس حرکت سے پرہیز کریں گے۔

دراصل یہ ''اپریل فول'' اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت کے خاتمہ اور مسلمانوں کے زوال پر کافروں کا جشن ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ نصرانیوں نے اندلس میں اپنے جاسوس بھیج کر معلوم کیا کہ مسلمانوں کی اصل طاقت وقوت اور ان کے استحکام کا راز کیا ہے تو انہیں پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر سختی سے عمل پیرا ہونا اور اسلامی اصول ضوابط کی پیروی کرنا ہی ان کی اصل طاقت ہے۔ تو انہوں نے وہاں کے مسلمانوں کو کمزور بنانے اور احکام شریعت سے ہٹانے کے لئے شراب، سگریٹ، فحش ومنکرات کو ان کے درمیان غیر محسوس طریقے سے داخل کیا اور مسلمانوں کو دھیرے دھیرے بے دینی کی راہ پر لا کھڑا کیا اب ان کی ان سازشوں کے شکار مسلمان برائیوں کا ارتکاب کرنے لگے اس طرح ان کا ایمان نہایت کمزور ہو گیا اور آخر کار مسلمانوں کی طاقت بکھر گئی جس کے نتیجے میں ان کی حکومت زوال پذیر ہو گئی اور ان کا آخری قلعہ غرناطہ بھی یکم اپریل کو شکست سے دوچار ہو گیا۔ یہ در اصل ایک بہت بڑا دھوکہ تھا جو کافروں (نصرانیوں) نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا اس کا احساس انہیں اس وقت نہ ہوا جب کافروں نے اپنی ناپاک ثقافت اور پلید اقدار ان میں داخل کیں، اور جب ان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو انہیں پتہ چلا کہ ان کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے، اسی لئے کافر اس دن ''اپریل فول'' کے نام سے جشن مانتے ہیں جس میں وہ اس دن جھوٹ بول کر کسی کو بے وقوف بناتے ہیں یا کسی کو حیرت

میں ڈالتے ہیں۔انتہائی افسوسناک بات یہ ہے کہ مسلمان بھی ان کی اس رسم کی نقالی کرتے ہیں اوراپنی بدترین شکست پرخود ہنستے ہیں۔

شرعی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو یہ عمل ''جھوٹ بولنا'' سراسر حرام ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذاق میں جھوٹ بولنا، کسی کو ہنسانے کے لئے یا بے وقوف بنانے کے لئے یا حیرت واستعجاب میں ڈالنے کے لئے جائز ہے حالانکہ جھوٹ بہر حال جھوٹ ہے اور مذاق میں بھی اس کا گناہ اتنا ہی ہے جتنا کہ سنجیدگی کے ساتھ جھوٹ بولنے کا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک به القوم فیکذب ویل له ویل له**'' جوشخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی بات بیان کرے اس کے لئے ہلاکت وبربادی ہے''۔(ابوداؤد: ۴۹۹۰) اس کے برعکس جوشخص جھوٹ سے اجتناب کرے یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے تو اس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خوشخبری سنائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اس کو جنت میں اس کے کنارے ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جوحق پر ہونے کے باوجود لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرے اور اس شخص کو جنت کے درمیانے درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جو جھوٹ چھوڑ دے اگرچہ وہ مذاق میں جھوٹ بولنا ہی کیوں نہ ہو، اور اس شخص کے لئے جنت کے اعلیٰ درجہ میں ایک گھر کی ضمانت دیتا ہوں جس کا اخلاق اچھا ہو''۔(ابوداؤد: ۴۸۰۰)

ان مذکورہ احادیث سے پتہ چلا کہ مذاق میں بھی جھوٹ بولنا گناہ ہے اگرچہ لوگوں کو ہنسانے کے لئے ہی کیوں نہ ہو نیز اس طرح کے جھوٹ سے بھی اجتناب کرنا جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔ بہرحال جھوٹ ہر حال میں جھوٹ ہے یہاں تک کہ بچوں کے ساتھ بھی جھوٹ بولنا خواہ انہیں بہلانے ہی کے لئے کیوں نہ ہو رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا: حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ اس دوران میری والدہ نے مجھے آواز دیا اور کہا ادھر آؤ میں تمہیں کچھ دوں گی۔ (اس وقت میں بچہ تھا) تو رسول اللہ ﷺ نے میری ماں سے پوچھا تم نے انہیں کیا دینے کا ارادہ کیا تھا؟ ماں نے کہا میں نے اسے کھجور دینے کا ارادہ کیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! اگر تو اسے کچھ نہ دیتی تو یہ (بچے کو بہلانے کے لئے کہنا) تجھ پر جھوٹ لکھا دیا جاتا''۔ (ابوداؤد:۴۹۹۱)

اس لئے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر طرح کے جھوٹ سے اجتناب کرے اس لئے کہ جھوٹ نفاق کی بدترین علامت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اربع من کن فیه کان منافقا خالصاً، ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها: اذا ائتمن خان، واذا حدث کذب، واذا عاهد غدر، واذا خاصم فجر''. چار ایسی خصلتیں ہیں کہ جن کے اندر وہ پائی جائیں گی وہ پکا منافق ہوگا اور جس میں ان خصلتوں میں ایک خصلت پائی جائے گی تو اس میں منافقت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوگی۔ یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے، وہ خصلتیں یہ ہیں جب اسے امانت سونپی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور کسی سے جھگڑا کرے تو گالی گلوج کرے''۔ (بخاری:۳۴) اسی طرح اور ایک حدیث میں فرمایا: ''منافق کی نشانیاں تین ہیں: جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب عہد کرتا ہے تو اسے توڑ دیتا ہے، اور جب اسے امانت سونپی جاتی ہے تو اس میں خیانت کرتا ہے''۔ (بخاری:۳۳) ان احادیث کے پیش نظر ان لوگوں کو فوراً توبہ کرنا چاہئے جو کافروں کی تقلید کرتے ہوئے ''اپریل فول'' مناتے اور اس موقع پر جھوٹ بولتے اور غلط بیانی کرتے ہیں۔ اور یہ عہد کرنا چاہئے کہ وہ ہر حال میں سچ ہی

بولیں گے اللہ رب العالمین نے اسی بات کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی اور سچی بات کہا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست کردے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتا ہے تو وہی حقیقت میں کامیاب ہے''۔ (احزاب:۷۱-۷۰)

اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو غیروں کی تقلید سے بچائے اور تمام معاملات میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

چغل خوری

چغل خوری بھی دراصل غیبت ہی کا ایک اعلیٰ درجہ ہے جس کے معنی فساد کی غرض سے کسی شخص کے راز کو دوسرے کے سامنے ظاہر کرنے کے آتے ہیں، قرآن کریم میں متعدد جگہ چغل خوروں پر لعنت کی گئی ہے اور نبی کریم ﷺ نے چغل خور کے بارے میں نہایت سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں: مشہور حدیث ہے۔ **لا یدخل الجنۃ نمام.** (مسلم شریف:۱/۷۰) چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

اسی طرح ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: زیادہ تر قبر کا عذاب چغل خوری اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۳/۳۲۴) اس لئے زبان کی حفاظت میں یہ بھی داخل ہے کہ ہم اسے چغلی کی گندگی میں ملوث ہونے سے محفوظ رکھیں۔

چغلی اور غیبت سنے تو کیا کرے؟

عام طور پر لوگوں کا یہ معمول ہے کہ اگر ان کے سامنے کسی شخص کی برائی کی جاتی ہے تو وہ یا تو کہنے والے کی ہاں ملاتے ہیں یا خاموش رہتے ہیں، حالانکہ یہ

طریقہ شریعت کے مطابق نہیں، نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "**من اغتیب عنده اخوه المسلم فلم ینصره وهو یستطیع نصره ادرکه اثمه فی الدنیا والآخرة**" (الترغیب والترہیب: ۳/۳۳۴، عن انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: جس شخص کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ طاقت کے باوجود (اس کا دفاع نہ کرے) اس بھائی کی مدد نہ کرے تو اس شخص کو (اپنے مسلمان بھائی کی طرف سے دفاع نہ کرنے کا) وبال دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہوگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیبت سنکر خاموش رہنا بھی گناہ ہے، حتی الامکان اپنے مسلمان بھائی سے خوش گمان رہ کر اس کی طرف سے صفائی دینے کا اہتمام رکھنا چاہئے، یہ اہتمام رکھنا نہایت باعث اجر وثواب ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی وسعت کے مطابق مغتاب شخص کی طرف سے صفائی پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرماتا ہے۔ (الترغیب: ۳/۳۳۵)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص کسی کی غیبت یا چغلی سنے تو اسے چھ باتوں کا التزام کرنا چاہئے:

(۱) چغل خور کی شکایت پر ہرگز یقین نہ کرے اس لئے وہ خبر دینے والا شرعاً فاسق ہے۔ (۲) چغل خور کو اس کے غلط فعل پر متنبہ کرے اور اسے عار دلائے۔ (۳) چغل خور کے فعل کو دل سے برا سمجھے اور اس بنا پر اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرے۔ (۴) جس کی چغلی کی گئی ہے اس کی طرف سے بدگمان نہ ہو۔

(۵) چغل خور نے جو بات پہنچائی ہے اس کی کھود کرید اور تحقیق اور تفتیش میں نہ پڑے۔ (۶) چغل خور کے فعل کو کسی دوسرے سے بیان نہ کرے ورنہ خود چغلی کرنیوالے کے درجے میں آجائے گا۔ (احیاء العلوم: ۳/۹۴)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عذاب کی تین قسمیں ہیں ایک حصہ غیبت سے ہوات ہے دوسرا حصہ چغلی کرنے سے اور تیسرا پیشاب سے نہ بچنے پر۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان کے دین میں غیبت کا اثر آکلہ بیماری سے زیادہ خطرناک صورت میں رونما ہوتا ہے جس طرح مرض آکلہ پورے بدن انسانی کو گلا دیتا ہے اسی طرح غیبت کا مرض دین کو چٹ کر جاتا ہے۔ مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی شخص کی غیبت کی تو آپ نے فرمایا: خبردار! غیبت مت کرنا، یہ عمل ان لوگوں کی غذا ہے جو انسانوں کی صورت میں کتے ہیں، ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ میری غیبت کرتے ہیں، آپ نے جواب دیا کہ میری نظر میں تمہاری اتنی قدر نہیں کہ مفت میں اپنی نیکیاں تمہارے حوالے کردوں۔

جس جگہ رحمتوں کی بارش تھی
اس جگہ آگ کی ہوائیں ہیں
دل یہ کہتا ہے مجھ سے اے صائمہ
سب یہ اعمال کی سزائیں ہیں

اے اللہ ہمیں زبان کی حفاظت کرنے والی اور زبان کو صحیح باتوں کے لئے استعمال کرنے والی بنائے۔ آمین ثم آمین!

☆☆☆

بداخلاقی، بے حیائی، سودخوری اور رشوت

آج کل رشوت ایک ایسی بلا اور وبا کی صورت اختیا کر گئی ہے الامان والحفیظ پوری دنیامیں ایک اندازہ کے مطابق ۸۰رسے لے کر نوے فیصد معاملات رشوت کی بنیاد پر ہوتے ہیں، حق والے کو حق کے لئے بھی رشوت اور ناحق کو بے جاحق کے لئے بھی رشوت عام ہے۔

لیکن پھر بھی لوگ اس کو شیر مادر سمجھ کر کھا رہے ہیں، ہر رشوت خور اور رشوت دینے والا خود کو مجبور سمجھتا ہے، رشوت دینے والے کے لئے تو صرف یہ بہانہ کافی ہے کہ مجبوری ہے کیا کریں؟ جب تک رشوت نہ دیں کام نہیں ہوتا، حالانکہ اکثر جگہوں میں رشوت دینے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی اور رشوت لینے والے اپنی بے جا خواہشات بڑھا دیتے ہیں۔ علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''الرشوة بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له او يحمله على ما يريد''

''اپنے حق میں فیصلہ یا اپنی چاہت کے مطابق حاکم وغیرہ کو آمادہ کرنے کے لئے کچھ دینا''۔ (اسلامی معیشت، ص:۱۲۸)

رشوت کی چند صورتیں

● ناحق کارسازی کے لئے مال دینا......

● کسی کا حق مارنے کے لئے مال دینا......

● کسی پر ظلم کرنے کے لئے کچھ دینا......

● اپنی متعین و معلوم ڈیوٹی پر لوگوں سے کچھ لینا، پھر ان کا کام کرنا....

● شرعاً حرام اور قانوناً ممنوع کاموں کے لئے دینا، مثلاً پولیس والے کسی قانونی مجرم سے کچھ لے کر چھوڑ دیں، کسی نے ٹریفک کے قانون کی خلاف ورزی کی، اس سے کچھ لے کر اس کو چھوڑ دیا، یا ڈرائیوروں سے ماہانہ بھتہ وصول کرتے ہیں اور وہ پھر پورا مہینہ قانون کی خلاف ورزیاں کرتے رہتے ہیں......

● کسی کی ضمناً حق تلفی کا احتمال ہو، تو وہاں بھی لینا حرام ہے، مثلاً کسی کے ہاتھ میں چند نوکریاں یا ٹھیکے ہیں، کسی سے کچھ لے کر نوکری یا ٹھیکہ دینا، یہ واجب کی ادائیگی میں خیانت ہے اور خیانت کا معاوضہ تو رشوت ہے........

● علماء نے لکھا ہے کسی کو عالم سمجھ کر ہدیہ دیا اور وہ جاہل تھا تو جاہل کیلئے یہ ہدیہ حرام ہے، یا کسی کو عالی نسب علوی یا سید سمجھ کر ہدیہ دیا اور وہ بے کار نسب والا تھا تو اس کیلئے یہ ہدیہ حرام ہے۔ ان لوگوں کو سوچنا چاہئے، جو حقیقت میں جاہل ہیں اور خود کو علماء ظاہر کر کے ہدیہ وصول کرتے ہیں یا خود کو اصلی باصلاحیت مرشد ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت میں ٹھگ پیر ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگوں سے ہدیہ بٹورتے ہیں، یہ سب حرام ہے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ نیک علماء اور نیک مرشدین کو ہدیہ دیتے ہیں، اپنی وضع اور اوصاف میں دھوکہ دہی سے پرہیز ضروری ہے، اگر کوئی دھوکہ باز نہیں نہ مرشد ہے نہ عالم، کوئی اسکو عالم یا مرشد سمجھے بغیر ہدیہ دے رہا ہے تو جائز ہے۔

رشوت کے مال کا حکم

رشوت اجارہ محرمہ باطلہ ہے۔ رشوت کا مال حرام اور غیر مملوک ہوتا ہے۔ اس مال سے کئی گناہ لازم آتے ہیں۔

- رشوت کا گناہ
- مالک کی حق تلفی
- اس حرام مال سے مزید کمانا
- اگر رشوت کا مال کسی چیز کے عوض میں دیا تو وہ چیز بھی ناجائز ہوگی
- رشوت کا مال کسی کو بطور احسان یا ثواب یا بطور ہدیہ دینا بھی صحیح نہیں۔ دوسرے کے لئے بھی وبال ہے
- رشوت کی کمائی کار خیر مسجد یا مدرسہ میں صرف صحیح نہیں
- اس مال میں زکوۃ واجب نہیں ہوتی
- میراث میں اس مال کو حاصل نہیں کرسکتا

جہاں تک ہوسکے یہ مال مالکوں کو واپس کردے یا منت سماجت سے معاف کروادے یا ان کو کوئی معاوضہ دے، بڑے بڑے مناصب اور عہدوں پر فائز لوگوں نے جو رشوتیں لی ہیں، اگر ان کے مالک معلوم ہیں تو ان کو واپس کردی جائیں۔ اگر مالکوں کی طرف لوٹانا مشکل ہو تو پھر بیت المال میں داخل کردیں، کیوں کہ ان لوگوں نے یہ رشوتیں اپنی ڈیوٹیوں کے عوض لی ہیں، جن میں یہ تمام مسلمانوں کی طرف سے اپنے عمل میں نائب تھے۔ بیت المال میں رشوت کا مال جمع ہوگیا تو گویا پھر مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا۔ (اسلامی معیشت: ص ۱۳۴-۱۳۵)

ہمارے ملک ہندوستان میں تو رشوت کی ایسی گرم بازاری ہے کہ بس کیا پوچھنا بلکہ دنیا کے اکثر وبیشتر ممالک کا یہی ہے، چندہ ماہ قبل گجراتی اخبار ''سندیش''

کے اتوار کے ضمیمہ میں ''بلیک منی'' کے عنوان سے مضمون شائع ہوا تھا جس میں لکھا تھا ملک کے بڑے بڑے وزراء کس طرح اپنا رشوت کا مال بیرون منتقل کرتے ہیں، اس میں لکھا تھا کہ چارٹر فلائٹ کر کے اس میں بوریوں میں پیسے بھر کر منتقل کئے جاتے ہیں اور ابھی چند یوم قبل شائع ہوا کہ بڑی بڑی بینکیں کس طرح بلیک منی کو وائٹ کرتی ہیں جیسا کہ میں نے گزشتہ تحریر کیا تھا کہ ہندوستان کے بڑے بڑے کرپشن اور گھوٹالوں کا حساب کیا گیا تو وہ 9,10,603 ارب ہوتا ہے یعنی نو لاکھ دس ہزار سو ارب 20.23 Trillion یو ایس ڈالر ہوتا ہے۔ ● اگر اس کے ذریعہ ہتھیار بنائے جائیں تو انڈیا سو پر پاور بن جاتا۔ ● اگر یہ اتنی بڑی خطیر رقم رشوت میں استعمال نہ ہوتی اور ملک کی ضروریات پر خرچ کی جاتی تو آئندہ بیس سال تک لوگوں سے ٹیکس وصول کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

● اگر یہ رقم صحیح مصرف پر استعمال ہوتی تو آج پٹرول 25 روپیہ لیٹر اور ڈیزل 15 اور دودھ آٹھ روپیہ لیٹر ہوتا۔ ● مذکورہ رقم سے 1500 آکسفوڈ جیسی یونیورسٹیاں بن جاتیں۔ ● اگر مذکورہ رقم عوام کے علاج ومعالجہ میں خرچ ہوتی تو 2000 ملٹی اسپلسٹ ہسپتال تعمیر ہو سکتے تھے جس میں تمام مریضوں کا مفت علاج ہوتا اور دوائیاں بھی مفت تقسیم ہوتی۔ ● اگر ضرورت مندوں کو مکانات بنا کر دیئے جاتے تو 95 (جب کہ ملک کی کل آبادی ۱۲۳ ر کروڑ ہے بچوں سمیت) کروڑ لوگوں کے مکانات تعمیر ہو جاتے۔ اللہ اکبر

آپ اندازہ لگائیں اگر رشوت کے اس بھوت پر قابو کیا جائے تو ملک کہاں سے کہاں پہنچ سکتا ہے۔ ابھی تازہ رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۱ء سے لے کر ۲۰۱۰ء تک دس سال میں ۱۲۳ ر بلین امریکی ڈالر پر مشتمل خطیر رقم کالے دھن کے طور پر ملک کے باہر منتقل کی گئی جو ملکی کرنسی کے اعتبار سے 6.64 لاکھ کروڑ ہوتی ہے۔

اس کا نتیجہ ہے کہ ملک میں فقر و فاقہ میں شدید ترین اضافہ ہوتا جارہا ہے اگر اب بھی بیداری نہیں آتی تو حالات مزید ابتر ہو سکتے ہیں، لہٰذا وزراء کو بجائے رشوت خوری کے ملک وقوم کی خدمت کا جذبہ بیدار کرنا چاہیئے اور عوام کو اپنے حقوق بلا رشوت انجام دینے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہیئے، ورنہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آئے دن کرپشن اسکینڈل ظاہر ہوتے رہتے ہیں، ہزاروں کروڑ سے نیچے نہیں ہوتے، مگر پھر بھی بے حسی چھائی ہوئی ہے پوری دنیا سے اگر رشوت کے نشہ کو ختم کیا جائے تو بہت سے مادی معاشی اور اقتصادی مسائل خود بخود حل ہو سکتے ہیں۔

فضول خرچی اور معیشت کی تباہی

دنیا کو جہاں سود خوری اور رشوت ستانی سے نقصان پہنچایا وہیں اسراف وتبذیر، فضول خرچی نے بھی بہت نقصان پہنچایا۔ اسلام میں جہاں سود اور رشوت حرام ہے وہیں فضول خرچی بھی گناہ عظیم ہے۔

اسراف اور تبذیر

بعض علماء کے نزدیک اسراف اور تبذیر میں فرق ہے۔ اسراف کا مطلب یہ ہے کہ جائز اور مباح جگہوں میں نامناسب طریقوں سے خرچ کرنا یعنی ضرورت سے بڑھ کر مال لگانا اور تبذیر کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کے کاموں میں مال صرف کیا جائے۔ سید شریف جانی نے کتاب ''التعریفات'' میں یہی فرق لکھا ہے۔

اسراف وتبذیر، قرآن وحدیث کی روشنی میں

اسراف کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنا اور تبذیر کا معنی ہے فضول خرچی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ.

"خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے"۔ (الاعراف:۳۱) تبذیر کے بارے میں آیت ہے: وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا. اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا. "اور بے موقع مت اڑانا، بے شک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے"۔ (الاسراء:۲۶-۲۷)

علامہ علی المہائمی اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: "لا تبذر تبذیرا بوجہ من الوجوہ بالانفاق فی محرم ومکروہ وعلی من لا یستحق فتحسبہ احسانا الی نفسک او غیرک". یعنی تبذیر کا معنی یہ ہے کہ مال کسی نہ کسی طرح حرام یا مکروہ کام میں خرچ کیا جائے اس طرح کسی غیر مستحق کو دے کر پھر اپنے ساتھ یا کسی ادارے کے ساتھ احسان کا گمان کرنا حالاں کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اور خدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ، فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کردے جو آگے چل کر تفویت حقوق اور ارتکاب حرام کا سبب بنے۔"

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اسراف اور تبذیر کا حاصل ایک ہی ہے کہ محل معصیت (گنا) میں خرچ کرنا خواہ وہ معصیت بالذات ہو جیسے شراب وقمار وزنا، خواہ بالغیر ہو جیسے فعل مباح میں بہ نیت شہرت وتفاخر خرچ کرنا اور بعض نے یہ فرض کیا ہے کہ اسراف میں جہل بالکمیت ہے کہ مقادیر حقوق سے تجاوز ہو اور تبذیر میں جہل بالکیفیت ہے کہ محل وموقع نہ سمجھے اور حق عام ہے مالی اور غیر مالی کو مثل حسن معاشرت کے"۔ (اسلامی معیشت، ص:۱۳۶ تا ۱۳۸)

عصر حاضر اور اسراف کی صورتیں و مواقع

● الیکشن کے موقع پر امیدوار بے تحاشہ دولت اپنی کامیابی کے لئے فضول خرچ کرتے ہیں۔ ● سرکاری دورے، بلاضرورت سرکاری دوروں کے موقع پر مال خرچ کیا جاتا ہے اور بعض مرتبہ دورے بھی بلاضرورت کئے جاتے ہیں۔

● قومی وسرکاری تقریبات: ۱۵/اگست ۲۶/جنوری جیسے ایام دھوم دھوم دھام سے منائے جاتے ہیں جس میں بہت سے غیر ضروری خرچے کئے جاتے ہیں۔ ۴۔فضول تقریبات: بلاضرورت ...شو وغیرہ میں فنکار، گلوکار وغیرہ محض تفریح کے خاطر بلا کر بے تحاشہ رقم فضول خرچ کی جاتی ہے۔

● مذہبی وقومی تہوار: تہوار کے مواقع پر بے اعتدالیاں حد سے زیادہ کی جاتی ہیں اور اس میں بے دریغ رقم خرچ کیا جاتا ہے۔

● فنکاروں کو ایوارڈ: فنکاروں کو دلجوئی کے لئے ایوارڈ دیئے جاتے ہیں جب کہ قوم کی خدمت کرنے والوں کو حوصلہ افزائی نہیں ہوتی، حالاں کہ اول الذکر کی دلجوئی بے معنی ہے فضول اور گناہ ہے۔

● کھیل: کھیل کوئی ضرورت تو ہے نہیں محض تفریح کا سامان ہے، مگر بڑے اسٹیڈیم بنائے جاتے ہیں اور مختلف ٹورنامنٹ میں بے تحاشہ ملک کی دولت ضائع کی جاتی ہے جس میں وقت بھی برباد ہوتا ہے یہ بھی گناہ ہے۔

● غیر ضروری تقریبات: برتھ ڈے، (سالگرہ، چہلم) مقبرے وغیرہ پر بھی کیک اور ناچ گانوں پر بے حد فضول خرچیاں ہوتی ہیں حالانکہ یہ سب گناہ اور بے سود اعمال ہیں۔ ● فحش پروگرام اور لٹریچر: فلمیں، سیریلزیز، کامکس اور اسپورٹس، سیکس وغیرہ عمدہ انداز میں شائع ہوتا ہے جب کہ یہ سب بے سود اور گناہ ہے۔

● متفرق ذرائع: منشیات یعنی شراب بیڑی، سگریٹ، گٹکھا، پان وغیرہ پر بھی بے حساب مال خرچ ہوتا ہے، یہ سب گناہ اور فضول خرچی ہے۔

مذکورہ مصارف میں ہزاروں نہیں لاکھوں کروڑوں مال ضائع ہوتا ہے مگر اس پر کوئی توجہ نہیں دیتا اور خواہ مخواہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ذرائع پیداوار کم ہیں، لہٰذا آبادی کنٹرول کیا جائے حالانکہ ضرورت ہے، سود، جوا، رشوت اور فضول خرچی پر روک تھام کی، آپ خود اندازہ لگائیں اگر مذکورہ اموال انسان کی خدمت میں خرچ ہو تو دنیا کہاں سے کہاں پہنچ جائے۔

(GAMBLING) کے بدترین اثرات

جو اس وقت دنیا میں عام ہے حکومتیں باقاعدہ انہیں اجازت نامہ جاری کرتی ہیں کتنے افسوس کا مقام ہے حالانکہ انسانی معیشت و معاشرت پر اس کے انتہائی بدترین اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

اسلام اور جوا

جوا، نص قطعی سے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”یایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ لعلکم تفلحون“.

”اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیز، یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں، سو اس سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح ہو“۔

(فاجتنبوہ) صیغہ امر ہے، یعنی مذکورہ گندی چیزوں سے بچنے کا حکم ہے، امر وجوب کا تقاضا کرتا ہے، جب ان اشیاء سے بچنا واجب ہوا تو لازماً ان کے اندر

حرمت ثابت ہوگی، آیت میں مذکورہ چیزوں کی حرمت کی تاکید کے لئے آگے فرمایا: (رجس من عمل الشطین) ''یہ شیطانی کام ہیں۔'' شیطان کبھی بھی حلال باتوں کا حکم نہیں کرتا۔

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ (من عمل الشیطن) کے بارے میں فرماتے ہیں: ''فاکد بذالک ایضا حکم تحریمها'' یعنی اس جملہ میں حرمت کی تاکید ہے اور پہلے جملے (فاجتنبوہ) سے حرمت ثابت ہوئی۔ جوئے کی حرمت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ (اسلامی معیشت، ص:۱۵۵)

قمار کی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جوئے میں دونوں طرف سے مال داؤ پر لگتا ہے۔ دونوں میں سے ایک سارا مال جیت جائے گا یا ہار جائے گا یعنی مال آنے یا جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور شروع سے بھی یہ شرط لگائی جاتی ہے۔ (اسلامی معیشت، ص:۱۵۷)

جوا کھیلنے کی وجہ

بعض ماہرین کا خیال ہے کہ جوا ایک نفسیاتی بیماری ہے۔ تقریباً ہر انسان چاہتا ہے کہ آسان طریقے سے بغیر کسی مشقت کے بہت کم وقت میں زیادہ مال کما کر سکھ کا سانس لے لیکن شریعت اسلامیہ نے امتحاناً ہر مسلمان کے لئے مال کی کمائی کے راستے بتا دیئے ہیں۔ سب سے بڑے دو راستے ہیں: ذہنی کاوش اور بدنی سخت ومشقت، دنیا میں سب سے زیادہ رواج انہی دو راستوں کی کمائی کا ہے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی اجرت ہے۔ (اسلامی معیشت، ص:۱۵۸)

جوا تو مختلف طریقوں سے کھیلا جاتا ہے، لیکن چند صورتیں ذکر کی جاتی ہیں۔

● لاٹری ہر آدمی اس کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ ● تاش کے پتے، بعض آدمی تاش کے پتوں کے ساتھ مختلف قسم کے کھیل کھیلتے ہیں اور جانبین سے مالی شرطیں لگتی

ہیں۔ جیتنے والا رقم لے لیتا ● کھیل مختلف کھیلوں سے ٹیمیں ہار جیت میں ایک دوسرے کے ساتھ پیسوں کا معاہدہ کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے جائز کھیل بھی جوا بن جاتا ہے۔ بین الاقوامی کھیلوں میں تماشائی آپس میں شرطیں لگاتے ہیں، ایک آدمی کہتا ہے کہ پاکستان کی ٹیم جیتے گی، دوسرا کہتا ہے ہندوستان کی۔ اس طرح دونوں تماشائی ہزاروں اور لاکھوں روپے کی شرطیں لگا کر مال کماتے ہیں یا گنواتے ہیں۔ کھیلوں کے موسم میں اربوں روپۓ کا جوا کھیلا جاتا ہے۔ ● کبھی لٹو اور کیرم بورڈ کھیلتے ہوئے کھلاڑی دونوں طرف سے مالی شرطیں لگاتے ہیں۔

● انعامی بانڈ: اس کا بھی بڑا رواج ہے۔ علماء کے نزدیک ناجائز ہے۔ جتنے لوگ پرائز بانڈ خریدتے ہیں، وہ جوا ہی کھیلتے ہیں۔ اگرچہ پرائز بانڈ کی رقم خریدار کو دوبارہ مل سکتی ہے۔ لیکن جب تک پرائز بانڈ اس کے ساتھ ہوتا ہے یہ جوا کھیلتا رہتا ہے۔ ہر بار اس انتظار میں رہتا ہے کہ اس دفعہ انعام (جوئے کی رقم) نکل آئے گا۔ جب مایوس ہو جاتا ہے تو پرائز بانڈ کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ پھر وہ اس پر جوا کھیلتا ہے، یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ بعض صورتیں مثلاً تجارتی لاٹری اور پرائز بانڈ تو جوا ہے لیکن بعض لوگ معاملات کو لوگ شرطیں لگا لگا کر جوا بنا دیتے ہیں، مثلاً کھیل وغیرہ حالاں کہ فی نفسہ وہ جائز ہوتے ہیں۔ (اسلامی معیشت، ص:۱۶۰)

یہ ہوئے دنیا میں فقر کے اضافہ کے اسباب، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ فقر کو کیسے روکا جائے تو آیئے چند تجاویز پر غور کرتے ہیں:

● سود اور کرپشن کا مکمل خاتمہ کیا جائے۔

● انصاف کیا جائے اور فسادات کو روکا جائے۔ ● احتساب کا محکمہ ہر وقت چوکس رہے اور ہر ایک کا بروقت احتساب کرتا رہے۔

● وزراء کی اخلاقی تربیت کی جائے۔

● تاجروں کو امانت داری سکھائی جائے اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ سے روکا جائے۔ ● معاشرہ کے محتاجوں کی حکومت کفالت کرے۔

● سرکاری خزانوں کو اسراف سے روکا جائے۔

● حکومت قوم سے بے حساب مختلف ٹیکس وصول کرتی ہے اس پر روک لگائی جائے۔(۹)Broker کا سسٹم اس کی اصلاح کی جائے۔

● اجارا داریاں قائم نہ ہونے پائے اس کا خیال رکھا جائے۔

● تاجروں اور کمپنیوں کو اشتہار بازی سے روکا جائے۔

● ہر طرح کی اخلاقی پابندیوں کا نفاذ ہر شعبہ میں کیا جائے۔

● مسلمان دعاؤں کا اہتمام نماز کی پابندی، تقویٰ طہارت اور توکل علی اللہ جیسے روحانی وسائل اختیار کریں۔

☆☆☆

ویڈیو گیمز

سوال: ویڈیو گیمز جو کہ مغربی ممالک کے بعد اب ہمارے ملک میں اس کا رواج کثرت سے ہو رہا ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی شرط اور کسی قسم کے انعام کا لالچ نہیں بلکہ یہ گیمز دیگر امور کے علاوہ نشانہ بازی وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ اسکی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس کے جواز کی کوئی صورت ہے؟

جواب: ویڈیو گیمز اور دیکھنے والوں کے مشاہدے سے جہاں تک معلوم ہوتا ہے یہ کھیل چند وجوہات کی بنا پر شرعاً ناجائز اور ممنوع ہیں:

● اس کھیل میں دینی اور جسمانی کوئی فائدہ مقصود نہیں ہوتا اور جو کھیل ان دونوں فائدوں سے خالی ہو وہ شرعاً جائز نہیں۔ ● اس میں وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے اور ذکر اللہ و دیگر احکام مثلاً نماز، روزے سے غافل کر دینے والا ہے۔

● سب سے بڑا اور شدید نقصان یہ ہے کہ اس کھیل کی عادت پڑنے پر اس کا چھوڑنا دشوار اور مشکل ہوتا ہے۔ ● یہ کہ بعض گیم تصویر اور فوٹو پر مشتمل ہوتے ہیں جو شرعاً ناجائز ہیں۔ ● اس کھیل سے بچوں کو اگر چہ دلی فرحت اور لذت حاصل ہوتی ہے لیکن ناجائز چیزوں سے لذت حاصل کرنا بھی حرام ہے۔

● اس کے علاوہ اس سے بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے اور اس سے با مقصد تعلیم میں خلل واقع ہوتا ہے، پھر بچوں کو پڑھائی اور دوسرے فائدے والے کاموں میں دلچسپی نہیں رہتی، اس کے علاوہ بھی بہت سارے مفاسد ہیں جس کی بنا پر یہ کھیل باری تعالیٰ کے ارشاد کا مصداق ہے:

''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ''۔ (لقمان:۶) ''بعض لوگ ایسے ہیں جو کھیل کی باتوں کو خریدتے ہیں، تاکہ بے علمی سے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں، گمراہ کرایں اور اس کا مذاق اڑائیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ذلت کا عذاب ہے''۔

آیت مذکورہ میں ''لہو الحدیث'' سے مراد گانا بجانا، اس کا ساز وسامان اور آلات، ساز وموسیقی اور ہر وہ چیز جو اللہ کی، اس کے احکام، اس کی یاد، اور ذکر الٰہی اور جو جو چیزیں انسان کو خیر وبھلائی، نیکی وسعادت سے غافل ومحروم کردینے والی ہوں، مثلاً قصے کہانیاں، افسانے، ڈرامے، ناول، سنسنی خیز لٹریچر، رسالے اور بے حیائی کے پرچارک اخبار اور جدید ترین ایجادات، وی سی آر، ویڈیو فلمیں، گیمز وغیرہ سبھی چیزیں داخل ہیں۔

آیت کریمہ کا شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام ہی رہے گا، یعنی جو کھیل بھی فضول ولغو ہو اور وقت وپیسہ ضائع کرنے والا ہو وہی اس آیت کریمہ کی وعید میں داخل ہوگا، چوں کہ ویڈیو گیم کے اندر یہ ساری قباحتیں موجود ہیں، اس لئے یہ گیم ناجائز وشرعاً ممنوع ہیں، اس میں وقت وپیسہ دونوں لگانا ناجائز ہے، اس کا ترک لازم وضروری ہے اور اس سے توبہ کرنی چاہئے۔

(مستفاد آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۷/۲۳۶، معارف القرآن ودیگر تفاسیر)

سوال: اگر مساجد میں نماز کے بعد مانگنے والے اپنی مختلف مجبوریاں وپریشانیاں ذکر کرتے ہیں اور پھر امداد کے طلب گار ہوتے ہیں، بعض بعض مساجد میں گداگروں کی تعداد کئی ہوجاتی ہے، معلوم یہ کرنا ہے کہ کس مسجد میں اپنے لئے اس طرح سوال کرنا اور نمازیوں کا سائل کی مدد کرنا کہاں تک درست ہے؟

جواب: مسجد میں بھیک مانگنا ممنوع ہے، مسجد عبادت گاہ ہے، اس میں صرف عبادت، ذکر، نماز، تلاوت وغیرہ ہی ہونی چاہئے، ایسے سائلوں اور گداگروں کو مسجد کے باہر کھڑے ہونا چاہئے اور مسجد میں مانگنے والوں کو دینا بھی نہیں چاہئے، لیکن اگر ضرورت مند کی امداد واعانت کے لئے دوسرا آدمی اپیل کرے اور وہ واقعی ضرورت مند ہے تو یہ جائز ہے۔ (مستفاد آپ کے مسائل اوران کا حل: ۱۴۳/۲)

سوال: یہ معلوم کرنا ہے کہ مسلمانوں کے لئے عیسائیوں کی پیروی میں اپریل فول منانا، یعنی جھوٹ بول کرلوگوں کوفریب دینا، ہنسنا، ہنسانا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: یہ ایک اہم ترین مسئلہ ہے، جس کے اندر آج کل بہت سے لوگ مبتلا ہیں اور یہ بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے۔

● اس دن صریح جھوٹ بولنے کولوگ جائز سمجھتے ہیں، جھوٹ کو اگر گناہ سمجھ کر بولا جائے تو گناہ کبیرہ ہے، اور اگر اس کو حلال اور جائز سمجھ کر بولا جائے تو اندیشہ کفر بھی ہے، جھوٹ کی برائی ومذمت کے لئے یہی کافی ہے کہ قرآن کریم نے ''لعنة الله على الكاذبين'' فرمایا ہے، گویا جولوگ ''اپریل فول'' مناتے ہیں وہ قرآن کریم میں ملعون ٹھہرائے گئے ہیں اور ان پر اللہ اور اس کے رسول، فرشتوں اور تمام انسانوں کی اور ساری مخلوق کی لعنت ہے، نیز حدیث کے اندر ''الكذب يهلك'' اور ''الكذب مجانب الايمان'' ایمان کو کھانے والا، نیز ''الكذب ينقص الرزق'' جھوٹ روزی میں تنگی کا باعث ہے اور ''ايام كم والكذب

فـان الـكـذب يهـدى للـفـجـور والـفـجـور يهدى الـى الـنـار “ یعنی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ سے بچو کیوں کہ جھوٹ گناہ گاری کا راستہ دکھاتا ہے اور گناہ گاری جہنم میں پہنچانے والی ہے۔

● اس میں خیانت کا بھی گناہ ہے، چنانچہ حدیث میں ہے ”بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو کہ جس میں وہ تمہیں سچا سمجھے، حالاں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو“۔ (مشکوٰۃ:۴۱۳)

● اس میں دوسروں کو دھوکہ دینا ہے، یہ بھی گناہ ہے۔ حدیث میں ہے: ”جو شخص ہمیں یعنی مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ:۳۰۵)

● اس میں مسلمانوں کو ایذا پہنچانا ہے، یہ بھی گناہ ہے، قرآن کریم میں ہے: ”بے شک جو لوگ ناحق ایذا پہنچاتے ہیں۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو انہوں نے بہتان کا بڑا گناہ اٹھایا“۔

● اپریل فول منانا گمراہ اور بے دین قوموں کا شیوہ ہے اور ان کی مشابہت ہے، حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہوگا“ جو لوگ فیشن کے طور پر اس لعنت میں مبتلا ہیں، ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کی صف میں اٹھائے جائیں، جب یہ اتنے بڑے بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے تو معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی، یہود و نصاریٰ کی اندھی تقلید میں اس کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ ان آیات واحادیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتنا بڑا گناہ ہے جس میں مسلم قوم بھی بلا سوچے سمجھے مغربی تقلید کے اشتیاق میں بہی جاری ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس لعنت سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین! (مستفاد فتاویٰ رحیمیہ:۳۸۱/۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳۹۹/۱)

(مفتی محمد عظیم فیض آبادی، المعہد العلمی الاسلامی دیوبند)

ٹیسٹ ٹیوب، بے بی کے متعلق شرعی حکم

آج کل میڈیکل سائنس کی ترقی کے نتیجہ میں بہت سے نت نئے مسائل نے جنم لیا ہے، نیز علاج کے نام پر بہت سی ایسی شکلیں مارکیٹ میں متعارف کی جارہی ہیں جن میں سے بعض تو شرعی اعتبار سے قطعی حرام اور اسلام کے بنیادی اصول سے متصادم ہیں اور ان شکلوں کو طبی کیمپ، اخبارات اور دیگر ذرائع کے توسط سے خوب شہرت دی جارہی ہے، نتیجتاً بہت سے مسلمان بھی ان کو اپنا رہے ہیں ان جدید شکلوں میں سے ایک شکل ''آئی وی ایف (In Vitor Fertilization) ہے اس سے مراد تولید کے مصنوعی ذرائع ہیں، آج کل اس کی عموماً درج ذیل صورتیں رائج ہیں:

(۱) نطفہ شوہر کا ہو اور کسی ایسی عورت کا بیضہ لیا جائے جو اس کی بیوی نہ ہو پھر یہ لقیحہ (آمیزۃ) اس شوہر کی بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

(۲) نطفہ شوہر کے سوا کسی اور کا ہو اور بیضہ بیوی کا ہو اور اسی کے رحم میں رکھا جائے۔ (۳) شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بیضہ لے کر بیرونی طور پر ان کی تلقیم (آبیدگی) کی جائے اور پھر یہ لقیحہ دوسری عورت کے رحم میں رکھا جائے جسے رحم مستاجر (کرائے کی کوکھ) کہا جاتا ہے۔

(۴) کسی اجنبی شخص کے نطفہ اور اجنبی عورت کے بیضہ کے درمیان بیرونی طور پر تلقیم (آبیدگی) کی جائے اور لقیحہ بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

(۵) شوہر کا نطفہ اور بیوی کا بیضہ لے کر بیرونی طور پر تلقیم کی جائے پھر لقیحے کو اسی شوہر کی دوسری بیوی کے رحم میں رکھا جائے۔

(۶) نطفہ شوہر کا اور بیضہ اس کی بیوی کا ہو ان کی تلقیم بیرونی طور پر کی جائے، اور پھر شوہر کی اسی بیوی کے رحم میں رکھا جائے، جس کا بیضہ لیا گیا ہے۔

(۷) شوہر کا نطفہ لے کر عورت کے مہبل یا رحم میں کسی مناسب جگہ آلہ کے ذریعہ رکھا جائے اور پھر اسی جگہ اس کی تلقیم (آبیدگی) کی جائے۔

مذکور الصدر پانچ شکلوں میں تو اجانب کے مادے کا باہم اختلاف یا اجنبیہ کے رحم سے استفادہ ہوتا ہے جو بحکم زنا ہونے کی وجہ سے قطعاً ناجائز ہے۔ احکام شرعیہ سے متعلق تھوڑی سی معلومات رکھنے والا شخص بھی ان کے ناجائز ہونے میں کوئی تامل نہیں کرے گا، البتہ آخر الذکر دو شکلوں میں چوں کہ غیر کے مادہ سے استفادہ نہیں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کسی قدر اشتباہ ہوسکتا ہے، اس لئے زیر نظر تحریر میں ان تینوں شکلوں سے متعلق حکم شرعی بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ اہل علم کے لئے غور کرنا آسان ہو۔

شریعت کے اصول اور فقہائے کرام کے کلام کی سے یہ شکلیں بھی جواز کے دائرہ میں نہیں آتیں، بلکہ دیگر پانچ شکلوں کی طرح یہ شکلیں بھی ناجائز اور حرام ہیں، ایک تو اس لئے کہ ان طریقوں کو اپنانے میں خاتون کا عورت غلیظہ یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصہ اجنبی ڈاکٹروں، بلکہ بسا اوقات معاونین اور ڈاکٹروں کی ایک ٹیم کے سامنے کھولنا تقریباً لازمی ہے، جب کہ عورت کے لئے ستر کا یہ حصہ نہ مرد کے سامنے کھولنا جائز ہے نہ عورت کے سامنے، ہاں اگر کوئی جسمانی تکلیف یا مرض

کی شکار ہو کہ اگر ستر نہ کھولا جائے تو سخت نقصان مثلاً جان وغیرہ جانے کا خطرہ ہو تو مجبوراً بہ قدر ضرورت کھولنے کی گنجائش ہ، پھر بھی ضروری ہے کہ ابتداء کسی خاتون ڈاکٹر سے رابطہ کرے یا کسی خاتون کو اس کا طریقہ سکھا دیا جائے، پھر وہ علاج کرے، آخری مرحلہ یہ ہے کہ کوئی مرد اس کا علاج کرے۔ (ملاحظہ فرمائیں شامی ج،۹،ص:۵۳۳، كتاب الحظر والاباحة، فصل في النظر والمسط: زكريا) اور جو عورتیں ان طریقوں کو اپناتی ہیں ان کو کوئی ایسی جسمانی تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ یہ تو محض جلب منفعت اور حصول اولاد کے لئے کرتی ہیں، ارتکاب حرام کی گنجائش ضرورت شدیدہ کے وقت دی جاتی ہے نہ کہ محض حصول منفعت کے لئے۔

بعض معاصرین نے تحفۃ الفقہاء ج،۳،ص:۳۴ کی ایک عبارت سے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے جس میں مؤلف نے عورت کے ستر غلیلۃ کو دیکھنے اور چھونے کی اجازت محض ختنہ کے لئے دی ہے، جب کہ عورت کا ختنہ نہ تو سنت ہے اور نہ ہی واجب، اسلئے یہ استدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ تحفۃ الفقہاء کی محولہ عبارت کو دیگر فقہاء نے نہیں لیا ہے، بلکہ بدائع الصنائع جو درحقیقت تحفۃ الفقہاء کی شرح ہے، اس میں اگرچہ اس عبارت کے بیشتر حصہ کو لے لیا لیکن اس جزیہ (یعنی ختنہ کیلئے عورت کے ستر کو دیکھنا اور چھونا) کو نہیں لیا۔ (ملاحظہ فرمائیں بدائع الصنائع، ج:۴،ص:۶۹۹ ط: زکریا، دیوبند)

مزید یہ کہ جزئیہ مذکورہ علماء کے نزدیک مفتیٰ بہ ہے بھی نہیں، اس لئے کہ فقہائے کرام نے صراحت کی ہے کہ اگر کوئی مسلمان بچہ بالغ ہو جائے اور کسی وجہ سے ختنہ نہ ہوسکا ہو تو بالغ ہونے کے بعد اس کا ختنہ نہ کرایا جائے اور اسکی وجہ یہ لکھی کہ ختنہ سنت ہے جب کہ ستر چھپانا فرض ہے اور تحصیل سنت کے لئے ترک فرض کا ارتکاب نہ کیا جائے گا، چنانچہ مجموعہ فتاویٰ میں ذخیرہ کے حوالہ سے منقول ہے: ”في الذخيرة ان المسلم يختتن مالم يبلغ فاذا بلغ لم يختتن، لا ن ستر

عورۃ البالغ فرض والختان سنۃ فلا یترک الفرض لسنۃ والکافر اذا اسلم یختتن بالاتفاق لمخالفتہ دین الاسلام وھو بالغ'' (ج:۳،ص:۹۶،بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ،ج:۱۰،ص:۱۴۴،کتاب الحظر والاباحۃ: دارالاشاعت)تو جب مردوں کا ختنہ جسے تقریباً ضروری اور شعار اسلام سمجھا جاتا ہے وہاں اس کی اجازت نہیں دی گئی تو عورت کا ختنہ جو سنت بھی نہیں اس کے لئے کیسے اجازت دیجا سکتی ہے؟

عدم جواز کی دوسری بڑی وجہ اختلاطِ نسب (جس سے بچنے کی شریعت نے بہت تاکید کی ہے) کا اندیشہ ہے، اس لئے کے ٹسٹ ٹیوب بے بی سے متعلق جانکاری رکھنے والوں کی تحریں پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس عمل کو انجام دینے والے ڈاکٹرس، عورت کا بیضہ اور مرد کی منی لے کر باہم ملانے کے بعد ایک ٹیوب میں اس کی آبیاری کرتے ہیں، جس کی مدت کم وبیش دو دن یا چار دن ہے، پھر عورت کے رحم میں مناسب جگہ پر اس کو پیوست کرتے ہیں اور یہ کام انتہائی مشکل ہوتا ہے، اس لئے کہ لقیحہ (آمیزہ) رحم میں بآسانی چپکتا نہیں ہے، بلکہ بسا اوقات کئی کئی بار یہ کوشش ڈاکٹروں کو کرنی پڑتی ہے، اس لئے عموماً ڈاکٹروں کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ عورت سے حاصل کردہ بیضۃ المنی (جو بے شمار جراثیم پر مشتمل ہوتا ہے) کی مختلف ٹیوبوں میں آبیاری کرتے ہیں۔

اب اس بات کی ضمانت کون دے گا کہ اگر یہ آمیزے بچ جائیں تو ڈاکٹر انہیں ضائع کردیں گے؟ جب کہ مخصوص آلہ کے ذریعہ عورت کا بیضۃ المنی لینا پھر مرد کی منی کے ساتھ اس کا لقیحہ تیار کرنا انتہائی مشکل مرحلہ ہوتا ہے، چنانچہ مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی (عدد:۲،ص:۱۸۶ وغیرہ) میں اس سے متعلق کافی تفصیلات مذکور ہیں۔

نیز ٹیسٹ ٹیوب بے بی (ivf) کا طریقہ ایجاد ہونے کے بعد ہسپتالوں میں باقاعدہ منی بینک کا انتظام ہوتا ہے، جس میں مختلف صلاحیتوں کے حامل مردوں،

(مثلاً فنکار، کھلاڑی، سیاستداں، کالا، گورا) کی منیاں محفوظ رکھی جاتی ہیں اور حسب ضرورت عورتیں ان منیوں سے حاملہ ہوتی ہیں، بلکہ آج کل بہت سی کمپنیاں وجود میں آچکی ہیں جو طبی مراکز اور ہسپتالوں کے لئے منیاں، کرائے کی مائیں وغیرہ فراہم کرتی ہیں اور جن ہسپتالوں میں ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی سہولیات فراہم ہوتی ہیں وہاں منی بینک نیز کرائے کی کوکھ کا بھی ضرور انتظام ہوتا ہے، ابتدا تو ان چیزوں کی یورپ امریکہ سے ہوئی، لیکن اب ہر جگہ یہاں تک کہ سہارنپور، مظفرنگر جیسی جگہوں میں بھی یہ چیزیں پھیل چکی ہیں، تو کیا یہ ساری چیزیں انسانیت اور نسب انسانی کے ساتھ سراسر مذاق نہیں ہے؟ تو ان دین بے زار بلکہ اسلامی اصولوں کو بالکل نظرانداز کرنے والوں سے کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ مرد سے حاصل کردہ منی کو اس کی بیوی ہی کے رحم میں ڈالیں گے؟ یا اس سے بچے ہوئے حصہ کو ضائع کردیں گے؟

نیز دین بلکہ نسل انسانیت کو مذاق بنانے والے ڈاکٹروں سے کیا یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اختلاطِ نسب سے بچانے کی منشاء شریعت کے مطابق یہ امور انجام دیں گے؟ ہرگز نہیں! اسلئے کسی مسلمان کیلئے جو اللہ اور اسلامی اصولوں پر ایمان رکھتا ہے، ہرگز جائز نہیں کہ اس طریقہ تولید کو اپنائے، اگرچہ خاتون ڈاکٹر ہی سارا کام انجام دے، ہاں اگر شوہر خود اس لائن کا تجربہ رکھتا ہو اور وہ دیانت داری کیساتھ خود اس کام کو انجام دے تو شرعاً اس کی گنجائش ہوگی، اکابر ارباب افتاء میں سے حضرت مفتی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے (منتخبات نظام الفتاویٰ ج:۱،ص:۳۳۹)، حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے احسن الفتاویٰ (ج:۸،ص:۲۱۴: دارالاشاعت) اور حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رحیمیہ (ج:۵،ص:۴۸۴، کتاب الحظر والاباحۃ: مکتبۃ الاحسان) میں عدم جواز کا ہی فتویٰ دیا ہے، ایشیا کی عظیم دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند نے بھی حال ہی میں اس طریقۂ تولید سے متعلق عدم جواز کا فتویٰ جاری کیا ہے۔ (سوال:۴۷، ۱۴۳۴ھ)

یہاں ایک سوال ہوگا کہ اگر کسی نے ناواقفیت یا کسی اور وجہ سے ان شکلوں میں سے کسی کو اپنالیا اور اس کے نتیجہ میں بچہ پیدا ہوا تو بچہ ثابت النسب ہوگا یا نہیں؟ نیز ایک بیوی کے بیضے کو دوسری بیوی کے رحم میں ڈالنے کی صورت میں بچہ کی ماں کون بنے گی؟ جس نے بچہ جنا؟ یا وہ عورت جس کا بیضہ لیا گیا؟

تو اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ حدیث کے اندر "**الولد للفراش.....وللعاهر الحجر**" (بخاری، رقم:۶۸۱۷، باب اللعاہر الحجر) فرمایا گیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ منکوحہ کا بچہ اس کے شوہر کی طرف ہی منسوب ہوگا، بشرطیکہ مدت کے اندر اس کی گنجائش ہو یعنی نکاح کے کم از کم چھ مہینہ کے بعد ایسا ہوا ہو۔

نیز یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ شرعاً ثبوت نسب کے لئے فطری طریقہ پر ہی رحم میں منی کا ادخال ضروری نہیں، بلکہ غیر فطری طریقہ پر ادخال کی صورت میں بھی نسب ثابت ہوجاتا ہے، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "**رجل عالج جارية في مادون الفرج فانزل فاخذت الجارية ماء ه في شئي فاستدخلته في فرجها فعلقت عند ابي حنيفة ان الولد ولده وتصير الجارية ام ولد له**".

(ج:۴،ص:۱۱۴، الفصل الاول فی مراتب النسب، زکریا)

لہٰذا دونوں صورتوں میں بچہ ثابت النسب ہوگا، پہلی صورت میں تو جن دو میاں بیوی کا نطفہ لیا گیا ان سے نسب ثابت ہوگا، رہی دوسری صورت کہ اس میں بچے کی ماں شرعاً کون رہے گی؟ جس کا بیضۃ المنی لیا گیا وہ یا وہ جس نے حمل کی مشقت اٹھائی اور جنم دیا؟ تو صحیح بات یہ ہے کہ بچے کا نسب اس خاتون سے ثابت ہوگا جس کے بطن سے وہ پیدا ہوا، جس نے حمل و وضع حمل کی مشقت برداشت کی، قرآن کریم میں ہے: "**اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا اللَّائِیْ وَلَدْنَهُمْ**" (المجادلۃ:۲) ان کی مائیں تو توبس وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ماں انہیں قرار دیا ہے جنہوں نے بچوں کو جنا اور حصر کے ذریعہ غیر سے ماں ہونے کی نفی کی ہے، نیز دوسری آیت میں ہے: **یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِکُمْ**" (الزمر:٦) یہاں پر بھی موضع تخلیق ماؤں کے بطون کو بنایا۔

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مائیں وہ ہوں گی جن کے بطن میں بچہ کی تخلیق ہوئی ہے، نیز آیت کریمہ: "**حملته امه کرها ووضعته کرها**" سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

☆☆☆

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے

اعلانِ جنگ

اسلام کی انتہائی واضح تعلیمات کے باوجود آج جب مسلمانانِ عالم اور خاص کر مسلمانانِ ہند پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ جس طرح ملت نے دوسرے شعبہائے حیات میں توازن کھو دیا ہے، جمعہ و عیدین کے علاوہ باقی نمازوں سے غفلت عام بات ہے۔ ٹھیک اسی طرح کسب معاش میں حلال وحرام کی تمیز میں بھی ملت کے اندر کمی آئی ہے۔ کوئی پیشہ اختیار کرنے سے پہلے اس بات پر عام طور پر کم ہی غور کیا جاتا ہے کہ آیا شریعت اسلامیہ کی رو سے یہ اختیار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ صرف ایک ہی فکر رہتی ہے کہ مال زیادہ سے زیادہ آئے اور آمدنی کثیر ہو اور اگر حلال پیسہ اختیار کیا گیا ہو تو اس میں ان اصولوں کی پاسداری نہیں کی جاتی جن کو اسلام نے لازم قرار دیا ہے۔ نتیجۃً حلال کمائی میں ناجائز کمائی کی آمیزش ہو جاتی ہے، مثلاً اشیاء میں ملاوٹ، خرید وفروخت میں دھوکہ، جھوٹ بولنا، جھوٹی قسمیں کھانا اور ناپ تول میں کمی کرنا، یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے حلال کمائی

میں ناجائز کمائی مل جاتی ہے اور پھر وہ سب کو حرام کر دیتی ہے۔ نبی عربی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ:

”یأتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ منه امن الحلال ام من الحرام.“ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ جو مال اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال ذریعہ سے ہے یا حرام ذریعہ سے۔

یہ تو رہی عوام الناس کی بات۔ خواص بھی اس بیماری سے محفوظ نہیں ہیں۔ ملت کے اکابر علماء اور مشائخ وصوفیاء بھی اس فتنہ کے شکار نظر آتے ہیں۔ خود قرآن کا بیان ہے: یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنَّ کَثِیْراً مِّنَ الاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَیَأْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ یُنفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ.

اے ایمان لانے والو! ان اہل کتاب کے اکثر علماء ودرویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ انہیں دردناک سزا کی خوشخبری سنادو۔ (التوبۃ:۳۴)

اس آیت میں یہود ونصاریٰ کے علماء ومشائخ کے اعمال کی تصویر کشی کی گئی ہے، وہ لوگ جو عوام الناس کی اصلاح کے ذمہ دار ہیں ان کا رویہ یہ ہے تو سوچئے کہ ان کے عوام کا کیا حال ہوگا۔ قضا وافتاء کے فرائض ان کے علماء ومشائخ انجام دیتے تھے، عیسائیوں کے پادری وپوپ اپنے ماننے والوں کو نجات کا پروانہ تقسیم کیا کرتے تھے، صدقات وخیرات اور نذرانوں کو وہ اپنا حق سمجھنے لگے تھے۔ انہوں نے اللہ کے واضح احکامات کو غیر واضح اور مبہم بنا کر رکھ دیا تھا۔ اپنی مرضی سے بدعتوں کو ایجاد کر کے اس کو دین کا حصہ بنا دیا تھا، اپنے مفاد کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرالیا تھا، اللہ کی کی آیات کو بیچنے کا کاروبار چلا رکھا تھا۔ جب کہ ارشاد باری تعالیٰ

ہے: وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِيْ ثَمَناً قَلِيْلاً وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ. وَلَا تَلْبِسُوْا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. ”تھوڑی سی قیمت پر میری آیات کو نہ بیچ ڈالو اور میرے غضب سے بچو اور باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور جانتے بوجھتے حق کو چھپانے کی کوشش نہ کرو۔“ (البقرہ:۴۱-۴۲)

ان آیات کی روشنی میں جب آج کے مسلم علماء ومشائخ اور صوفیائے کرام کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم کو صاف محسوس ہوتا ہے ان کے ایک بڑے طبقہ پر یہ آیت منطبق ہوتی ہوئی نظر آتی ہے، انہوں نے اپنی خواہشات نفس کے آگے ہدایت ربانی اور طریقۂ نبوی کو ترک کر کے نذر و نیاز، تحفہ وتحائف اور تعویذ گنڈوں کا کاروبار جاری کر رکھا ہے۔ کیا یہ اسلام کی صریح تعلیمات کی خلاف ورزی نہیں ہے؟ کیا یہ حرام خوری نہیں ہے؟ مسالک کے اختلاف کو ہوا دے کر عام مسلمانوں میں انتشار کی مسموم فضا پیدا کر کے اپنی مقبولیت میں اضافہ کر کے اپنی آمدنی کے ذرائع میں اضافہ کا سلسلہ جاری رکھنا، مدارس ومکاتب اور وہاں پڑھنے والے غرباء ومساکین کے نام پر خطیر رقم جمع کر کے اپنے تعیش کا سامان فراہم کرنا کیا اسی زمرے میں نہیں آتا؟ فائیو اسٹار ہوٹلوں میں قیام؟ لگژری کاروں کا استعمال؟ کیا ایک امین کی حیثیت سے یہ طریقہ درست ہوسکتا ہے؟ کیا یہ سب حرام طریقوں میں شمار نہیں ہوتا؟ یہود ونصاریٰ کے علماء ومشائخ کی کارستانیوں کو واضح الفاظ میں بیان کرنے کا آخر قرآن کا کیا مقصد تھا؟ کیا ان آیات سے ہمیں کوئی سبق نہیں ملتا؟

بعض لوگوں کو جب تجارت وزراعت میں اسلامی اصولوں کی پابندی اور سچائی کی تلقین کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں اجی رہنے دو ایسا کیا ہو گیا کاروبار۔ آج کے دور میں امانت وسچائی کے ساتھ کاروبار میں کامیابی نہیں ہوسکتی ہے۔ جس وقت وہ اپنی زبان سے یہ بات ادا کر رہے ہوتے ہیں انہیں یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کتنی بڑی اور

سخت بات کہہ رہے ہیں، ان کا یہ قول درحقیقت قرآنی تعلیمات اور ایمان کے منافی ہوتا ہے۔قرآن توجہ دلاتے ہوئے کہتا ہے:" اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" "کیا تم کتاب الٰہی کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو اور اس کے دوسرے حصہ کا انکار کرتے ہو؟" (البقرۃ:۸۵)

کیا ایسے لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ رزاق اللہ ہے اور اسی کا یہ حکم ہے تو کیا وہ اپنے حکم کی پیروی کرنے والوں کو ناکام و نامراد کرے گا؟ ان کو بھوکا مار دے گا؟ ارشاد رسول عربی ﷺ ہے: التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء. "سچا، امانت دار اور تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا"۔

اسی طرح جو لوگ تجارت میں سچائی کو اختیار نہیں کرتے، معاملات میں شفافیت کا خیال نہیں رکھتے اللہ کے نزدیک وہ نہایت مبغوض ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے متعدد مواقع پر فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر مال بیچتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا اور نہ اس کے گناہوں کو معاف فرمائے گا بلکہ دردناک عذاب میں رکھے گا۔

حرام کو حلال کر لینا اور حلال کر حرام قرار دینا خواہ زبان سے ہو یا عملاً اللہ کے نزدیک نہایت مبغوض اور غلط کام ہے۔ اگر کوئی شخص حرام ذرائع کو اختیار کرتا ہے یا حلال ذریعہ کو تو اپناتا ہے مگر اس میں حرام طریقوں سے نہیں بچتا تو اس سے اعلان جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایسے لوگوں کے خلاف اعلان جنگ کر دو:"فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" "اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے"۔ (البقرہ:۲۷۹)

☆☆☆

سماج کا ایک نیا فیشن

دینی اُمُور کا تَمَسْخُرْ

حضرت مولانا نثار احمد حصیر القاسمی لکھتے ہیں کہ:

لطیفے، چٹکلے، نکتہ سنجی، خوش کلامی اور مزاحیہ باتیں فرحت و شادمانی، خوش طبعی و خوش مزاجی اور مذاق و دل بستگی کے قبیل سے اور خوش کرنے کی چیزیں ہیں، اس کے ذریعہ نفس انسانی کے اندر خوشی و مسرت ڈالنے کی کوشش کی جاتی اور انسان کو فرحت و شادمانی مہیا کرتی ہے، یہ انسان کی فطری ضرورت اور طبعی خواہش ہوتی ہے، اس طرح کی پرلطف باتیں انسان کے ذہن میں تیزی لاتی اور اسے چست و متحرک بنا دیتی اور نشاط بخشتی ہے، یہ لطیفے، چٹکلے اور مضحکہ خیز باتیں قدیم زمانے سے ہر قوم اور ہر زبان میں پائے جاتے رہے ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی بعض خواتین و مرد حضرات ایسے تھے جو اپنی مزاحیہ گفتگو کے ذریعہ رنجیدہ افراد کو بھی وقتی طور پر خوش کر دیتے اور ان کے غموں کو ہلکا کر دیتے تھے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اپنے اصحاب کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے اور جب اس پر بعض حضرات نے تعجب کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مذاق میں بھی سچ اور حق بات ہی کہتا

ہوں، اس میں کذب بیانی، یا دل شکنی یا خلاف واقعہ بات نہیں ہوا کرتی ہے، مکہ میں ایک خاتون تھیں جو مضحکہ (ہنسانے والی) کے نام سے ہی مشہور تھیں، وہ ہجرت کے کافی دنوں بعد مدینہ منورہ آئیں اور رسول اللہ ﷺ سے ملنے کے لئے حاضر ہوئیں، آپ ﷺ گھر میں داخل ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک اجنبی خاتون کو دیکھ کر عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ یہ کون اجنبی عورت ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہی فلانی مضحکہ ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا کہ یہ مدینہ میں کن کی مہمان بنی ہیں، یعنی قیام کس کے پاس ہے؟ تو جواب ملا کہ فلاں دوسری مضحکہ (ہنسانے والی) کے پاس (جو مدینہ میں مضحکہ کے نام سے مشہور تھیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: **الارواح جنود مجنودہ الخ** کہ روحیں اللہ کی جمع کردہ فوجیں ہیں جب یہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتی ہیں تو آپس میں مل جاتی ہیں، اور جب ایک دوسرے سے اجنبیت محسوس کرتی ہیں تو دور ہو جاتی ہیں۔

ظرافت ولطافت اور نکتہ سنجی کی اسی اہمیت وضرورت کی وجہ سے ہر زمانہ میں عربی واردو ہی نہیں بلکہ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس موضوع پر کتابیں لکھی گئی ہیں، دور حاضر میں سماجی رابطے کی سرعت، جدید وسائل کی مہارت اور نئی ایجادات نے اس میں اور بھی تیزی لائی اور اسے ایک مستقل فن کا درجہ دے دیا ہے، اہل علم نے اسی لئے واضح کیا ہے کہ ہنسی مذاق، لطیفے، چٹکلے اور اس طرح کی ظریفانہ باتوں میں کوئی مضائقہ اور کوئی حرج نہیں، اگر اس میں کذب بیانی، دل شکنی، معصیت کی ترغیب اور دین واہل دین کا تمسخر نہ ہو، بلکہ بسا اوقات اس طرح کی خوش کن باتیں شرعی طور پر مطلوب ومستحب ہوتی ہیں؛ لیکن اس طرح کی باتوں میں اگر کذب بیانی، دروغ گوئی، دھوکہ دہی، معصیت کی ترغیب، بے راہ روی کی حوصلہ افزائی، دین اور دینداروں کا مذاق واستہزاء اور اسلامی شعائر اور خالص اسلامی اصطلاحات

کا مذاق اڑایا جائے تو یہ ممنوع اور نہایت بدترین عمل ہوگا، دور حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کچھ مغرب زدہ افراد کے اندر اسلام کی مخالفت، اسلامی روایات کے تمسخر اور اسلامی اصطلاحات وعبادات کی تضحیک فیشن بن گئی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ اسلامی اقدار و روایات کا مذاق اڑا کر ہی وہ روشن خیال تسلیم کئے جاسکتے یا دوسروں کے نزدیک منظور نظر بن سکتے ہیں، کوئی وضوء کا تمسخر کرتا ہے تو کوئی کسی ادبی یا مزاحیہ کتابوں کو آسمانی کتابوں سے تشبیہ دیتا ہے، کوئی حیدرآباد کو طنز ومزاح اور لطائف و چٹکلوں کا مکہ قرار دے کر ان اسلامی شعائر کا استہزاء کرتا ہے تو کئی لارڈس کو کرکٹ کا اور ہالی وڈ کو فلموں کا مکہ کہتا ہے، کوئی ادبی اجلاس میں شرکت کو حج ظرافت اور سفر مکہ طنز ومزاح کا سفر کہتا ہے، یہ یا اس طرح کی باتیں بلاشبہ دین اور شعائر دین کا استہزاء ہے، جس سے ہماری شریعت نے ہمیں منع کیا ہے اور اللہ کے شعائر اور اس کی نشانیوں کا مزاق اڑانے اور اسے دل بستگی کا سامان ولطیفہ بنانے پر دردناک عذاب کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ (الجاثية: ۹)

اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے لوگوں کیلئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب ہے۔

ابن حزم کا کہنا ہے کہ نصوص سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ جو شخص بھی اللہ کا، یا کسی بھی فرشتے کا، یا کسی بھی نبی کا، یا آیات قرآنی کا، یا کسی بھی فریضے کا، یا دین اسلام کا یا اس کے کسی بھی شعائر کا مذاق اڑاتا اور استہزاء کرتا ہے خواہ بالقصد ہو یا قصد وارادہ کے بغیر تو وہ کافر اور مستحق عذاب ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ دین یا شعائر اسلام اور اس کے فرائض کا استہزاء وتمسخر اسلام سے پھرنا، اور ملت اسلامیہ سے باہر ہونا ہے، خواہ اس کا یہ استہزاء بطور مذاق و

دل لگی اور ہنسانے کے لئے ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ۔ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِن نَّعْفُ عَن طَائِفَةٍ مِّنكُمْ نُعَذِّبْ طَائِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ (التوبہ: ٦٥. ٦٦)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیے تو کہہ دینگے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی کرتے تھے، تم اب (یہ بیہودہ) عذر مت کرو تم اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تو ہم بعض کو تو (ضرور ہی) سزا دینگے بسبب اس کے کہ وہ (علم ازلی) میں مجرم تھے''

اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں ایک شخص نے کہا: میں نے ان جیسے عبادت گذار قاریوں کے پیٹ کے خواہش مند، زبان کے جھوٹے اور مقابلے کے وقت بزدل اور کسی کو نہیں دیکھا، تو ایک شخص نے جواب دیا کہ تم جھوٹے ہو، تم منافق ہو، میں ضرور اللہ کے رسول ﷺ کو اس کی اطلاع دوں گا، پھر اس کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو مل گئی، اس کے بعد قرآن کی مذکورہ آیت نازل ہوئی، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کے کجاوے کی رسی سے لٹکا ہوا ہے اور پتھر اسے دور کر رہا ہے اور وہ کہے جا رہا ہے، اے اللہ کے رسول! ہم تو محض کھیل سے کہہ رہے تھے، اور رسول ﷺ اس سے کہہ رہے تھے: کیا تم اللہ، اللہ کی نشانیوں اور اللہ کے رسول کے ساتھ مزاق کرتے اور ان کا استہزاء کرتے ہو، اب کچھ بھی عذر پیش کرنے کی ضرورت نہیں، تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔

اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کا یا رسول کا یا دین محمدی کے شرائع اور اس کے فرائض میں سے کسی کا بھی استہزاء کفر ہے، سابقہ آیت میں ایک منافق شخص نے رسول اللہ ﷺ کے بعض اصحاب کا مزاق اڑایا اور ان کا استہزاء کیا تو اللہ نے اسکے کفر کا فیصلہ کیا اور اعلان کر دیا کہ تم نے ایمان لانے کے بعد ارتداد اختیار کیا اور دین سے پھر چکے ہو، اور دین سے پھر جانے والے کیلئے ضروری ہے کہ وہ یا تو صدق دل سے سچی توبہ کرے، اپنے کیئے پر نادم وشرمندہ اور معذرت خواہ ہو اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا پختہ ارداہ اور عہد کرے یا پھر وہ اپنے کفر پر برقرار رہے اور اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں، اللہ، اللہ کی آیتوں، اللہ کے رسول، اور اللہ کے دین اور اس کی شریعت میں سے کسی بھی ادنیٰ جزء کا استہزاء کرنیوالا کافر ہوتا ہے، اگر چہ وہ یہ گمان کرے کہ اس کا مقصد استہزاء وتمسخر نہیں تھا اور نہ ہی اس نے اس کی حقیقت مراد لی ہے، وہ یقینی طور پر کفر کرنے والا ہوجاتا ہے، خواہ وہ نماز پڑھنے والا اور روزہ رکھنے والا ہی کیوں نہ ہو اور اسکے دل میں ایمان ہی کیوں نہ ہو، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آیت میں مذکور منافقین کو علم نہیں تھا کہ وہ اپنے اس قول کے ذریعہ کافر ہو چکے ہیں اور وہ گمان کر رہے تھے کہ وہ معذور ہیں، مگر اسکے باوجود ان کی معذرت خواہی قبول نہیں کی گئی، یہ خود اللہ کا حکم ہے، شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ "اکفرتم بعد ایمانکم" (آل عمران:۱۰۶) کے ذیل میں کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں اس کا اندازہ نہیں تھا کہ انہوں نے کفریہ بات کہی ہے؛ بلکہ وہ گمان کر رہے تھے کہ ان کی بات کفریہ نہیں محض تفریح طبع کیلئے ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ اس طرح کا استہزاء بھی انسان کو کفر تک پہنچا دیتا اور ایمان سے خارج کر دیتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کے کلمات وہی ادا کرتے یا مذاق میں وہی استعمال کرتے ہیں جنکا ایمان کمزور ہوتا یا سرے سے انہیں ایمان اور دین کے تقاضوں سے کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے۔

دین اسلام، اس کے شرائع وشعائر، اس کے اصطلاحات اور اس کی عبادتوں کے استہزاء و تمسخر کی خطرناکی کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مجلسوں سے دور رہنے کی تاکید کی اور ان کی ہم نشینی اختیار کرنے اور ان کی محفلوں میں شریک ہونے سے منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلاَ تَقْعُدُواْ مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُواْ فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذاً مِّثْلُهُمْ إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا (النساء: ۱۴۰)

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس یہ فرمان بھیج چکا ہے کہ جب احکام الٰہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کردیں کہ اس حالت میں تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کردیں گے''

ابن کثیر نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تم نے اگر ممانعت کے پہنچنے کے بعد بھی اس کا ارتکاب کیا اور ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اور ان کی محفلوں میں شریک ہونا پسند کیا جن کی محفلوں میں اللہ کی نشانیوں کے ساتھ کفر کیا جاتا اور اس کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اس پر تم قائم رہتے اور انہیں ایسا کرتے رہنے دیتے ہو تو تم بھی اس میں برابر کے شریک ہو جو وہ کر رہے ہیں۔

دین کے اصطلاحات کو مزاحیہ محفلوں میں استعمال کرنے، دینی شعائر کو بے جا و بے محل استعمال کر کے اس کا مذاق اڑانے اور اسے مضحکہ خیز بنانے سے ہمیں اجتناب و پرہیز کرنا چاہیے اور کم علمی و نادانی میں اگر ہم میں سے کسی سے ایسی لغزش ہوگئی یا ہورہی ہے تو ہمیں اس سے تائب ہونا چاہئے اور اسلامی عبادتوں اور شعائر کو اپنے لطائف وظرافت کیلئے بے جا استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ☆☆

شراب اور جُوئے کے جسمانی اور روحانی مفاسد

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوُا اور بُت اور پانسے سب گندے کام ہیں شیطان کے سوان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

ان آیات میں بتلانا یہ منظور ہے کہ مالکِ کائنات نے ساری کائنات کو انسان کی خدمت کے لئے پیدا فرمایا، اور ہر ایک چیز کو انسان کی خاص خاص خدمت پر لگا دیا ہے، اور انسان کو مخدومِ کائنات بنایا ہے، انسان پر صرف ایک پابندی لگا دی کہ ہماری مخلوقات سے نفع اٹھانے کی جو حدود ہم نے مقرر کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو، جن چیزوں کو تمہارے لئے حلال طیب بنا دیا ہے ان سے احتراز کرنا بے ادبی اور ناشکری ہے، اور جن چیزوں کے کسی خاص استعمال کو حرام قرار دیدیا ہے، اس

میں خلاف ورزی کرنا نافرمانی اور بغاوت ہے، بندہ کا کام یہ ہے کہ مالک کی ہدایات کے مطابق اس کی مخلوقات کا استعمال کرے، اسی کا نام عبدیت ہے۔

اس آیت میں شراب، جوا، بت اور جوے کے تیر، چار چیزوں کی حرمت کا بیان ہے، اس میں ان چار چیزوں کو رِجس فرمایا، رِجسٌ عربی زبان میں ایسی گندی چیز کو کہا جاتا ہے جس سے انسان کی طبیعت کو گھن اور نفرت پیدا ہو، یہ چاروں چیزیں ایسی ہیں کہ اگر انسان ذرا بھی عقل سلیم اور طبع سلیم رکھتا ہو تو خود بخود ہی ان چیزوں سے اس کو گھن اور نفرت ہوگی۔

ان چار چیزوں میں سے ایک اَزْلَامَ ہے، جو زَلَم کی جمع ہے اَزْلَامَ ان تیروں کو کہا جاتا ہے جن پر قرعہ اندازی کر کے عرب میں جوا کھیلنے کی رسم جاری تھی، جس کی صورت یہ تھی کہ دس آدمی شرکت میں ایک اونٹ ذبح کرتے تھے، پھر اس کا گوشت تقسیم کرنے کے لئے بجائے اس کی کہ دس حصے برابر کر کے تقسیم کرتے اس میں اس طرح جوا کھیلتے کہ دس عدد تیروں میں سات تیروں پر کچھ مقررہ حصوں کے نشانات بنا رکھتے تھے، کسی پر ایک کسی پر دو یا تین اور تین تیروں کو سادہ رکھا ہوا تھا، ان تیروں کو ترکش میں ڈال کر ہلاتے تھے، پھر ایک ایک شریک کے لئے ایک ایک تیر ترکش میں سے نکالتے، اور جتنے حصوں کا تیر کسی کے نام پر نکل آئے وہ ان حصوں کا مستحق سمجھا جاتا تھا، اور جس کے نام پر سادہ تیر نکل آئے وہ حصہ سے محروم رہتا تھا، جیسے آج کل بہت سی قسمیں لاٹری کے طریقہ پر بازاروں میں جاری ہیں، اس طرح کی قرعہ اندازی، قمار یعنی جوا ہے، جو از روئے قرآن کریم حرام ہے۔

ہاں ایک طرح کی قرعہ اندازی جائز اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، وہ یہ کہ جب حقوق سب کے مساوی ہوں اور حصے بھی مساوی تقسیم کر دیئے گئے ہوں پھر ان میں سے حصوں کی تعیین بذریعہ قرعہ اندازی کر لی جائے،

مثلاً ایک مکان چار شریکوں میں تقسیم کرنا ہے، تو قیمت کے لحاظ سے چار حصے برابر لگا لئے گئے، اب یہ متعین کرنا کہ کونسا حصہ کس شریک کے پاس رہے، اس کی تعیین اگر آپس میں مصالحت ورضامندی سے نہ ہوتو یہ بھی جائز ہے کہ قرعہ اندازی کر کے جس کے نام پر جس طرف کا حصہ نکل آئے اس کو دیدیا جائے، یا کسی چیز کے خواہش مند ایک ہزار ہیں، اور سب کے حقوق مساوی ہیں، مگر جو چیز تقسیم کرنا ہے وہ کل سو ہیں، تو اس میں قرعہ اندازی سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیتِ مذکورہ میں جن چار چیزوں کا حرام ہونا مذکور ہے ان میں سے دو یعنی میسر اور ازلام نتیجہ کے اعتبار سے ایک ہی ہیں، باقی تین میں ایک انصاب ہے جو نُصُبٌ کی جمع ہے، ایسی چیز کو نُصُبٌ کہا جاتا ہے جو عبادت کے لئے کھڑی کی گئی ہو خواہ بت ہو یا کوئی درخت، پتھر وغیرہ۔

آیت کے شانِ نزول اور اس کے بعد والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں اصل مقصود دو چیزوں کی حرمت اور مفاسد کا بیان کرنا ہے یعنی شراب اور جوا، انصاب یعنی بتوں کا ذکر اس کے ساتھ اس لئے ملا دیا گیا ہے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ شراب اور جوے کا معاملہ ایسا سخت جرم ہے جیسے بت پرستی۔

ابن ماجہ کی ایک حدیث میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شَارِبُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ الْوَثَنِ ”یعنی شراب پینے والا ایسا مجرم ہے جیسے بت کو پوجنے والا“ اور بعض روایات میں ہے، شَارِبُ الْخَمْرِ كَعَابِدِ اللَّاتِ وَالْعُزّٰى ”یعنی شراب پینے والا ایسا ہے جیسا لات وعزیٰ کی پرستش کرنے والا“

خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ یہاں شراب اور جوے کی شدید حرمت اور ان کی روحانی اور جسمانی خرابیوں کا بیان ہے، اول روحانی اور معنوی خرابیاں رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ کے الفاظ میں بیان کیں، جن کا مفہوم یہ ہے کہ یہ چیزیں فطرتِ

سلیمہ کے نزدیک گندی قابلِ نفرت چیزیں اور شیطانی جال ہیں، جن میں پھنس جانے کے بعد انسان بیشمار مفاسد اور مہلک خرابیوں کے گڑھے میں جا گرتا ہے، یہ روحانی مفاسد بیان فرمانے کے بعد حکم دیا گیا فَاجْتَنِبُوْهُ کہ جب یہ چیزیں ایسی ہیں تو ان سے اجتناب کرو اور پرہیز کرو۔

اس کے بعد دوسری آیت میں شراب اور جوئے کے دنیوی اور ظاہری مفاسد کا بیان اس طرح فرمایا گیا کہ شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہیں شراب اور جوئے میں مبتلا کر کے تمہارے درمیان بغض وعداوت کی بنیادیں ڈال دے۔

ان آیات کا نزول بھی کچھ ایسے ہی واقعات کے بارہ میں ہوا ہے کہ شراب کے نشہ میں ایسی حرکات صادر ہوئیں جو باہمی غیظ وغضب اور پھر جنگ و جدل کا سبب بن گئیں، اور یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ شراب کے نشہ میں جب آدمی عقل کھو بیٹھتا ہے تو اس سے ایسی حرکات کا صدور لازمی جیسا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جوئے اور لاٹری کا معاملہ ہے کہ ہارنے والا اگر چہ اپنی ہار مان کر اس وقت نقصان اٹھالیتا ہے، مگر اپنے حریف پر غیظ وغضب اور بغض وعداوت اس کے لازمی اثرات میں سے ہے، حضرت قتادہؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض عرب کی عادت تھی کہ جوئے میں اپنے اہل وعیال اور مال وسامان سب کو ہرا کر انتہائی رنج وغم کی زندگی گذارتے تھے۔

پھر ان چیزوں کی ایک اور خرابی ارشاد فرمائی ''یعنی یہ چیزیں تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے غافل کر دیتی ہیں۔

یہ خرابی بظاہر روحانی اور اخروی خرابی ہے، جس کو دنیوی خرابی کے بعد مکرر ذکر فرماتے ہیں، اس میں اشارہ ہوسکتا ہے کہ اصل قابلِ نظر اور قابلِ فکر وہ زندگی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے، عقلمند کے نزدیک اسی کی خوبی مطلوب ومرغوب ہونی چاہیے، اور

اسی کی خرابی سے ڈرنا چاہیے، دنیا کی چند روزہ زندگی کی خوبی نہ کوئی قابلِ فخر چیز ہے، نہ خرابی زیادہ قابلِ رنج وغم ہے، کہ اس کی دونوں حالتیں چند روز میں ختم ہوجانے والی ہیں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ذکر اللہ اور نماز سے غفلت یہ دینا وآخرت اور جسم و روح دونوں کے لئے مضر ہے، آخرت اور روح کے لئے مضر ہونا تو ظاہر ہے کہ اللہ سے غافل بے نماز کی آخرت تباہ اور روح مردہ ہے، اور ذرا غور سے دیکھا جائے تو اللہ سے غافل کی دنیا بھی وبالِ جان ہوتی ہے کہ جب اللہ سے غافل ہوکر اس کا انتہائی مقصود مال ودولت اور عزت وجاہ ہوجائے تو وہ اتنے بکھیڑے اپنے ساتھ لاتے ہیں کہ وہ خود ایک مستقل غم ہوتے ہیں جس میں مبتلا ہوکر انسان اپنے مقصود المقاصد یعنی راحت وآرام اور اطمینان وسکون سے محروم ہوجاتا ہے، اور ان اسبابِ راحت میں ایسا مست ہوجاتا ہے کہ خود راحت کو بھی بھول جاتا ہے، اور اگر کسی وقت یہ مال ودولت یا عزت وجاہ جاتے رہیں یا ان میں کمی آجائے تو ان کے غم اور رنج کی انتہاء نہیں رہتی، غرض یہ خالص دنیا دار انسان دونوں حالتوں میں رنج وفکر اور غم و اندوہ میں گھرا رہتا ہے۔

(معارف القرآن جلد سوم ص ۲۲۶ تا ۲۲۹)

☆☆☆

جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں

حضرت حبیب الامت مدظلہ لکھتے ہیں کہ:

"مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا"

آپ ﷺ ایک دفعہ مسجد نبوی میں جا رہے تھے، راستہ میں دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ایک یہودی گالی دے رہا ہے، تو آپ ﷺ رک گئے، وہ یہودی گالی دیتا رہا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خاموش رہے، جب بہت دیر ہوگئی تو کوئی بات کہہ دی تو حضور نبی اکرم ﷺ چل دیئے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے گئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کیوں چلے آئے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تک تم خاموش تھے فرشتے تمہاری باتوں کا جواب دے رہے تھے اور جب تم نے جواب دینا شروع کر دیا تو وہ فرشتے چلے گئے، تو میں بھی چلا آیا۔

اس سے پتہ چلا کہ صدیق کا مرتبہ بہت بڑا ہوتا ہے، نبیٔ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی کاروبار کر رہا ہے اور سچی قسم کھا کر بھی مال فروخت کر رہا ہے کہ اللہ کی قسم یہ مال اتنے پیسے کا ہے تو بھی برکت ختم ہو جاتی ہے، یہ سچے لوگوں کا طریقہ

نہیں ہے کہ مال بیچتے وقت بھی سچی قسم کھا کر مال فروخت کریں۔ اسلام کے اصول واحکام تو ایسے ہیں کہ آدمی ان پر عمل کرے تو دینی ودنیوی دونوں ترقی اسے حاصل ہوگی، معاملات کے تعلق سے آپ ﷺ نے فرمایا''مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا'' جو ہم کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا جب کہ ایک دفعہ بازار میں گئے تو دیکھا ایک گیہوں کا تودہ اور ڈھیر لگا ہے، اس میں ہاتھ ڈالا تو نیچے بھیگے ہوئے گیہوں تھے، تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا کیا ہے؟ تو ان صاحب نے کہا یارسول اللہ! رات میں بارش ہوئی اور گیہوں بھیگ گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ بھیگے ہوئے گیہوں کو اوپر کیوں نہیں رکھ لیا؟ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں! صحابہ کرام میں یہی بات تھی کہ دین کے تمام شعبوں پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے، ایمانیات ہو یا عبادات، معاملات ہو یا معاشرت یا اخلاقیات ہر ایک میں کامل ومکمل تھے۔

انسان کا دھوکہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی عمدہ مثال بیان فرمائی ہے کہ جب بھیڑ یعنی بکرے کے جسم پر بال زیادہ آتے ہیں تو ان بالوں کو اتارنے کے لئے اس کے چاروں پاؤں کو باندھ دیا جاتا ہے، تو وہ یہی سمجھتا ہے کہ مجھے قصاب کے حوالہ کر دیا گیا، مگر جب بال اتار کر اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں تو دھوکہ میں تھا، اس نے صرف میرے بال اتارنے کے لئے مجھے لٹایا تھا، میری کھال اور میرے گوشت کی اس کو ضرورت نہ تھی، پھر جب اس کے بال بڑھ جاتے ہیں تو اس کے پاؤں کو باندھا جاتا ہے تو یہی سمجھتا ہے کہ مجھے قصاب کے حوالہ کر دیا گیا اور مجھے ذبح کر دیا جائے گا لیکن جب اس کے بالوں کو اتار کر چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس کے

ذہن میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ ہاتھ پیر جو باندھے جاتے ہیں وہ ذبح کرنے کے لئے نہیں بلکہ بالوں کو اتارنے کے لئے، لیکن آخری مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کو قصاب کے حوالہ کیا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھتے ہیں تو یہی سمجھتا ہے کہ بالوں کو اُتارا جائے گا، حالانکہ اس کی گردن پر چھری پھیر دی جاتی ہے اسی طرح انسان کا بھی حال ہے کہ ایک بار بیمار ہوتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ شاید میرا انتقال ہو جائے گا لیکن جب تندرست ہو جاتا ہے افاقہ پا جاتا ہے تو مطمئن ہو جاتا ہے، پھر اگر بیمار پڑتا ہے تو اسے اندیشہ ہوتا ہے موت کا، مگر جب افاقہ ہو جاتا ہے اور صحت لوٹ آتی ہے تو پھر مطمئن ہو جاتا ہے، اسی طرح پھر بیمار ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں افاقہ پا جاؤں گا اور تندرست ہو جاؤں گا، حالانکہ اسی بیماری میں اسے موت آ جاتی ہے اور اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ اللہ ہم سب کو سمجھ بوجھ عطا فرمائے۔

☆☆☆

قنوتِ نازلہ کا حکم اور ادائیگی کا طریقہ

موجودہ زمانے میں قتل وغارت گری اتنی زیادہ عام ہوچکی ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کا وہ ارشاد روز روشن کی طرح واضح ہوکر سامنے آجاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**والذی نفسی بیدہ! لا تذھب الدنیا حتی یاتی علی الناس یوم لا یدری القاتل فیھم قتل، ولا المقتول فیم قتل**"

(رواہ مسلم، رقم الحدیث: ۲۹۰۸، ص: ۱۱۸۲، دارالسلام)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ دنیا ختم نہیں ہوگی یہاں تک کہ ایک ایسا دن آجائے کہ قاتل کو یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کس وجہ سے قتل کررہا ہے اور نہ ہی مقتول کو معلوم ہوگا کہ اسے کس جرم میں قتل کیا گیا؟"۔

اور پھر اسی پر بس نہیں یہ قتل وغارت اتنی بڑھی کہ اس کا رُخ ایک عالمی طاغوتی منصوبہ کے تحت باقاعدہ طور پر عامۃ الناس سے وارثان انبیاء، علماء اور طلبا کی طرف موڑ دیا گیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وارثان انبیاء تو شہادت جیسے مرتبہ عظمیٰ پر فائز ہونے والے ہیں، لیکن ان کے قتل کے منصوبے بنانے والے اور

اس فعل بد میں شریک ہونے والوں کی بدبختی کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ان اہل اللہ کی دشمنی پر کمر بستہ ہیں۔

موجودہ حالات میں ایک سنت عمل

ان حالات میں کہ جب مسلمانوں پر کوئی بڑا حادثہ پیش آجائے، مثلاً: طاعون کی وبا پھیل جائے، یا کفار حملہ کردیں، یا خود مسلمانوں میں ہی قتل وغارت عام ہوجائے تو ایسے مواقع میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص عمل کرنا ثابت ہے، جسے قنوتِ نازلہ کہتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک نماز فجر میں قنوت (نازلہ) پڑھی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے قبیلوں مثلاً: رِعل، ذکوان، عُصیہ اور بنی لحیان کے خلاف بددعا فرمائی تھی''۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: ان نبی الله صلی اللہ علیہ وسلم قنت شهرا فی صلاة الصبح، يدعوا على احياء العرب على رِعلٍ وذكوان وعصية وبنی لحيان. (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۰۹۰، ص: دار السلام)

چنانچہ! ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر اپنی اپنی مساجد میں قنوتِ نازلہ شروع کردیں تو اللہ رب العزت کی ذاتِ اقدس قوی امید ہے کہ حالات میں بہتری پیدا ہوجائے گی اور مسلمانوں کی دلی تسلی کے ساتھ ان قاتل اور بدبخت لوگوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے گرفت کا عمل بھی شروع ہوجائے گا۔

اس لئے کہ ایسے حالات میں مصائب وبلیات اور سختیا دور کروانے کے لئے، مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست، (اور آفات کی دوری) کے لئے بالاتفاق نمازِ فجر کی جماعت میں قنوت نازلہ پڑھنا مسنون ومستحب ہے۔

چنانچہ: خاتمہ المحققین علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

(ولا یقنت لغیرہ الا) لنازلة، فیقنت الامام فی الجهریة وفی حاشیة ابن عابدین تحت قوله: "الا لنازلة" قال فی الصحاح: النازلة الشدیدة من اشدائد الدهر، ولا شک ان الطاعون من اشد النوازل......... قال ابو جعفر الطحاوی: انما لا یقنت عندنا فی صلاة الفجر من غید بلیة، فان وقعت فتنة او بلیة فلا باس به، فعله رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم. (حاشیۃ ابن عابدین، ۵۴۲/۲، دارالمعرفۃ، بیروت)

قنوتِ نازلہ سے متعلق بعض متفرق مسائل

چنانچہ! خیال ہوا کہ قنوتِ نازلہ سے متعلقہ مسائل، طریقہ کار اور اس میں پڑھی جانے والی دعا منظر عام پر لائی جائے، تا کہ ائمہ مساجد کے لئے سہولت وآسانی ہوجائے، ذیل میں وہ مسائل ذکر کئے جاتے ہیں اور اہل علم حضرات کے اطمینان قلب کے لئے حوالہ جات بھی ذکر کردیئے گئے ہیں:

● تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے قنوتِ نازلہ پڑھنا درست نہیں ہے۔

(فیقنت الامام فی الجهریة) وفی حاشیة ابن عابدین تحت قوله: "فیقنت الامام فی الجهریة" وظاهر تقییدهم بالامام انه لا یقنت المنفرد. (حوالہ بالا)

● قنوتِ نازلہ احناف کے نزدیک صرف فجر کی نماز میں پڑھی جاسکتی ہے، البتہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قنوتِ نازلہ کا تمام نمازوں میں پڑھنا درست ہے۔

(واما القنوت فی الصلوٰت کلها للنوازل فلم یقل به الا الشافعی رحمۃ اللہ علیہ وکأنهم حملوا ما روی عنه علیه الصلاة والسلام انه

قنت فی الظھر والعشاء کما فی مسلم، وانه قنت فی المغرب ایضاً کما فی البخاری علی النسخ لعدم ورود المواظبة والتکرار والواردین فی الفجر عنه علیه الصلاة والسلام، وھو الصریح فی ان قنوت النازلة عندنا مختص بصلاة الفجر دون غیرھا من الصلوٰت الجھریة. (حاشیۃ ابن عابدین، کتاب الصلاۃ مطلب: فی القنوت للنازلۃ:۲/۵۴۲، دار المعرفۃ، بیروت)

قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ

قنوتِ نازلہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ نمازِ فجر کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد ''سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ'' کہہ کر امام کھڑا ہو جائے اور قیام کی حالت میں دعائے قنت (جو آگے آرہی ہے) پڑھے اور مقتدی اس کی دعا پر آہستہ آواز سے آمین کہتے رہیں، پھر دعا سے فارغ ہو کر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے سجدے میں چلے جائیں، اور بقیہ نماز امام کی اقتداء میں اپنے معمول کے مطابق ادا کریں۔

وانه یقنت بعد الرکوع لا قبله، بدلیل ان ما استدل به الشافعی علی قنوت الفجر، وفیه تصریح بالقنوت بعد الرکوع، حمله علماء نا علی القنوت للنازلة، ثم رایت الشرنبلالی ﷺ فی مراقی الفلاح صرح بانه بعده، واستظھر الحموی انه قبله، والاظھر ماقلناہ، والله اعلم. (حاشیۃ ابن عابدین،۲/۵۴۲، دار المعرفۃ، بیروت)

● اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو امام بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی آہستہ آواز میں پڑھے اور اگر مقتدیوں کو یاد نہ ہو جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے، تو امام بلند آواز سے دعا کے کلمات کہے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔

وهل المقتدى مثله ام لا؟ وهل القنوت هنا قبل الركوع ام بعده؟ لم اره. والذى يظهر لى ان المقتدى يتابع امامه، الا اذا جهر، فيؤمن. (حاشیۃ ابن عابدین،۲/۵۴۲، دار المعرفۃ، بیروت)

قنوتِ نازلہ کے دوران دعا میں ہاتھوں کو لٹکایا جائے یا دعا کے انداز میں دونوں ہاتھوں کو اٹھایا جائے؟ اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اس حالت میں احتمالاً تین طرح کی صورتیں اپنائی جاسکتی ہیں: (۱) ناف کے نیچے ہاتھوں کو باندھا جائے، جیسا کہ عام طور سے قیام نماز میں باندھے جاتے ہیں۔ (۲) دونوں ہاتھ نیچے کی طرف لٹکائے جائیں۔ (۳) دعا مانگنے کے انداز میں ہاتھ اوپر اٹھالئے جائیں۔ ان تینوں صورتوں میں سے پہلی دونوں صورتیں درست ہیں لیکن ان میں سے دوسری صورت (یعنی: ہاتھوں کو لٹکائے رکھنا) بہتر ہے۔ جب کہ تیسری صورت (یعنی: دعا کی طرح ہاتھوں کو اٹھانا) مناسب نہیں ہے۔

جیسا کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''بوادر النوادر'' میں لکھا ہے: ''مسئلہ مجتہد فیہ ہے، دلائل سے دونوں طرف (یعنی: پہلی دو صورتوں کی طرف) گنجائش ہے اور ممکن ہے کہ ترجیح قواعد سے وضع (ہاتھ باندھنے) کو ہو۔ کما ھو مقتضیٰ مذہب الشیخین، لیکن عارض التباس وتشویش عوام کی وجہ سے ارسال کو ترجیح دی جاسکتی ہے۔'' ''کما ھو مذہب محمد'' (بوادر النوادر:۹/۱۲۲-۱۲۳، ادارہ اسلامیات)

قنوتِ نازلہ کی دعا پڑھنے کی حالت میں جو مسبوقین امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوں، وہ تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد قیام کی حالت میں امام کی دعا پر آہستہ آواز سے آمین کہتے رہیں، ان کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔ (کیوں کہ ان کی شرکت امام کے رکوع سے اٹھ جانے کے بعد ہوئی ہے) بلکہ وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی دونوں رکعتوں کو حسب قاعدہ پورا کریں گے۔

قنوتِ نازلہ کتنے دنوں تک جاری رکھی جائے؟ اس بارے میں کوئی مقدار متعین نہیں ہے کہ اتنے دن تک پڑھی جائے اور اس کے بعد پڑھنا جائز نہیں۔ بلکہ ضرورت کے موافق اس دعا کو جاری رکھا جائے، تاہم اتباع سنت کی غرض سے ایک مہینہ تک اس کو جاری رکھا جائے، جیسا کہ شروع میں ذکر کی گئی حدیث نبوی ﷺ میں ذکر ہوا۔

قلت وفيه بيان غاية القنوت للنازلة انه ينبغي ان يقنت اياما معلومة عن النبي ﷺ وهي قدر شهر، كما في الروايات عن انس: "انه ﷺ قنت شهر اثم ترك" فاحفظه فهذا غاية اتباع السنة النبوية ﷺ. (اعلاء السنن:۶/۱۱۸، ادارۃ القرآن، کراتشی)

قنوتِ نازلہ کی دعاء

دعائے قنوتِ نازلہ بہت سی روایات میں قدرے مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہے، ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ حالات کے مطابق علماء عصر نے ایک جامع دعا نقل کی ہے:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْ مَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنَا فِيْ مَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنَا فِيْ مَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ مَا اَعْطَيْتَ، وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ، اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَاِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ، نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلِلْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ، وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ، وَاجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَالْحِكْمَةَ، وَثَبِّتْهُمْ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِكَ،

وَاَوْزِعْهُمْ اَنْ يَّشْكُرُوْا نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وَاَنْ يُّوْفُوْا بِعَهْدِكَ الَّذِیْ عَاهَدْتَّهُمْ عَلَيْهِ، وَانْصُرْهُمْ عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ، اِلٰهَ الْحَقِّ، سُبْحَانَكَ، لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ، اَللّٰهُمَّ انْصُرْ عَسَاكِرَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَالْعَنِ الْكَفَرَةَ وَالْمُشْرِكِيْنَ لَا سِيَمَا الرَّافِضَةَ وَمَنْ حَذَا حَذْوَهُمْ مِنَ الْاَحْزَابِ وَالْمُنَافِقِيْنَ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ، وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَائَكَ مِنَ الطُّلَّابِ وَالْعُلَمَائِ وَالْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ، وَفَرِّقْ جَمْعَهُمْ، وَشَتِّتْ شَمْلَهُمْ، وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ، وَاَلْقِ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ، وَخُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ، وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ.

☆☆☆

بحمداللہ تعالیٰ

''گناہوں کے انبار''

جلددوم

تکمیل کو پہونچی

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ وآلہ واصحابہ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العلمین

☆☆☆

شیخ طریقت حبیب الامت

حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

کی مزید تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	جلد اول و دوم
	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	(سوم زیر طبع)
۲	انوار السالکین	
۳	انوارِ طریقت	
۴	تصوف کی حقیقت	
۵	سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ	دو جلدیں
۸	سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطباتِ حبان	دو جلدیں
۱۳	خطباتِ رمضان المبارک	چار جلدیں
۱۴	طالبات تقریر کیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	خواتین کے لئے منتخب تقاریر	

☆☆☆

ملنے کا پتہ

تفسیری خطباتِ حبان

''تفسیری خطباتِ حبان'' قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جابجا لائے گئے ہیں۔ تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساطِ تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادراہ ہے۔ قیمت..........

زیاراتِ حرمین شریفین

''زیاراتِ حرمین شریفین'' ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف حج وعمرہ کا طریقہ بلکہ تمام اوراد ووظائف، مسنون اور مستحبات ادعیہ، مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی، تاریخی پس منظر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً طریقۂ کار، دلائل ومسائل، قصائص قرآنی واحادیثِ نبوی، درود وسلام، مناجات وادعیہ اور آدابِ حرمین مفصل بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدید سائنسی تحقیقات وغیرہم شامل کی گئی ہیں غرض 400 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ زائرین حرمین شریفین کے لئے ایک ایسا دفتر ہے جس میں وہ اپنی تمام تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔

قیمت..........

خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت

خواب ایک حسین ودلکش منظر ہے جسے دیکھ کرانسان اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہوجاتا ہے۔ زبانِ اردو میں ابھی تک کوئی مستند کتاب وجود میں نہ آئی تھی ہاں مختلف کتب خصوصاً ابن سیرین کے تراجم ضرور شائع ہوئے۔ طبقہ اردو کی اس تشنگی کا مداوا ''خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت'' مصنف حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے ذریعہ ہوا ہے، دوجلدوں پر مشتمل یہ ایسی جامع اور مستند ومجرب کتاب ہے جس میں خواب سے متعلق بے شمار موضوعات پر بڑی گرانقدر معلومات درج ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء، صحابہ، بزرگانِ دین اور صلحائے امت کے خوابوں وتعبیرات کے اجمالی تذکروں، جابجا خوابوں سے متعلق شعراء کے اشعار سے کتاب مزین ہے۔ لغت کی طرح حروفِ تہجی سے مختصر تعبیروں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس سے فائدہ یہ ہے کہ ایک معروف آدمی منٹوں میں اپنے خواب کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے دیکھ کران کی تفصیلات کی روشنی میں ایک جامع تعبیر اخذ کرسکتا ہے۔ اس کتاب میں دورہ جدید کی تمام نئی ایجاد شدہ اشیاء کی تعبیرات کو مختصراً جمع کردیا گیا ہے، جس سے پرانی کتب کے بالمقابل دورِ جدید کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ ''خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت'' (اول ودوم) حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ کی ایک شاندار، قابل قدر تصنیف اور ایک علمی کارنامہ ہے بلکہ اردو زبان میں ایک نایاب تحفہ ہے، جس کی مثال دورِ حاضر میں نایاب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قارئین خوابوں سے متعلق بے شمار فوائد حاصل کرسکیں گے۔

قیمت..........

خطباتِ رمضان المبارک

خوشخبری ہے خطباء وواعظین اور قدر دان رمضان المبارک وجویان برکات وفضائل ماہ صیام کیلئے کہ رمضان المبارک کی فضیلت وفرضیت اور اہمیت، روزہ، تراویح، تہجد، سحر اور تلاوت قرآن کے فضائل، زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اور اعتکاف کے اہتمام اور دیگر مضامین جو ماہِ مقدسہ کے اعمال کی ترغیب وترقی، قرآن وسنت کے سرچشمے سے مستند واقعات وقصص، امثال ودلائل سے مزّین ہے ''خطباتِ رمضان المبارک'' کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل مکتبہ طیبہ نے شائع کی ہے۔ وہ خطباء جو اپنے خطاب اور بیان میں دقیق اور مشکل الفاظ سے احتراز کرتے ہیں اور اپنے بیان کو عام فہم رکھنا چاہتے ہیں یا ماہِ رمضان سے متعلق تمام فضائل ومسائل، دلائل وواقعات اور عبادات، اوامر ونواہی کو ایک ہی کتاب میں یکجا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ''خطباتِ رمضان المبارک'' جو عام فہم اردو زبان میں ترتیب دی گئی ہے ان کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ انتہائی مفید ثابت ہوگی۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تمام خطبات میں قریباً ہر صفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی ہیں تاکہ مضامین اور موضوعات کے انتخاب میں دشواری نہ ہو۔ یہ خطبات حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کی وہ تقاریر ہیں جو مرکزی جامع مسجد دار العلوم محمدیہ بنگلور ودیگر مساجد میں رمضان المبارک کے مختلف موقعوں پر کی گئی ہیں۔ ☆

قیمت ....